یہود و نصاریٰ

تاریخ کے آئینہ میں

تالیف

امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ زبیر احمد صاحب

تصحیح و تقدیم

مولانا مختار احمد ندوی صاحب

مکتبہ البخاری

گلستان کالونی نزد صابری پارک لیاری ٹاؤن کراچی

فون - 7520385
0300-2140865

یہود و نصاریٰ

تاریخ کے آئینہ میں

تالیف

امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

شیخ علامہ زبیر احمد صاحب

تصحیح و تقدیم

مولانا مختار احمد ندوی صاحب

مکتبۃ البخاری

نزد صابری مسجد، گلستان کالونی، لیاری ٹاؤن، کراچی۔

فون: 2520385, 2529008 موبائل: 0300-2140865

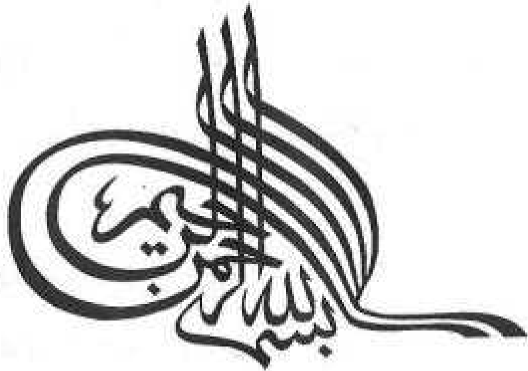
نام کتاب	یہود ونصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں
تالیف	امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح وتقدیم	مولانا مختار احمد ندوی
ناشر	مکتبۃ البخاری۔ کراچی
تعداد	1100
طبع	اول
زیر اہتمام	شیخ محسن اکرم
پریس	الجت پرنٹنگ پریس، کراچی

اسٹاکسٹ

مکتبہ انعامیہ

دکان نمبر 24، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

فون نمبر:0300-2918396-2216814



فہرست

مضامین — **صفحہ نمبر**

مضامین — **صفحہ نمبر**

مضامین | صفحہ نمبر

مضامین | صفحہ نمبر

ابتدائیہ

دنیا میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی دو بڑی مخالف طاقتیں ہر محاذ پر اسلام کے آمنے سامنے رہیں، یہود و نصاریٰ، چونکہ اسلام سے پہلے دنیا میں انہی دونوں مذاہب کا بول بالا تھا اور دونوں مذاہب بنی اسرائیل کی نسل میں تھے اور دنیا کی علمی، مذہبی، اقتصادی اور سیاسی بساط پر یہی دونوں مذہب چھائے ہوئے تھے، یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف ضرور تھے لیکن ان دونوں کا مشترک حریف کوئی دوسرا نہیں تھا، لہٰذا میدان میں یہی دونوں صدیوں تک ایک دوسرے کی حریفائی کے ساتھ بلا شرکت غیرے دنیا پر حکمرانی کررہے تھے۔

یہودیت اور نصرانیت دونوں ہی آسمانی مذاہب تھے، یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ توراۃ کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل کو بغل میں دبائے ہوئے تھے، چونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں ہی نسل ابراہیمی سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِ اعلیٰ اور روحانی مرشد مانتے تھے اس لیے یہ دونوں عالمی قدیم مذہب اور صاحب کتاب ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف اپنی دینی برتری کی جنگ میں ہمیشہ لگے رہے اور دونوں ہی اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے جبکہ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر انتہائی فحش الزامات لگاتے تھے، حتیٰ کہ عیسائیوں نے یہودیوں پر یہ الزام بھی لگایا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ ان دونوں مذاہب کی باہمی جنگی مہم شدت سے جاری تھی اور دونوں کا مرکز ملک فلسطین و شام تھا۔

یہ دونوں چونکہ آسمانی تھے اس لیے توراۃ و انجیل کی ہزار تحریف کے باوجود بھی ان میں ایسے واضح اشارات موجود تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کا آخری نبی عربوں کی سرزمین پر عنقریب مبعوث ہونے والا ہے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیشنگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں کھلی شہادتیں موجود ہیں اس لیے یہود و نصاریٰ آپ کی نبوت کے اعلان کا شدت سے انتظار کررہے تھے۔

لیکن

جیسے ہی مکہ سے اعلان ہوا کہ بنی اسماعیل میں ایک نبی کی بعثت کا اعلان ہوا ہے جو نہ صرف عربوں کو بلکہ ساری دنیا کو اپنی نبوّت پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں جس میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں، تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور انھوں نے مستقبل میں اسے یہودیت اور عیسائیت دونوں کے لیے مشترک خطرہ محسوس کیا۔

اوّل یہ کہ نبوّت کا سلسلہ بنی اسرائیل سے نکل کر اب بنی اسماعیل کی طرف منتقل ہوگیا ہے جو ان کے لیے ناقابلِ برداشت سانحہ سے کم نہیں تھا۔

دوسرے یہ کہ توراۃ و انجیل کی اہمیت قرآن کے نزول کے بعد ختم ہوچکی تھی۔

تیسرے یہ کہ دنیا کا مذہبی پایہ تخت یروشلم سے منتقل ہوکر ان کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ مکہ کے کعبۃ اللہ کی طرف منتقل ہوگیا جہاں ساری دنیا کے لوگ یہودیت اور عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے پرچم تلے جمع ہوں گے۔

چوتھے یہ کہ قرآن نے اُن تمام جھوٹے عقائد اور من گھڑت قصوں کا پردہ فاش کرنا شروع کیا جو یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء سابقین خصوصاً حضرت عیسیٰ اور مریم علیہا السلام پر لگا رکھا تھا اور توراۃ و انجیل میں اپنی من مانی تحریف کر رکھی تھی اور دین موسوی اور عیسوی کو مسخ کر رکھا تھا، توحید کی جگہ تثلیث پر عیسائیت کی بنیاد رکھی تھی۔

ساتھ ہی انہیں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے قیصرو کسریٰ کے محل لرزتے دکھائی دے رہے تھے، انہیں یقین ہونے لگا تھا کہ اگر خاموشی برتی گئی تو اسلام کی شعاعیں سارے عالم میں پھیل جائیں گی۔ یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر ایک طرف تو ان دونوں مذاہب نے اسلام کے خلاف نفرت کی مہم چلائی اور اسلام اور پیغمبر اسلام اور ان کے اتباع وتابعین پر بدترین قسم کے الزامات لگائے اور دوسری طرف ان کی حکومتوں نے ہر طرف سے اسلامی قلعوں پر فوجی حملے شروع کیے، اس طرح یہود و نصاریٰ کی مشترکہ جدوجہد نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر محاذ پر دفاع کے لیے مجبور کیا۔

چنانچہ زیر نظر کتاب ''ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود النصاریٰ'' اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے جھوٹے پروپیگنڈوں کا نہایت مدلل اور مسکت جواب ہے۔ اس کتاب کے مصنف حافظ ابوبکر ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ علیہ اسلامی دنیا میں ایک مجدد کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ کے علوم وفنون کے حقیقی ترجمان، جامع عالم، اسلام کے بہترین مناظر اور زبردست صاحب قلم مجتہد اور محدث تھے۔

اپنی اس کتاب میں انھوں نے یہود و نصاریٰ کے ایک ایک اعتراض کا بخیہ اُدھیڑ کر رکھ دیا ہے ساتھ ساتھ توراۃ و انجیل پر اپنے گہرے مطالعے کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ میں باطل تحریفات کا پردہ ایسے دل نشیں انداز میں فاش کیا ہے کہ کتاب پڑھ کر جہاں اسلام کی حقانیت کا نقش دل پر جم جاتا ہے وہیں یہود و نصاریٰ کی ضلالت پر مہر لگا دی ہے۔

اس کتاب سے اسلامی شریعت کے اُن بنیادی مسائل پر نہایت تحقیقی انداز میں روشنی پڑتی ہے جو ہمارے مدارس اور دینی حلقوں میں فراموش کر دیے گئے ہیں۔ آج ساری دنیا میں یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں نے متحد ہو کر اسلام پر یلغار کر رکھی ہے اور اسلام کو ایک وحشی دین کی صورت میں پیش کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے ان تمام جھوٹے پروپیگنڈوں کی قلعی کھل جائے گی اور پڑھنے والوں کے دلوں پر اسلام کی حقانیت کا نقش دوام ثبت ہو جائے گا۔

اسلام کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک رہنما اور حق کی معلم ثابت ہو گی۔ کتاب انتہائی فنی اور تحقیقی ہونے کے باوجود اس کے ترجمہ کی زبان نہایت آسان اور عام فہم ہے۔ ہمارے فاضل عزیز دوست جناب زبیر احمد صاحب نے کتاب کے ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مفید کتاب علمی اور دینی حلقوں میں محبت اور عقیدت کی نظر سے پڑھی جائے گی۔

خادم الکتاب والسنہ

مختار احمد ندوی

ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

اکتوبر ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللہ مکتبۃ البخاری کراچی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ علمی اور دینی ادارہ قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات پر مبنی لٹریچر کو ملک اور بیرون ملک عام کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ گوکہ مکتبۃ البخاری کے قیام کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا، لیکن پھر بھی اس کی علم پروری اور کتاب دوستی کی روایات عام ہیں۔

ہمارے اس علمی اور دینی ادارے کے قیام کا بڑا مقصد قرآن وسنت اور دینی تعلیمات کو اس انداز میں عام کرنا ہے کہ جس سے اتحاد امت کے جذبات پروان چڑھ سکیں اور دین کی ترویج و اشاعت میں کردار ادا کرسکیں۔ اس عظیم مقصد کے پیش نظر ہمارے ادارے نے اسلامی ورثے کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اور یہ عزم کیا کہ اس ادارے کے ذریعے ایسا دینی اور علمی لٹریچر شائع کیا جائے جو وحدتِ اُمت اور اتحاد بین المسلمین کیلئے اپنا کردار ادا کرسکے۔

زیر نظر کتاب ''یہود ونصاریٰ تاریخ کے آئینے میں'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امام ابن القیم الجوزی ؒ کی یہ گرانقدر تصنیف جس کا ترجمہ محترم شیخ علامہ زبیر احمد صاحب نے کیا، جسے دیکھ کر میں اتنا متاثر ہوا کہ اسے طبع کرنے کا ارادہ کرلیا۔ یہ کتاب نہ صرف اسلام کے خلاف یہود ونصاریٰ کے جھوٹے پروپیگنڈے کا جواب ہے بلکہ مؤلف کے (تورات) اور (انجیل) پر گہرے مطالعہ کی وجہ سے اپنے موضوع پر عظیم ترین کتب میں شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دربار عالی میں قبول فرمائے اور پڑھنے والوں کو ہدایت اخذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالواحد قادری
مدیر مکتبۃ البخاری
یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء

عرض مترجم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!

علامہ ابن قیم کی کتاب ''ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ'' کا اردو ترجمہ میری ایک مخلصانہ کوشش ہے۔ کتاب کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جب میں نے اسکا ترجمہ شروع کیا تو اپنی علمی بے بضاعتی، فکری کم مائیگی اور عدم اہلیت کا احساس ہوا اور کتاب کے قدیم اسلوب، مناظرانہ انداز، طویل جملوں، غامض تراتیب اور تورات وانجیل کی پیچیدہ عبارتوں نے ترجمہ میں بہت دشواریاں پیدا کیں۔ اور قریب تھا کہ میں ہمت ہار بیٹھتا لیکن چچا محترم جناب عبید صاحب اور برادر محترم جناب عبدالمبین صاحب کی ہمت افزائی واصرار پر میں نے یہ کام سرانجام دیا اور حسبِ استطاعت اس کی صحیح ترجمانی کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور قارئین کو استفادہ کی توفیق دے۔

والسلام
زبیر احمد جامعی
قنصلیت الامارات بمبئی
۷/۷/۱۹۹۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور اس کی صحت پر واضح دلیلیں فراہم کیں پھر اعتقاد اور معرفت کے قابل یقین راستوں کی وضاحت کی اور اس کے احکام کو بجالانے نیز حدود کی حفاظت کرنے پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔ اس پر چلنے والوں کے لئے بڑے ثواب اور عظیم کامیابی کے خزانے جمع کئے۔ اس کی تابعداری اور احکام کی بجا آوری کو ہمارے اوپر فرض قرار دیا۔ اس کے ستونوں نیز لوازمات واسباب کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر فرضیت کی مہر ثبت کی۔

غرض کہ یہی وہ دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے اور اپنے انبیاء ورسل اور مقدس فرشتوں کے لئے پسند کیا جس پر چل کر ہدایت یافتہ حضرات نے ہدایت پائی اور انبیاء ورسل نے جس کی دعوت دی۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ (آل عمران۔83)

کیا وہ دین خداوندی کو چھوڑ کر دوسرا دین تلاش کررہے ہیں، حالانکہ آسمان وزمین کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب نے خواستہ ناخواستہ اس کی تابعداری کی ہے اور یہ لوگ بھی اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اس مذہب کے آجانے کے بعد اولین وآخرین میں سے کوئی بھی دین کسی کی جانب سے نہیں قبول کیا جائیگا (بلکہ تمام ادیان کو چھوڑ کر اس کی اتباع واجب ہوگی) جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (آل عمران۔85)

جس نے مذہب اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول کیا تو اس کا دین خدا کے یہاں مقبول نہیں ہوگا بلکہ وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اس دین کے اعزاز میں یہی بات کافی ہے کہ اللہ رب العالمین نے مخلوق کی شہادت سے پہلے خود ہی اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہی دین اس کا پسندیدہ دین ہے، نیز اس کی تعریف کی ہے اس کے ذکر کو بلند کیا ہے اس کے ماننے والوں کو اسی سے مشتق نام عطا کیا (یعنی مسلم کہا) نیز اس بنیاد پر جو قرابت داری مشتمل ہوتی ہے (ان کو مسلمین کہا)

ارشادِ خداوندی ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (آل عمران۔18)

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نیز فرشتوں اور اہل علم نے بھی گواہی دی اس حال میں کہ وہ خدا عدل کو قائم کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب اور حکیم ہے۔

آگے فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران۔19)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لوگوں پر قیامت کے دن کے لئے گواہ مقرر کررکھا ہے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں ان کے قول وعمل نیت واعتقاد میں درستگی وراست روی پائی جاتی ہے۔ اور گذشتہ تقدیر کے نوشتہ ہی میں یہ چیز ان کے لئے مقدر کردی گئی تھی۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ

مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۝ (الحج۔78)

اے مومنو! اللہ کے راستے میں پوری طرح جہاد کرو اس نے تم کو چن لیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی، یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا ہے۔

اسی سورہ میں یہ بھی ارشاد ہے:۔

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ (الحج۔78)

تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں اور تم لوگوں پر گواہ رہو، لہذا نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لو، وہی تمہارا مولیٰ ہے پس کیا ہی بہتر مولیٰ اور مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ یہ دین تمام دینوں میں بہتر ہے جس کے فیصلے سے بہتر اور قول سے سچا کسی کا قول نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ (النسآء۔125)

اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنے کو سراپا خدا کے حوالے کر دیا اس حال میں کہ خدا اس کے اوپر احسان کرنے والا ہے اور اس نے یکسو ہو کر اس ملت ابراہیمی کی اتباع کی ہے جس ابراہیم کو خدا نے اپنا دوست بنایا۔

ایک ادنیٰ بصیرت سے کام لینے والا شخص بھی اس دین کی سچائی کی تمیز کرنے سے عاجز نہیں ہے جس کی بنیاد اور عمارت خدا کی عبادت اور ظاہر و باطن ہر حال میں اخلاص کے ساتھ اس کی رضا کے مطابق عمل پر ہے جس میں مخلوق کے معاملے میں عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں

شیطان کی عبادت کے بجائے رحمان کی عبادت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ان مذاہب کی دروغ گوئی میں بھی کوئی شبہ نہیں کر سکتا جس کی بنیاد نہایت بودے اور ڈھے جانے والے گڑھے کے کنارے ایسی ریتیلی زمین پر رکھی گئی ہے کہ ذرا بھی بوجھ پڑے تو وہ عمارت خود ہی نہیں بلکہ اپنے رہنے والوں کو لے کر بیٹھ جائے اور جہنم میں لا گرا دے۔ مثلاً وہ مذہب جس کی بنیاد آتش پرستی پر ہے، جس میں رحمان اور شیطان و اوثان کے درمیان شرکت کا معاہدہ ہے۔ اسی طرح وہ دین جس کی بنیاد صلیب پرستی پر ہے، جن کے یہاں دیواروں اور چھتوں پر بنی ہوئی تصاویر کی پوجا ہوتی ہے، جن کا نعوذ باللہ یہ گھناؤنا نظریہ ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی عظمت کی کرسی کو چھوڑ کر ماں کے پیٹ میں آ پہنچا، جہاں اس نے حیض کے خون اور آنتوں کی تاریکی میں ایک لمبی مدت گزاری۔ پھر اس کی پیدائش ہوئی اور ایک دودھ پینے والے بچے کی شکل میں آہستہ آہستہ پروان چڑھنے لگا، پھر کھانے پینے پیشاب کرنے، سونے، بچوں کے ساتھ کھیلنے، ٹہلنے غرض کہ بچپن کے تمام حرکات بشریہ سے گزرتا ہوا اس لائق ہوا کہ وہ تعلیم حاصل کر سکے چنانچہ وہ یہودیوں کے بچوں کے ساتھ اسکول جانے لگا، جہاں اس نے حسب استطاعت تعلیم حاصل کی، پھر اس کے ختنے کی نوبت آئی اس کے بعد وہ دور آیا جب کہ یہود نے اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھگانا اور نکالنا شروع کیا اس کو قید کیا اور مختلف قسم کی ذلت ونکبت سے دوچار کیا، پھر اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی، پھر اسے بانس کی بے لگام سواری پر سوار کیا لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے پھر اس کو اس مخصوص سواری (یعنی سولی) پر سوار کیا گیا جس کے تصور سے دل و جسم لرز جاتے ہیں، پھر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو باندھ دیا گیا اور ان پر ایسی کیلیں نصب کی گئیں جو ہڈیوں کو چور چور اور گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں اور وہ یہ فریاد ہی کرتے رہ گیا ''یا قوم ارحمونی'' اے میری قوم کے لوگو مجھ پر رحم کرو لیکن کوئی بھی مدد کے لئے تیار نہیں ہوا۔

انکے نزدیک یہی وہ ہستی ہے جو اوپر نیچے دونوں دنیاؤں کی مدبر ہے جس کے سامنے آسمان و زمین کے تمام لوگ ہاتھ پھیلائے ہیں اور ہر آن وہ ایک نئی شان میں رہتی ہے۔

اس ہستی کے متعلق ان کا یہ بھی تصور ہے کہ اسے موت لاحق ہوئی اور وہ چٹان و پتھریلی مٹی میں دفن کر دیا گیا ان تمام مراحل سے گذرنے کے بعد پھر اچانک قبر سے اٹھ کھڑا ہوا اور عرش پر جا پہنچا جس مذہب کے یہ بنیادی تصورات ہوں تو پھر فروعات کی کیا حالت ہوگی۔

اسی طرح وہ مذہب جس کی بنیاد گھڑے ہوئے افکار و نظریات کے مطابق تمام اجناس اراضی کی مختلف اقسام والوان کے تراشیدہ معبودوں کی عبادت پر ہے جس کے سامنے وہ عاجزی و انکساری کرتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، جن کا خدا، ملائکہ، کتب و رسل اور قیامت کے دن سزا و جزا پر کوئی ایمان نہیں ہے۔

اسی طرح اس مبغوض امت کا بھی دین ہے جو خدا کی خوشنودی سے بالکل اسی طرح نکل گئے ہیں۔ جیسے کہ سانپ اپنے کانچلی سے نکل جاتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور ذلت کی مار پڑی ہے۔ جنھوں نے توراۃ کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بدلے حقیر اور ادنیٰ چیز کو خرید لیا جس کی وجہ سے خدا کی توفیق ان سے رخصت ہوگئی، ذلت و رسوائی نے ان کو آگھیرا۔ خدا اور اس کے رسول نیز فرشتوں کے دوست کے بجائے شیطان کے دوست ٹھہرے۔

اسی طرح ان بودے اور ڈھے جانے والے مذاہب میں وہ مذہب بھی ہے جن کی بنیاد ان نظریات پر ہے کہ خدا کا وجود صرف ذہن میں ہے خارج میں نہیں۔ نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ ہی اس سے جدا اور علیحدہ ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا بھی نہیں اور نہ ہی مخلوقات میں سے کسی چیز کا علم رکھتا ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل بھی نہیں کر پاتا۔ حیات قدرت اور اختیار کی صفت سے وہ کورا ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے چھ دن میں پیدا نہیں کیا بلکہ ان کا وجود ہمیشہ سے ہے اور خدا کے وجود کے ساتھ ساتھ ان کی پیدائش ہوئی ہے، عدم کے پردے سے یہ وجود میں نہیں آئے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے فنا کرنے پر وہ قادر ہے، کسی انسان پر نہ تو کوئی کتاب نازل ہوئی اور نہ کوئی رسول بنا کر بھیجا گیا۔ لہٰذا کوئی شریعت نہیں جس کی اتباع کی جائے کوئی رسول نہیں جن کی اطاعت کی جائے اس

دنیا کے بعد کوئی دنیا نہیں جس کو تسلیم کیا جائے۔ اور اس دنیا کی کوئی ابتداء و انتہا نہیں قبر سے اٹھائے جانے کی کوئی حقیقت نہیں، جنت و جہنم کا کوئی وجود نہیں۔ صرف نو افلاک دس عقول اور چار ارکان ہیں۔ افلاک گردش کرتے ہیں، ستارے سیر کرتے ہیں ارحام لوگوں کو پیدا کرتے ہیں اور زمین نگلتی جاتی ہے، غرض کہ یہی دنیا بس سب کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ (الجاثیۃ۔ 24)

کفار کہتے ہیں کہ یہی دنیا سب کی زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں ہم کو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے، حالانکہ اسکے متعلق انھیں کچھ علم نہیں صرف بیان کا گمان ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بیوی بچوں سے بے نیاز ہے، اس سلسلے میں تمام باطل پسندوں کی بہتان تراشی اور مکذبین کی غلط بیانی سے پاک ہے مشرکین کے شرک سے بالکل منزہ اور ملحدین کے خرافات سے مبرا ہے اس کے باوجود بھی جنھوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔ انھوں نے اللہ پر افترا پردازی کی ضلالت و گمراہی کے قعر مذلت میں جا گرے اور کھلم کھلا اپنے نفس کو خسارے میں ڈال دیا۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (المومنون۔ 92-91)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کوئی لڑکا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اگر ایسی بات ہوتی تو ہر معبود اپنی پیدا کردہ مخلوق کے ساتھ الگ ہو جاتا اور بعض بعض کے اوپر غلبہ حاصل کرتا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس چیز سے جس کے ساتھ وہ اس کی صفت بیان کرتے ہیں وہ بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کے مخلوقات میں سب سے بہتر اور پسندیدہ ہیں، اس کے وحی کے امین نیز اس کے اور بندوں کے درمیان سفیر ہیں اللہ نے آپ کو ایسے بہترین ملت و شریعت کے ساتھ مبعوث کیا ہے جو تمام دنیا والوں کے لئے خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، عربی ہوں یا عجمی شہری ہوں یا دیہاتی سب کے لئے یکساں طور پر حجت اور روشن دلیل ہے۔ آپ کی ذات وہ ہے جس کے بارے میں گذشتہ کتب منزلہ نے خوشخبری سنائی۔ رسولوں نے خبر دیا جن کا چرچا ہر زمانے کے دیہاتوں اور شہروں نیز اگلی امتوں میں ہوتا رہا، جن کے نبوت کی بشارت حضرت آدمؑ کے زمانے سے حضرت عیسیٰؑ کے زمانے تک دی جاتی رہی، جن کے لئے ہر آنے والے نبی سے یہ معاہدہ کرایا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے نبوت کی بشارت دیں گے۔

جب یہ سلسلہ حضرت موسیٰؑ تک پہنچا تو انہوں نے بنی اسرائیل کے سامنے کھلم کھلا آپ کی نبوت کی بشارت ان الفاظ میں دی:۔

جاء الله من طو سيناء واشرق من ساعير واستعلن من جبال فاران۔

خداوند قدوس طور سینا کی جانب سے نمودار ہوا پھر سعیر سے اس کی تجلی روشن ہوئی اور فاران کی چوٹی سے اس کا ظہور ہوا۔

آپ کے بعد اللہ کے محبوب بندے اور رسول اس کے روح اور وہ کلمہ ہیں جس کو مریم بتول کی طرف اللہ نے ڈالا یعنی حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہوا، جنھوں نے آپ کی نبوت کے بارے میں سب سے زیادہ واضح طور پر خبر دی اور بنی اسرائیل کے ناپسند کرنے کے باوجود بھی صادق ناصح نے انھیں نصیحت کی اور فرمایا:۔

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ○ (الصف۔6)

اے لوگو! میں خدا کا رسول بنا کر تمھاری طرف بھیجا گیا ہوں، اس توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

خدا کی قسم یہ اعلان آپ کی نبوت کے متعلق حضرت مسیح کا تھا جس کو شہری اور دیہاتی تمام لوگوں نے سنا لہٰذا جو مومن اور مصدق تھے انہوں نے اس پر لبیک کہا اور ملحدوں کافروں پر خدا کی حجت قائم ہوگئی۔ اللہ کی ذات بلند ہے اس چیز سے جو کہ باطل پسندوں افتراء پردازوں اور کذابین اور ملحدین نے اس کے بارے میں گھڑ رکھا ہے۔

پھر آپ نے اپنے بھائی اور لوگوں میں سب سے زیادہ آپ سے قریب، ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلند آواز میں اس بات کی شہادت دیتے ہوئے اعلان کیا کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ کائنات کے رئیس اور حق جل شانہ، کے وہ روح ہیں جو اپنی جانب سے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ وہی کہیں گے جو اللہ کی جانب سے آپ پر وحی کی جائے گی لوگوں کو ان تمام چیزوں کے متعلق باخبر کریں گے جو اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ حق کی رہنمائی کریں گے غیب کی خبریں دیں گے، لوگوں کے سامنے تاویلات بیان کریں گے، غلطی پر اہل دنیا کی سرزنش کریں گے، شیطان کے ہتھکنڈے سے لوگوں کو نجات دلائیں گے ان کی شریعت آخری زمانے تک باقی رہے گی، غرض کہ آپ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے نام اوصاف اور سیرت کے بارے میں ان سے اس طرح وضاحت کر دی گویا کہ آپ کو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔
پھر آپ نے لوگوں کو پکارا کہ آؤ نماز کی طرف اس امام المرسلین اور بنی آدم کے سردار کے پیچھے آؤ کامیابی کی طرف آپ کی اتباع کر کے کیونکہ آپ کی اتباع اور آپ کے متبعین کے زمرے میں شامل ہو جانا ہی درحقیقت کامیابی کا باعث ہے۔ پھر اذان دی اور اقامت کہی، پھر مڑے اور فرمایا کہ میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا عنقریب میں لوٹوں گا اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھوں گا یہ میرا تم

سے معاہدہ ہے اگر تم نے اس کی حفاظت کی تو آخری ایام تک تمہاری بادشاہت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کا نزول کرے، کیونکہ آپ نے رسول ﷺ کی رسالت کے متعلق لوگوں کو نصیحت کر کے انسانیت کی بہترین خیر خواہی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کی تصدیق کی، آپ اور آپ کی ماں حضرت مریم کے متعلق دشمنوں اور مغضوبین کی تمام افترا پردازیوں کا قلع قمع کیا اسی طرح اس ہستی کو جو کہ حضرت عیسیٰؑ کا خالق اور مرسل ہے تثلیث کے اس نظریے سے منزہ کیا جو صلیب پرستوں نے اس کے متعلق قائم کر رکھا تھا۔ اور اس کی طرف منسوب کئے گئے تمام نقائص اور عیوب کو باطل ٹھرایا۔

امابعد۔ حمد وثنا کے بعد۔ اللہ جل شانہٗ جس کا نام بابرکت، جس کا مرتبہ عالی ہے اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اسلام کو ایک حفاظت گاہ بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کی طرف پناہ ڈھونڈے ایک ڈھال بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کو مضبوطی سے تھام لے یہ ایک ایسا حرم کہ جو بھی اس میں داخل ہوا وہ مامون و محفوظ ہے یہ ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس نے بھی اس میں پناہ لی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اور جس اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب کسی جانب سے نہیں قبول کیا جائے گا اگر چہ وہ اس پر چلنے میں پوری طاقت صرف کر دے اللہ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا یہاں تک کہ اس مذہب نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا ہر اس گوشے تک جا پہنچا جہاں سورج کی شعائیں پہنچتی ہیں ان تمام جگہوں پر اس کی رسائی ہوئی جہاں دن رات ہوتی ہے۔ دعوت اسلامی نے بلندی کے ایسے عظیم منازل طے کئے کہ اس کی جڑ زمین میں قائم رہی اور شاخیں آسمان تک جا پہنچیں۔ اس کے ظاہر ہوتے ہی تمام ادیان پر خاموشی طاری ہوگئی اور تمام امتوں نے عاجزی وانکساری کے ساتھ اس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دیا۔

منادی اسلام نے اس کے نشان امتیاز کو لے کر شمس وقمر کے درمیان آسمانی فضا میں بانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ:۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ، واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جس کی بلند آہنگ آواز نے شیطان کی دعوت باطل کر دی جس سے بت پرستی سرد پڑ گئی آتش پرستی مضمحل ہوگئی۔ تثلیث کا نظریہ رکھنے والے صلیب پرستوں کی رسوائی ہوئی۔ امت مغضوبہ کو اس طرح نیست و نابود ہونا پڑا جیسے کہ سنگلاخ زمین سے سراب مٹ جاتا ہے۔ کلمہ اسلام کو سرفرازی نصیب ہوئی لوگوں کے دلوں میں اس کا اعلیٰ نمونہ جاگزیں ہوگیا اس کی دلیلیں اور براہین تمام امتوں پر دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں قائم ہوگئیں، غرض کہ ہر اعتبار سے بلندی کے اعلیٰ ترین چوٹی پر پہنچ گیا۔ اللہ نے اس کی حکومت اور اس کے ہمنواؤں کے لئے انصار و مددگار مقرر کئے جنہوں نے اس کے جھنڈے کو لہرایا، اس کے حدود و احکام کو رد و بدل ہونے سے محفوظ رکھا۔ اور اپنے اسلاف کی اتباع کرتے ہوئے انھیں کی طرح دین کی تبلیغ شروع کی لوگوں کو حلال و حرام سے آگاہ کیا جس کے نتیجے میں لوگوں نے اس کے شعائر کی تعظیم کی اس کے احکامات کو سیکھا اور پھر حجت و بیان کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ
(الفتح۔ 29)

وہ موٹا ہوگیا اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑا ہوگیا جس کو دیکھ کر کسان خوش ہوتے ہیں اور کفار کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

اس طرح اس کی عمارت بلند ہوتی گئی کیونکہ اس کی بنیاد رضاء الٰہی اور تقویٰ پر تھی جب کہ دوسرے مذہب کی بنیاد نہایت بودے ڈھے جانے والے گڑھے کے کنارے اور ایسی ریتیلی زمین پر ہے جو ذرا بوجھ پڑنے پر گر جانے والا ہے۔

پس بابرکت ہے وہ ذات جس کا مرتبہ بلند جس کا کلمہ اعلیٰ جس کی شان لائق تعظیم اور جس کی

بنیاد مستحکم ہے اور اس کے معاندین ومخالفین کو ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی، انھیں بدترین چوپائے ہونے کا تمغہ دیا گیا، ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا تاکہ ملاقات کے دن ان کی اچھی مہمان نوازی ہو سکے حتی کہ انھیں چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ٹھہرایا گیا، کیونکہ انہوں نے توحید کے بدلے شرک اختیار کیا ہدایت کے بدلے گمراہی کو ترجیح دی اسلام کے بجائے کفر سے وابستہ رہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے کفر کے علماء اور عباد کے لئے ایسا فیصلہ کیا ہے جس فیصلے کو تمام ذوی العقول حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً ٥ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ٥ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ٥ (الکہف۔103-106)

اے نبی ﷺ ان سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں۔ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے، قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے ان کی سزا جہنم ہے اس کفر کے بدلے جو انھوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے تھے۔

فصل

اسلام سے روگردانی اختیار کرنے پر دھمکی

اس شخص کا انجام کیا ہوگا جس نے اپنے رب کی توحید اور اطاعت سے روگردانی اختیار کی۔ اس کے احکام و دعوت کی سربلندی کے لئے براہ راست کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ اس کے رسول کی تکذیب کر کے اطاعت سے انکار کیا۔ اس کے شریعت و دین سے اعراض کر کے اغیار کے روش کی خوشہ چینی کی۔ اس کے عہد کی پاسداری کا کوئی خیال نہ رکھا اس کی ذات سے جہالت کو سربلندی نصیب ہوئی، دل سے بغض و عداوت کفر و عصیان کو تقویت ملی، اعضاء و جوارح سے مخالفت و نافرمانی کو عروج حاصل ہوا، غرض کہ اس کا ہر قدم اللہ کے احکام کی تکذیب ومخالفت میں لگا ہوا ہے وہ انھیں چیزوں کو بجالاتا ہے جس کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے اور ان چیزوں کے کرنے سے باز رہتا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ وہ خدا کی رضاء وغضب کی رعایت کئے بغیر اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے۔

چنانچہ وہ انھیں لوگوں کو دوست بناتا ہے جو اللہ کے دشمن ہیں اور ان لوگوں کو اپنا دشمن گردانتا ہے جو اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ کی غیر پسندیدہ چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور بندوں کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

اِتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (الجاثیہ۔23)

اس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے جان بوجھ کر اس کو گمراہ کر دیا۔

جس کی پاداش میں اللہ نے اس کو بہرا، گونگا اور اندھا بنا دیا، چنانچہ وہ دنیا و آخرت کا ایسا گھاٹا ہے جس نے دونوں کامیابیوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیا، اور دنیا کی رسوائی نیز آخرت کے عذاب پر راضی رہا، نفع بخش تجارت کو گھٹیا اور پست تجارت کے بدلے بیچ دیا، یہی وجہ ہے کہ اس کا دل خدا کی

یاد سے مڑا ہوا ہے، جنت اور اللہ کی رضا و قربت کی طرف پہنچنے کے راستے اس کے لئے مسدود ہیں وہ شیطان کا دوست اور رحمٰن کا دشمن ہے، کفر و شرک کا حامی و مددگار ہے اس کے مقابلے میں مسلمانوں نے خدا کو اپنا رب مانا۔ اسلام کو اپنا دین سمجھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول تسلیم کیا اور بقیہ لوگوں نے صلیب اور بت کو اپنا الٰہ بنایا، تثلیث و کفران کا دین ٹھہرا، گمراہی و غضب کے راستے ان کی راہ بنے۔ اس خالق کے نافرمان ٹھہرے جس کی اطاعت کے بغیر سعادت کا حصول محال ہے، اور اس کی جگہ ان مخلوقات کی فرمانبرداری کی جن کی اطاعت کا صلہ صرف یہ ہے کہ اس کے دنیا و آخرت سب برباد ہو جائے۔

(ان حضرات کے انجام کی نوعیت یہ ہوگی کہ) جب ان سے قبر میں ان کے رب نیز دین اور رسول کے متعلق سوال کیا جائے گا تو ان کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ ہوگا کہ ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نے نہ جاننے کی کوشش کی اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ پڑھا بلکہ اسی حالت میں تمھاری زندگی گذری، اور موت سے بھی دوچار ہوئے تو پھر انشاء اللہ قیامت کے دن بھی اسی حالت پر اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اس کی قبر اس کے اوپر آگ سے بھڑک اٹھے گی، اور قیامت تک کے لئے اس کے اوپر اس طرح تنگ ہو جائے گی جیسے کہ لوہے کا ٹکڑا نیزے سے چمٹا رہتا ہے۔

اور جب وہ دن آئے گا کہ قبروں سے تمام مدفون کو نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ مخفی ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ و پڑتال کی جائے گی۔ اور لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے اور پکارنے والا پکارے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ (یٰس۔59)

اے مجرمین کی جماعت آج تم الگ ہو جاؤ۔

پھر ہر عابد کے سامنے اس کے معبود کو لایا جائے گا جس کی وہ دنیا میں پرستش کرتا تھا اور اللہ

تعالیٰ فرمائے گا (اس حال میں کہ سب خاموش ہوں گے) کیا یہ میری جانب سے عدل کی بات نہیں ہوگی۔ کہ دنیا میں جو شخص جس سے دوستی کرتا تھا اس سے مل جائے، تو اس وقت کفار پر اس چیز کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی جس پر وہ تھے اور اس کے بُرے ٹھکانے اس کے اوپر ظاہر ہو جائیں گے اور کفار جان لیں گے کہ وہ خدا کے دوست نہ تھے بلکہ اس کے دوست صرف مومنین و متقین تھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

(التوبۃ۔ 105)

اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم عمل کرو عنقریب خدا اس کے رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور تم اس ہستی کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غائب و حاضر تمام چیزوں کا جاننے والا ہے، لہٰذا وہ تم کو تمہارے عمل کے متعلق خبر دے گا۔

فصل

بعثت نبوی سے پہلے اقوام عالم کی حالت

جب اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس وقت روئے زمین پر دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک اہل کتاب کا طبقہ تھا دوسرا زنادقہ کا، جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، اہل کتاب سب سے افضل مانے جاتے تھے۔ ان کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ گروہ تھا جن کو مغضوب علیہم کا خطاب ملا اور دوسرا وہ گروہ تھا جن کو ضالین کا تمغہ ملا۔

امت مغضوبہ وہ دروغ گو یہود ہیں، جو انتہائی بہتان طراز افترا پرداز، حیلہ ساز، انبیاء کے قاتل، سود خور بدترین خصلتوں کے حامل، رحمت خداوندی سے کوسوں دور اور انتقام کے سب سے

زیادہ مستحق، نیز بغض وحسد، حرص وبخل، جادوگری وفریب دہی میں استاد اور دنیا کی تمام برائیوں کا پلندہ اور اخلاقی گراوٹ کا پیکر ہیں، جنہوں نے اپنے کفر وشرک کے مخالفین کی ہمیشہ بے حرمتی کی ہے مومنین کے لئے نہ تو کسی قسم کی قرابت داری کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اور نہ اپنے موافقین کے لئے ان کے دل میں شفقت ورحمت ہے نہ اپنے شریک کار کے ساتھ ان کے یہاں عدل وانصاف ہے نہ ہی ان کے ملنساروں کے لئے حفظ وامان ہے، اور نہ اپنے مالکوں کے لئے ان کے پاس خیر خواہی ہے۔ بلکہ وہ سب سے زیادہ خبیث عقلمند وچالاک اور دھوکے باز ہیں، بہت مشکل ہے کہ ان میں کوئی سلیم العقل پایا جائے، مخلوقات میں سب سے زیادہ تنگ دل اور تاریک گھر رکھنے والے لوگ ہیں، ان کے برتن سب سے زیادہ بدبودار اور ان کے عادات واطوار سب سے بُرے ہیں۔
ان کا سلام لعنت ان کی ملاقات بدفالی اور ان کا لباس غصہ وناراضگی ہے۔

دوسری قسم گمراہ صلیب پرست مثلثہ کی ہے جنہوں نے اللہ کے بارے میں ایسی سخت وست باتیں کہی ہیں جو کسی نوع بشر نے نہیں کہا۔

انہوں نے اللہ کی وحدانیت، یکتائیت، صمدیت کا انکار کر دیا۔ اور اس بات کا اقرار کرنے سے باز رہے کہ اس نے کوئی اولاد نہیں پیدا کی اور نہ وہ پیدا کیا گیا نہ اللہ کا ہم مثل کوئی ہے نہ ہی اس کو تمام مخلوقات سے برتر قرار دیا، بلکہ اس کے بارے میں ایسی بے بنیاد باتیں کہیں کہ:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝

قریب ہے کہ آسمان وزمین پھٹ جائیں اور پہاڑ ڈھے جائیں۔ (مریم۔90)

ان کے عقیدہ کی بنیاد تثلیث پر ہے۔ (یعنی اللہ روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام) مریم اس کی بیوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں، اللہ اپنے عظمت کی کرسی سے اتر کر اپنی بیوی سے جا ملا جہاں اس نے اپنی خواہش پوری کی پھر وہ مختلف حالات سے گذر کر مقتول ومدفون ہو۔

ان کا دین صلیب پرستی اور دیواروں پر بنے ہوئے سرخ وزرد رنگ کی تصاویر پرستی ہے وہ اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں اے معبود کی ماں تو ہم کو روزی دے ہمیں رحمت وبخشش سے ڈھانپ

لے۔ اسی طرح ان کا دین شراب نوشی، سود خوری، ترک ختنہ، نجاسات میں عبادت کرنا، ہاتھی سے لے کر مچھر تک ہر خبیث چیز کو مباح سمجھنا۔ پادریوں کی حلال وحرام کردہ چیزوں کو حلال وحرام سمجھنا اور ان کے وضع کردہ دین کو اختیار کرنا ہے وغیرہ جو ان کے لئے گناہوں سے معافی اور جہنم سے آزادی کا سبب بنے گا۔

یہ تو ان لوگوں کی حالت کا بیان تھا جو اہل کتاب تھے، لیکن وہ گروہ جس کے پاس کوئی کتاب نہ تھی، وہ بت پرستوں، آتش پرستوں، شیطان پرستوں اور ان ستارہ پرست بددینوں کی جماعت تھی جن کو شرک نے ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا تھا۔ رسولوں کی تکذیب، شریعت کی تعطیل اور قیامت کے دن اٹھائے جانے کی تردید کرنے میں سب مساوی تھے۔ وہ کسی بھی دین کے ذریعے خالق کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی عبادت گذاروں کے ساتھ اس کی عبادت کرتے اور اس کی توحید کا اقرار کرتے تھے۔

مجوسیوں میں ایک طبقہ ان لوگوں کا تھا جو اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ ہمبستری کرتا، اور پھوپھیوں خالاؤں کی تو بات ہی چھوڑیے صرف بانسری بجانا ان کا دین تھا ان کا کھانا پینا مردار اور شراب تھا۔ آگ ان کا معبود تھی اور شیطان ان کا ولی تھا۔

مختصر یہ کہ ان کا مسلک ومذہب اور اعتقاد وایمان مخلوقات میں سب سے برا تھا۔

دوسری جانب وہ بددین صابئہ، زنادقہ وملحد فلاسفہ تھے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے نہ اس کے فرشتوں اور کتابوں پر، نہ رسولوں پر ان کا اعتقاد تھا نہ قیامت کے دن پر۔ ان کے نزدیک مبداء و معاد کی کوئی حقیقت نہ تھی، عالم کا کوئی ایسا قادر مطلق نہ تھا جو اپنے اختیار سے اپنے ارادوں کو کر گذرنے والا ہو ہر چیز کا علم رکھنے والا ہو، اوامر ونواہی کا حکم دینے والا ہو۔ رسولوں کا مرسل اور کتابوں کا نازل کرنے والا ہو محسن کو اس کی نیکی کا بدلہ دینے والا ہو اور عاصی کو اس کے جرم کی سزا دینے والا ہو۔

ان کے اصحاب رائے کے نزدیک صرف نو افلاک، دس عقول، اور چار ارکان ہیں۔ اور ایک

سلسلہ ہے جس سے تمام موجودات عالم جڑے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دین حنیف جو تنہا اللہ کا دین ہے وہ ان تمام ادیان باطلہ کی تاریکی میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ ایسی حالت میں جب اللہ رب العالمین نے دنیا والوں کی جانب نگاہ کی تو چند اہل کتاب کے علاوہ تمام عرب وعجم نے اس کو غصے میں ڈال دیا۔

چنانچہ اس نے اس گھٹاٹوپ تاریکی کے اندر رسالت کا ایک چمکتا ہوا سورج نمودار کیا، اور تمام دنیا کے لوگوں پر اتنا عظیم احسان کیا جس کے شکریہ کا حق وہ ادا نہیں کر سکتے، اس رسالت کے نور سے پوری روئے زمین جگمگا اٹھی۔ ہر چہار جانب اور عالم میں اس کی روشنی پھیل گی اور دین حنیف پھر قائم ودائم ہوگیا۔

اس خدائے لم یزل کا ہزار ہا شکر ہے۔ جس نے ہم کو محمد ﷺ کے ذریعے اس تاریکی سے بچایا۔ اور ہدایت کے ایسے دروازے کھولے جو قیامت تک بند ہونے والے نہیں، ہمیں اس روشنی میں ان گمراہ ومضلین کی شناخت کرادی۔ جو گمراہی وجہالت میں بھٹک رہے ہیں۔ شک وتردد میں پڑے ہوئے ہیں وہ ایمان رکھتے ہیں تو جبت وطاغوت پر شرک کرتے ہیں تو اللہ رب العالمین کے ساتھ علم رکھتے ہیں تو صرف دنیاوی زندگی کے بارے میں سجدہ کرتے ہیں تو صلیب وبت، سورج وچاند کا مکر کرتے ہیں تو اپنے نفسوں ہی کے خلاف۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران۔ 164)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوپر بڑا احسان کیا جبکہ ان میں انھیں کے درمیان سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ (البقرۃ۔ 152-151)

جیسے کہ ہم نے تمہارے درمیان تمھیں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے جو تمہارے اوپر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تم کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور وہ چیزیں بتاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ لہٰذا مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا، اور میرا شکریہ ادا کرو اور نافرمانی نہ کرو۔

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم کو ایک ایسی شریعت دے کر غنی بنایا جو حکمت و اچھی باتوں کی دعوت دیتی ہے۔ عدل واحسان کا حکم نیز فحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ اس کا بہت بڑا احسان ہے جو اس نے مجھے اپنے اس عظیم نعمت سے نواز کر تمام لوگوں پر فوقیت دی۔ مزید اس بات کی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس نعمت پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے اور توبہ ورحمت کے دروازے کھول دے۔

محسن کے احسان مندی کا اعتراف۔ اسکے فضل واحسان کا اظہار۔ اسکے انعامات کثیرہ پر جتہ کے کامل ہونے کا اقرار ہی دراصل اس کی ذات تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اپنے اعتراف تقصیر کو ہم خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ اور اپنی خطاؤں گناہوں غلطیوں اور کوتاہیوں کو جنہوں نے اسکی نعمت کے استحقاق سے ہمیں محروم کر رکھا ہے، متاع حسنہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ کامیابی اور جہنم سے نجات کی امید رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض اعتراف گناہ تمام نیکیوں اور طاعات پر بھاری ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے اندر کسی قسم کا شائبہ نہ ہو بلکہ خالص خدا کی خوشنودی اور بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ خدا کی بخشش کے دامن سے بندہ لپٹ جائے اور اس سے خیر کی توقع رکھے غلطیوں سے خدا کی پناہ مانگتا رہے اور نہایت ہی عاجزی وانکساری کے ساتھ خوشی وغمی تمام حالتوں میں اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر اپنی تنگ دستی کا اظہار اور سوال کرتا رہے۔ پھر جس کو بھی خدا کی رحمت کے جھونکے پہنچ گئے اور اس کی نظر کرم مل گئی تو اس کو پژمردہ لوگوں کے

درمیان تازگی مل گئی اس کا گھر نیکیوں سے آباد ہو گیا، غم و حسرت کے ہجوم نے اس کو الوداع کہا۔

اذا انظرت الی نظرة راحم　　　فی الدهر یوما اانی لسعید

اور جب تو میری جانب زمانے میں کسی دن بھی رحم کی نگاہ سے دیکھ لے تو میں خوش قسمت ہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی تردید کرنا اللہ کے حقوق میں سے ہے

اللہ رب العالمین کے حقوق جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں، ان میں ایک حق یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اس کے رسول اور دین پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی، زبان و قلم سے تردید کی جائے۔ ان سے تیغ و سنان سے جہاد کیا جائے یا کم سے کم اس کو برا جانا جائے۔ جو ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اور جس کے ختم ہونے سے ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے سامنے بہت سے مسائل ایسے آئے جن کو ملحد کافروں نے بعض مسلمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن وہ اس کا جواب نہ دے سکے اور نہ اس بیماری کا علاج کر سکے جو ان کے اندر پائی جاتی تھی، بلکہ ان کافروں کی پٹائی کر کے اس کا علاج کرنا چاہا اور چند کوڑے رسید کر دیئے جس کے نتیجے میں ان ملحدین نے اسلام پر یہ بہتان تراشی کی کہ ہمارے صحاب صحیح کہتے ہیں کہ اسلام صحیفے کے بجائے تلوار کے زور سے پھیلا ہے، پھر تو ضارب و مضروب دونوں الگ ہو گئے اور حجت کا سلسلہ دونوں کے درمیان ختم ہو گیا، یہاں تک کہ اس کا جواب دینے والے عزم مصمم کے ساتھ کمر بستہ ہوئے اور خدا کی مدد کے طالب بن کر اس پر توکل کر کے صرف اس کی رضا جوئی کی خاطر جواب دینے کے درپے ہوئے اور عاجز جاہلوں کا رویہ انہوں نے نہیں اختیار کیا کہ کفار کے معاملے کو بحث و مباحثہ کے بجائے کوڑے سے حل کریں۔ کیونکہ یہ میدان جنگ سے بھاگنا اور عاجزی و کمزوری کی طرف جھکنا ہے جب کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ کافروں سے قتال ان کے

سامنے دعوت پیش کر دینے کے بعد کیا جائے۔ تاکہ ان کے اوپر حجت قائم ہو جائے اور عذر کا موقع نہ ملے۔ ارشاد خداوندی ہے:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال۔42)

تاکہ ہلاک ہو جائے جو بینہ کے بعد ہلاک ہو اور زندہ رہے جو بینہ کے بعد زندہ رہا۔

تلوار صرف حجت کے نفاذ، معاند کی اصلاح اور سرکش کی سرکوبی کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحدید۔25)

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع، یہ اس لئے کیا گیا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

پس اسلام کا قیام قرآن پاک کے ذریعہ ہوا اور سلف صالحین کی تلواروں نے اس کے احکام کو نافذ کیا:

فما هو الا الوحی او حد مرهف
یقیم ضباه اخدعی کل مائل
فهذا شفاء الداء من کل عاقل
وهذا دواء الداء من کل جاهل

اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس کی توفیق دے بس وہی وہ ذات ہے جو خیر کے دروازے کھولنے والا ہے اور اس کے اسباب مہیا کرنے والا ہے۔

مسائل الکتاب

اس کتاب کا نام ''ھدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیھود و النصاری'' ہے۔جس کو میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔قسم اول مسائل کے جواب میں ہے اور قسم دوم میں محمد ﷺ کی رسالت کو ہر قسم کے دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جس سے یہ کتاب نہایت مفید اور خوش نما ہو کر منظر عام پر آئی ،جس کا مطالعہ کرنے والا نہ اکتا سکتا ہے اور نہ ہی غور وفکر کرنے والا کبیدہ خاطر ہوسکتا ہے۔یہ کتاب دنیا وآخرت دونوں کے لئے مفید ہے یہ ایمان میں زیادتی کا ذریعہ اور حقیقی لذت کا سامان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی رسالت کے متعلق جو بھی علامتیں اور براہین پائی جاتی ہیں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی جو بھی بشارتیں انبیاء کرام نے دی ہیں۔آپ کے نام وعلم اور صفات وکردار کے متعلق جو بھی تذکرہ اگلی کتابوں میں ہے سب اس میں مذکور ہے۔

ادیان صحیحہ و باطلہ کی تمیز ان کے جاگزیں ہو جانے کے بعد ان کے فساد کی کیفیت اہل کتاب کا طرز عمل پھر اس پر ان کی ذلت وخواری ندامت وپشیمانی اور انبیاء کرام سے دوری نیز ان کی زبان سے ان کے حق میں کفر وشرک کی گواہی کا بیان ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت سے نوادرات کا بذکرہ ہے۔جس کا دوسری کتابوں میں ملنا مشکل ہے۔

والله المستعان و علیه التوکل

فھو حسبنا ونعم الوکیل

صرف ریاست کی لالچ نے اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے سے نہیں روکا

(المسألۃ الاولیٰ) سائل کا پہلا سوال یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے نزدیک اہل کتاب کے اسلام میں داخل نہ ہونے کی وجہ صرف ریاست اور روزی وروٹی کی ہوس تھی۔

(تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تمام لوگ اسی ہوس کا شکار ہو گئے ہوں اور اسی بنا پر اتنے سارے لوگ اسلام قبول کرنے سے باز رہ گئے ہوں)

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ الزام سراسر غلط ہے۔نہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں اور نہ کافر ہی،اور نہ مسلمانوں نے یہ بات کہی ہے۔اور اگر ان کے بعض عوام الناس نے کہا بھی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری جماعت بھی اسی نظریے کی حامی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں ان کی تعداد ان لوگوں کے بنسبت بہت ہی کم ہے جو اس میں داخل ہوئے ہیں۔بلکہ اکثر امتیں اسلام میں بغیر جبر واکراہ کے بخوشی داخل ہوئی ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت پانچ قسم کے لوگ پوری دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ (۱) یہود (۲) نصاریٰ (۳) مجوس (۴) صابئہ (۵) مشرکین۔

انھیں لوگوں کی حکومت مشرق سے لے کر مغرب تک ساری روئے زمین پر تھی یہودیوں کی اکثریت یمن،خیبر،مدینہ اور اس کے اطراف میں تھی۔کچھ لوگ شام کے اطراف میں نصاریٰ کی ماتحتی میں تھے اور ان کی ایک جماعت فارس میں مجوس کی ماتحتی میں تھی۔ایک فرقہ سرزمین عرب میں تھا جس میں خیبر اور مدینہ کے یہود معزز یانے جاتے تھے۔

نصاریٰ نے پوری روئے زمین ڈھانپ رکھا تھا،شام میں سب نصاریٰ ہی تھے مغربی دنیا

کے بیشتر حصوں میں انھیں کی آبادی تھی۔ اسی طرح مصر، حبشہ، نوبہ، جزیرہ، موصل، سرزمین نجران اور اس کے علاوہ بہت سے ملکوں پر ان کا تسلط تھا۔

مجوسیوں کے ہاتھ میں فارس اور اس کے اطراف کی حکومت تھی۔ صابئہ کی آبادی حران اور روم کے بہت سے شہروں میں تھی۔ مشرکین کے تحت پورا جزیرہ عرب بلاد ہندوترک اور اس کے اطراف کے حصے تھے۔

غرض کہ پوری انسانیت کا مذہب انہیں پانچوں مذاہب کے اندر تھا۔ اور دین حنیف سے وہ بالکل بے خبر تھے۔ یہ پانچوں مذاہب شیطان کے ہیں جیسا کہ ابن عباس اور ان کے علاوہ نے کہا ہے:

الادیان ستة واحد للرحمن وخمسة للشیطن

مذاہب چھ ہیں جن میں ایک رحمٰن کا اور پانچ شیطان کا مذہب ہے۔

ان چھ ادیان کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ٥ (الحج۔17)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی بن گئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

جن نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ کی اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی دعوت پر اکثر ادیان نے لبیک کہا اور دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں کیا گیا۔ صرف قتال انھیں لوگوں سے ہوا جو لڑائی کرتے تھے بقیہ جن لوگوں نے صلح کر لیا تھا ان سے نہ قتال ہوئی اور نہ کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کیا گیا۔ بلکہ اللہ کا یہ حکم ہمیشہ سامنے رہا۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ۔ 256)

دین میں کوئی زبردستی نہیں جب کہ ہدایت گمراہی سے ظاہر ہوگئی۔

آیت کریمہ میں نفی نہی کے معنیٰ میں ہے ای لاتکرهوا احدًا علی الدین کسی کو دین پر مجبور مت کرو۔ اسلام کے اس بنیادی اصول کی اہمیت کا اندازہ اس آیت کے شان نزول سے ہوتا ہے وہ شان نزول یہ ہے کہ اسلام سے پہلے مسلمانوں کے کچھ بچے یہودی اور نصرانی بن گئے تھے جب ان بچوں کے آباء واجداد ایمان لے آئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو بھی زبردستی مسلمان بنانا چاہا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو منع فرمایا۔ اور انھیں اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت دی۔

یہ آیت کریمہ عام ہے جن کا حکم ہر کافر کے لئے ہے اور ان اہل عراق اور اہل مدینہ کے قول کے موافق ہے جنہوں نے تمام کفار سے جزیہ لینے کو جائز قرار دیا ہے ان کے نزدیک چند بت پرستوں کو چھوڑ کر ہر ایک کو اس بات کا اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ دین کے اندر داخل ہو یا جزیہ ادا کرے۔

جو بھی نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ غور سے کرے گا اس پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آپ نے کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا بلکہ آپ نے صرف انھیں لوگوں سے قتال کیا جو آپ سے قتال کے لئے تیار ہوئے اس کے مقابلے میں وہ لوگ جنھوں نے آپ سے معاہدہ کر رکھا تھا تو جب تک وہ اس معاہدے پر قائم رہے آپ نے معاہدہ نہیں توڑا بلکہ اللہ رب العالمین نے آپ کو ایسے لوگوں کے معاہدے اس وقت تک برقرار رکھنے کا حکم دیا جب تک کہ وہ معاہدہ پر باقی رہیں۔ ارشاد ہوا:۔

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ (التوبہ۔ 7)

جب تک کہ وہ تمہارے لئے (اپنے معاہدہ پر) قائم رہیں تم لوگ بھی ان کیلئے قائم رہو۔

چنانچہ آپ نے اس حکم کی سخت پابندی کی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ نے یہودیوں سے مصالحت کر لی تھی اور انھیں اپنے دین پر باقی رہنے دیا تھا لیکن جب انہوں نے معاہدے کو توڑ دیا اور آپ کے خلاف برسرپیکار ہوئے تو آپ نے بھی ان سے قتال کیا پھر ان میں بعض کے اوپر

احسان بھی کیا بعض کو جلاوطن کر دیا اور بعض سرکشوں کو قتل کرا دیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے کفار مکہ سے دس سال کے لئے معاہدہ کیا تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہے آپ نے ان سے کوئی تعارض نہیں کیا، لیکن جب انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا اور قتال کے لئے آمادہ ہوئے تو آپ نے بھی ان سے لڑائی کی۔

اسی طرح کفار احد، خندق اور بدر کے دن آپ سے لڑائی کرنے کے لئے آئے پھر بھی اگر وہ پلٹ گئے تو آپ نے ان سے لڑائی نہیں کی۔

کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا بلکہ لوگ بخوشی اس کے اندر اس وقت داخل ہو گئے جب ہدایت اور نبی کریم ﷺ کی حقانیت ان کے اوپر ظاہر ہو گئی۔

اہل یمن یہودی تھے، جب اللہ کے رسول ﷺ نے معاذ بن جبل کو ان کے پاس بھیجا، تو آپ نے ان سے کہا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ لہٰذا تم انھیں سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دینا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تبلیغ سے بہت سے یہودی بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح عبداللہ بن سلام کے علاوہ مدینہ میں بہت سے یہودی ایسے تھے جنھوں نے بغیر کسی دنیاوی لالچ اور تلوار کے خوف کے اسلام قبول کیا۔ اور ان کا اسلام لانا ایسے نازک دور میں بغیر تلوار کے خوف اور کسی تمغہ کی لالچ میں ہوا جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، ان کی طاقت کمزور تھی اس کے مقابلے میں کفار کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی اور ان کی طاقت بہت مضبوط بھی۔ اسلام لانا کیا تھا۔ اپنے اقرباء و خاندان ماں، باپ اور جمیع اہل خانہ سے دشمنی مول لینا تھا، چنانچہ انھیں ان حالات سے گذرنا بھی پڑا، اعزہ و اقارب چھوٹ گئے۔ مال و متاع سے محروم ہونا پڑا۔

کفار کی مار و گالیاں اور مختلف قسم کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں لیکن اس کے باوجود بھی صبر و استقامت کا پہاڑ بنے رہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کا آغوش اسلام میں داخل ہونا کسی ریاست و مال کی لالچ میں نہیں تھا بلکہ بخوشی اس کی خوبیوں کو دیکھ کر داخل ہوئے تھے۔

(مذکورہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام اپنی فطری خوبیوں کی بنا پر پھیلا نہ کہ جبراً وقہراً پھیلایا گیا، اور یہ کہ یہود کا ایک بڑا طبقہ بخوشی اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

جتنا ہی دبائیں گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

(پھر سائل کا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام کا انکار کیا تھا اور اکثریت کی رائے کو ترجیح دی جائے گی کسی صورت میں درست نہیں۔)

کیونکہ اگر چہ بہت سے احبار و رہبان ایمان نہیں لائے تھے لیکن پھر بھی ان لوگوں کی تعداد ایمان لانے والون کے مقابلے میں کم تھی۔ بلکہ کفار کے اکثر بیشتر فرقوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ سرزمین شام جس کی آبادی صرف نصاریٰ پر مشتمل تھی چند کو چھوڑ کر سب کے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام نہ لانے والوں کی قلت تعداد ایسی ہی تھی جیسے کہ سفید بیل کے جسم پر کوئی کال بال ہو۔

اسی طرح مجوس جن کی تعداد بہت زیادہ تھی سوائے چند لوگوں کے سب کے سب مسلمان ہو گئے اور ان کے ممالک اسلامی بن گئے۔ ان میں جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کو جزیہ ادا کر کے ذلت کی زندگی گذارنی پڑی اسی طرح اکثر بیشتر یہودیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا سوائے ایک چھوٹی جماعت کے جس کے افراد مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے تھے۔

لہٰذا جاہل معترض کا یہ اعتراض کھلا جھوٹ اور بہتان ہے اور اگر ایسی بات ہے بھی تو یہ قوم نوح کے مثل ہوئے۔ جنھوں نے حضرت نوحؑ کے ساڑھے نو سو برس تبلیغ کرنے کے باوجود بھی ایک قلیل تعداد میں دعوت قبول کی تھی۔ جس پر قرآن شاہد ہے:۔

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (ھود۔ 40)

صرف چند لوگ ان پر ایمان لائے۔

جب کہ ان کی تعداد ان دونوں مبغوض اور گمراہ امتْ سے کہیں زیادہ تھی۔ اسی طرح قوم عاد اور قوم ثمود کی حالت تھی جنھوں نے کفر پر اتفاق کر رکھا تھا اور نشانیوں کو دیکھ لینے کے باوجود بھی اسی

کفر وفسق پر مصر رہے۔جس کی پاداش میں اس کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا اور سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (حٰم السجدۃ۔17)

ثمود کو ہم نے ہدایت کا راستہ دکھلایا لیکن انہوں نے ہدایت کے بجائے اندھاپن کو پسند کیا۔

دوسری جگہ ہے:۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۗ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ (العنکبوت۔38)

عاد وثمود کی بستیاں تمہارے لئے ظاہر ہو گئیں جن کے اعمال کو شیطان نے مزین کر دیا اور انہیں صراط مستقیم سے روک دیا حالانکہ وہ صاحب عقل وبصیرت تھے۔

لہٰذا جب قوم نوح اور عاد وثمود جیسی بڑی امتیں بصیرت رکھنے کے باوجود کفر وفسق پر اتفاق کر سکتی ہیں تو ان مغضوب وگمراہ یہود ونصاریٰ کا کفر پر اتفاق کر لینا کوئی محال بات نہیں۔اور اس سے آپ کی صداقت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوگا۔

اسی طرح فرعون کی قوم جن کی تعداد بہت زیادہ تھی انہوں نے کھلم کھلا نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود بھی حضرت موسیٰ کے انکار پر اتفاق کر لیا۔ان میں صرف ایک شخص نے ایمان قبول کیا اور وہ بھی اپنے ایمان کو چھپائے پھرتا تھا،اسی طرح یہود جو حضرت مسیح کے زمانے میں اپنی کثرت تعداد کی بنا پر پورے ملک شام کو ڈھانپے ہوئے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (الاعراف۔137)

اور وہ لوگ جو کمزور تھے ہم نے ان کو زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنایا جس میں ہم نے برکت دی۔

لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے متفقہ طور پر حضرت مسیح کی تکذیب کی۔جب کہ ان میں بڑے بڑے پادری علماء اور زہاد بھی تھے۔اور صرف حواریوں کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔

لہٰذا جب یہود کے عباد وزہاد،علماء وفقہاء اور ان کے علاوہ وہ لوگ حضرت مسیح کے انکار نبوت پر واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی اتفاق کر سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کی نبوت کے انکار کرنے میں انہیں کون سا مضائقہ ہوگا خاص طور سے چوپاہوں سے بڑھ کر گمراہ نصاریٰ تو اس کو اپنے لئے بدرجہ اولیٰ جائز سمجھیں گے۔

اور سائل کا یہ اعتراض کہ چونکہ اکثریت نے آپ کی نبوت کی تکذیب کی اس بن پر وہ حق پر نہیں تھے تو یہ اعتراض تمام انبیاء پر پڑے گا۔اور ہر ایک کی نبوت کو جھٹلانا پڑے گا۔

اور اگر یہ مانا جائے کہ انبیاء حق پر تھے اور ان کے مخالفین کثرت سے ہونے کے باوجود باطل پر تھے تو نبی کریم ﷺ کے جھٹلانے والے بدرجہ اولیٰ باطل پر ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر امت کی اکثریت نے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی تھی صرف چند ذلیل وحقیر لوگوں نے انکار کیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ ان امتوں کے داخل ہونے کی وجہ سے اسلام کا دائرہ دیکھتے ہی دیکھتے مشرق ومغرب میں پھیل گیا۔

بھلا بتاؤ کہ پہلے کے مقابلے میں آج ان نصاریٰ کی تعداد کتنی ہے جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔اسی طرح یہود ومجوس وصابیہ میں کتنے لوگ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہے اور گذشتہ انبیاء کی امتوں کے مکذبین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے ان امتوں کی تکذیب کا تذکرہ اور انجام کار کا بیان قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (المومنون۔44)

پھر ہم نے مسلسل رسول بھیجے جب جب کوئی رسول کسی امت کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی بس ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے لگا دیا اور ہم نے ان کو تذکرہ بنا دیا پس دوری ہو ایسی قوم کے لئے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔

آیت کریمہ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب پر اتفاق کر رکھا تھا جس کی پاداش میں وہ یکسر ہلاک کر دیئے گئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ o اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ o (الذاریٰت۔53-52)

یوں ہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے۔ نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

یہ بات بالکل قطعی طور پر معلوم ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان بڑی امتوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک کہ ان کے سامنے ہدایت کے راستے واضح نہیں کر دیئے۔ ہدایت کے واضح کر دینے کے بعد ہی ان کی سرکشی پر عذاب نازل کیا ورنہ اگر ہدایت کا بیان نہ کیا جاتا تو ان کو ہلاک نہ کرتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ o (القصص۔59)

ہم کسی بستی کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب اسکے باشندے ظالم ہو جائیں۔

دوسری جگہ ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۗ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ o (یونس۔ 98)

کسی بستی کو (عذاب دیکھ لینے کے بعد) اس کے ایمان نے فائدہ نہیں پہنچایا سوائے قوم یونس کے، جب وہ ایمان لے آئے تو ذلت کا عذاب دنیا میں ہم نے ان سے ہٹا دیا اور ایک مدت تک کے لئے زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا۔

اور یہ بات بھی بالکل ثابت ہے کہ انبیاء میں سے کسی نبی کی جستجو اور اتباع کرنے والے اتنے

زیادہ نہیں ہوئے جتنا کہ محمد ﷺ کے متبعین ہیں۔ آپ کے متبعین کی تعداد یہود ونصاریٰ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔

اور ایک ادنیٰ عقل سے کام لینے والا شخص بھی اس حقیقت میں شک وشبہ نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ کے مخالفین ومعاندین میں جو گمراہی جہالت اور فساد عقل پایا جاتا ہے وہ آپ کے متبعین ومصدقین میں نہیں۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے لوگ جنہوں نے مشرق ومغرب پوری روئے زمین کو ڈھانپ رکھا ہے وہ مختلف طبیعتوں اور جداگانہ اغراض ومقاصد رکھنے کے باوجود بھی ان کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کہتے ہیں، جب کہ یہ بات بالکل ثابت ہے کہ جو شخص دعویٰ رسالت میں خدا پر جھوٹی بات کہے وہ سب سے بڑا ظالم کاذب اور فاجر شخص ہے۔

(لہٰذا معلوم ہوا کہ اتنی بڑی جماعت کا اتفاق غلط چیز پر نہیں ہے)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت پر اکثر امتوں کا اتفاق کر لینا اس کی خاطر اپنا گھر بار اعزہ واقارب، مال وجائداد کو چھوڑ دینا حتی کہ اپنے نفس کو بھی اس کے راستے میں قربان کر دینا یہ زیادہ محال بات ہے اور اس کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی جماعت کا چند دنیاوی اغراض ومقاصد کے تحت کفر پر اتفاق کر لینا محال نہیں بلکہ عین ممکن ہے۔ لہٰذا مسلمان جو عقل وسمجھ کے اعتبار سے تمام اقوام عالم میں سب سے افضل ہیں اور جن کی تعداد نے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ ان کا باطل چیز پر اتفاق ہو نہیں سکتا۔

ان بچھڑے کے پجاریوں اور صلیب پرستوں کی عقلیں کہاں بھٹک رہی ہیں جن کے عقول پر مسلمان عقلاء نے ماتم کیا اور معبود کے متعلق ان کے بیانات کو ہنسی کا سامان بنایا ہے۔ جب یہ گمراہ نصاریٰ اس بات پر اتفاق کر سکتے ہیں کہ اللہ رب العالمین جو زمین وآسمان کا خالق ہے وہ اپنی عظمت کی کرسی کو چھوڑ کر ماں کے پیٹ میں داخل ہو گیا، جہاں حیض وخون کے درمیان ایک

مدت تک پڑا رہا پھر پیدا ہوا اور دودھ پینے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہوا۔ پھر ایک وقت آیا کہ وہ کھانے پینے لگا اور مختلف قسم کے حوادث خوشی وغمی آرام وتکلیف سے دوچار ہوا پھر ابلیس کی قید سے تمام انبیاء کرام کو نجات دلانے کے لئے اس نے ایک حیلہ کیا اور وہ حیلہ یہ تھا کہ اس نے اپنے آپ کو یہود کے حوالے کر دیا تا کہ وہ اسے خوب تکلیف دے لیں اور انبیاء اس کے بدلے نجات پا جائیں، چنانچہ یہود نے اسے پکڑا اور قید کیا پھر اسے گھسیٹتے ہوئے سولی تک لے گئے، اور تمام لوگ آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگوں سے فریاد کرتا اور روتا تھا، یہاں تک کہ سولی کے قریب لائے اور کانٹے سے تاج پوشی کی پھر طمانچے سے اس کے چہرے پر زدوکوب کیا، پھر اس کو سولی پر کھڑا کیا اور ہاتھ پاؤں پر تیر برسائے پھر سولی دے دی۔

یہ خیال ان کے علماء وفقہا احبار ورہبان کا ہے۔ یہاں تک کہ انھیں میں سے ایک شخص نے یہ کھل کر کہہ دیا کہ جس ہاتھ نے آدم کو پیدا کیا اور بنایا اسی پر کیلیں نصب کی گئی تھی پھر سولی دی گئی تھی۔

تو نبی کریم ﷺ کے نبوت کی تکذیب پر ان کا اتفاق کر لینا کوئی بعید بات نہیں، جب کہ آپ نے ان کے مذہب کی قلعی کھول کر رکھ دی تھی۔ ان کی کذب بیانی اور اللہ پر سب وشتم کو بیان کر دیا تھا، حضرت عیسیٰؑ پر ان کی افتراء پردازی اور دین میں تحریف وتبدیلی کی حقیقت کو واضح کر دیا تھا۔ ان کی مخالفت ودشمنی پر آپ کمر بستہ ہو گئے تھے، ان سے قتال کیا تھا، ان کا رشتہ حضرت عیسیٰؑ سے بالکل کاٹ دیا تھا ان کے متعلق جہنم کا ایندھن بننے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے انھیں نے بدرجہ اولی آپ کی مخالفت کی ہوگی اور ان کے مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی بنی ہوگی۔

لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کو جس چیز نے اسلام میں داخل ہونے سے روک دیا وہ صرف ریاست ومال ودولت کا طمع تھا، یہ سراسر مسلمانوں پر بہتان ہے، بلکہ مسلمان ریاست ودولت کی حرص کو بھی منجملہ اسباب میں ایک بنیادی سبب مانتے ہیں جس کا اظہار خود اہل کتاب کے بعض مناظر علماء کی زبان سے ہوا ہے۔

مثلاً ہم سے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ مناظرہ کیا جب ان کو اپنے فساد مذہب کا یقین ہو گیا تو انہوں نے صاف صاف یہی کہا کہ اگر ہم اسلام میں داخل ہو جائیں تو معمولی مسلمانوں میں ہمارا شمار ہوگا، اور ہماری کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی، جب کہ ہم اپنے مذہب میں رہ کر اپنے ہم مذہب کے مال وجاہ کے مالک ہیں اور ہمارا ایک اچھا خاصہ مقام ان کے نزدیک ہے۔

یہی وہ چیز تھی جس نے فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی ملت میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔

حق کے قبول کرنے میں جو اسباب مانع ہیں ان کا بیان

وہ اسباب جو انسان کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتے ہیں۔ ان میں ایک سبب جہالت ہے یعنی آدمی اس حق سے ناواقف ہو، اور یہ سبب اکثر لوگوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

پس جو شخص کسی چیز سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس سے اس کے علمبرداروں سے دشمنی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، اور جب اس جہالت کے ساتھ ساتھ حق کے حکم دینے والے سے بغض وحسد نیز دشمنی پیدا ہو جاتی ہے تو حق کے قبول کرنے میں یہ چیز اور زیادہ مانع ثابت ہوتی ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کو اپنے آباء واجداد اور محبوب ومعظم لوگوں کے طریقے سے اندھی محبت ہو تو ان کی تقلید اس کو اور زیادہ روکتی ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ حق اس کے اور اس کی عزت وشہرت، جاہ ومرتبت، خواہشات واغراض کے درمیان حائل ہو جائے گا، تو یہ اور زبردست مانع بنتا ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب خاندان وقوم سے اپنے نفس مال وجاہ پر خوف کھانے لگے تو حق کے قبول کرنے میں یہ سبب اور بڑھ کر مانع ہو جاتی ہے۔

جیسے کہ آپ کے زمانے میں ملک شام میں نصاریٰ کے بادشاہ ہرقل پر خوف طاری ہوا تھا۔ اس نے حق کو پہچانا پھر اس میں داخل ہونے کا بھی ارادہ کیا لیکن اس کے مصاحبین نے اس کی موافقت نہیں کی، جس کی بنا پر اس کو اپنے نفس پر خطرہ لاحق ہو گیا اور اسلام سے روگردانی کر گیا۔

دوسرا بنیادی سبب حسد ہے۔ حسد نفس کے اندر ایک پوشیدہ بیماری ہے۔ حسد کا شکار شخص جب کسی کی فضیلت و انعامات کو دیکھتا ہے۔ تو اس مخصوص بیماری کی بنا پر اس کی مخالفت پر تل جاتا ہے اور اس کا ساتھ دینے سے رک جاتا ہے، حسد ہی وہ بیماری تھی جس نے ابلیس کو حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ آدم کو ہمارے اوپر فضیلت دی جارہی ہے تو اس کا تھوک حلق میں رک گیا۔ اور ملائکہ کے زمرے سے نکل کر ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کر گیا یہی وہ بیماری ہے جس نے یہود کو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے سے روک رکھا تھا، حالانکہ وہ آپ کے متعلق قطعی طور پر جانتے تھے کہ آپ نبی برحق ہیں جو اللہ کی جانب سے واضح نشانیاں اور ہدایت لائے ہیں۔ اور ان کے درمیان بڑے بڑے علماء و زہاد امراء و ملوک، قضاۃ و حکام بھی موجود تھے۔ پھر حضرت عیسیٰ کوئی ایسی شریعت بھی نہیں لائے تھے جو ان کے مخالف تھی بلکہ آپ توراۃ ہی کے احکام کو لائے تھے۔ آپ نے ان سے کوئی لڑائی نہیں کی۔ ان کی شریعت کو بالکل برقرار رکھا البتہ بعض ایسی چیزوں کو آپ نے حلال قرار دیا جس کو یہود نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ جس میں خود انھیں کی بھلائی تھی کیونکہ تخفیف کر کے آپ نے ان پر احسان کیا تھا۔

غرض کہ آپ صرف حضرت موسیٰ کی شریعت کی تکمیل کے لیے آئے تھے، لیکن پھر بھی یہود نے آپ کا انکار کیا۔ تو نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرنے سے وہ کیسے باز رہ سکتے ہیں۔ جب کہ آپ ان کے خلاف ایک مستقل شریعت لے کر آئے تھے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا تھا پھر آپ نے ان کی کجروی وضلالت کا اعلان کر کے انھیں رسوا کر دیا۔ ان کو جلاوطن کیا ان سے لڑائیاں لڑیں اور ہر مرتبہ ان کو مغلوب کیا۔ لہٰذا حسد کا پیدا ہونا بالکل یقینی تھا۔

اور صرف یہی ایک سبب ان کو اسلام سے باز رکھنے میں کافی تھا پھر جب اس کے ساتھ ساتھ ریاست و مال و دولت کے زوال کا بھی مسئلہ ہو تو اس کا انجام بالکل ظاہر ہے۔

مسور بن مخرمہ جو ابوجہل کے بھانجے تھے انہوں نے ابوجہل سے کہا کہ ماموں ذرا بتایئے کہ کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے محمد ﷺ کو آپ لوگ جھوٹا سمجھتے تھے، ابوجہل نے کہا میرے

بھانجے محمد ﷺ ایک ایسے جوان تھے جو ہمارے درمیان امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے ہم نے ان پر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا، مسور نے کہا تو پھر ماموں کیوں آپ ان کی اتباع نہیں کرتے، ابوجہل نے کہا اے میرے بھانجے ہم نے اور بنو ہاشم نے شرف و بزرگی میں مقابلہ کیا، جب انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا۔ انہوں نے پانی پلایا تو ہم نے بھی پلایا انہوں نے پناہ دی تو ہم نے بھی پناہ دی، یہاں تک کہ جب سواری پر بیٹھ گئے اور ہماری مثال بازی کے دو گھوڑوں کی تھی، تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم میں نبی پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہم اسے کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔

اخنس بن شریق نے بدر کے دن ابوجہل سے کہا، اے ابوالحکم مجھے محمد کے صادق یا کاذب ہونے کی خبر دیجئے، اس لئے کہ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی قریش کا آدمی نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سن سکے ابوجہل نے کہا خدا کی قسم محمد سچے ہیں۔ اور آپ نے کبھی جھوٹی بات نہیں کہی لیکن بات یہ ہے کہ اگر بنو قصی ہی کو سرداری۔ کعبہ کی نگہبانی، حاجیوں کے پانی پلانے اور نبوت کا شرف سب کچھ حاصل ہو گیا تو بقیہ قریش کے لئے کیا رہ جائے گا۔

یہود کے علماء نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے

یہود کے علماء نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے اپنے ایک بنو قریظہ کے شیخ نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسد و ثعلبہ ابنی شعبہ اور اسد بن عبید کا اسلام لانا کیسے ہوا، میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا کہ شام کا ایک یہودی جس کا نام ابن الہیبان تھا ہمارے پاس آیا اور مقیم ہو گیا، خدا کی قسم میں نے کسی آدمی کو اس سے بہتر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے دو سال پہلے آیا تھا؛ ہمارے یہاں جب بھی قحط سالی پڑتی تو ہم اس سے پانی کی دعا کرنے کے لئے باہر

نکلنے کی درخواست کرتے وہ کہتا کہ ہم اس وقت تک نہیں نکلیں گے جب تک کہ تم لوگ اپنے نکلنے سے پہلے ایک صاع کھجور یا دو مد کی مقدار جو، صدقہ نہ کردو گے، چنانچہ ایسا کرنے کے بعد ہم حرا پہاڑ کے اردگرد اس کیساتھ نکلتے اور دعا کرتے۔ خدا کی قسم اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی زوردار بارش شروع ہو جاتی اور پہاڑی راستوں سے پانی بہنے لگتا، ایسا واقعہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بارہا پیش آیا اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ہم لوگ اس کے پاس اکٹھا ہوئے اس نے کہا اے قوم یہود کیا تم جانتے ہو کہ سرسبز وشاداب زمین کو چھوڑ کر اس قحط زدہ زمین میں مجھے کون سی چیز لائی تھی لوگوں نے جواب دیا آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہاں مجھے ایک نبی کے خروج کی توقع تھی جن کا زمانہ بالکل قریب آچکا ہے اسی لئے میں آیا تھا یہ شہران کی ہجرت گاہ ہے، پس تم ان کی اتباع خروج ہوتے ہی کرنا تا کہ کوئی اس معاملے میں تم پر سبقت نہ لے جائے، ورنہ یہ بھی جان لو کہ وہ اپنے مخالفین کا خون بھی بہائیں گے، عورتوں بچوں کو بھی قید بھی کریں گے۔ پھر ابن الہیبان کا انتقال ہو گیا۔ پھر جس رات بنوقریظہ پر آنحضور ﷺ کو فتح حاصل ہوئی تو ان تینوں نوجوانوں نے کہا کہ خدا کی قسم اے یہود یہ وہی نبی ہیں جن کے متعلق ابن الہیبان نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔ یہود نے کہا یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم وہ صفت ان کے اندر پائی جاتی ہے پھر وہ اتر آئے اور اسلام لے آئے اور اپنے اموال اور اہل خانہ کو چھوڑ دیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس قلعے کے اندر ان کے اموال بھی تھے لیکن جب قلعہ کھولا گیا تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا گیا۔

ابن اسحٰق نے دوسری سند سے محمود بن لبید کا واقعہ نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے گھروں کے درمیان یہودی رہتے تھے ایک دن ان کی قوم بنی عبدالاشہل کا ایک واعظ ہمارے پاس آیا۔ اس نے بعث قیامت جنت جہنم حساب ومیزان کا تذکرہ کیا یہ بات چونکہ اس نے ان بت پرستوں کے سامنے کہی تھی جو موت کے بعد کسی زندگی کا تصور نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے چند دنوں پہلے کی بات ہے، لہٰذا انہوں نے اس کو جھٹلا دیا، اور کہنے لگے کہ

کیا یہ ممکن ہے کہ انسانی موت کے بعد ایک ایسی دنیا میں لایا جائے جہاں جنت وجہنم ہو اور اپنے اعمال کا بدلہ ملے، یہودی نے کہا ہاں خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے گھر میں ایک بہت بڑا تنور گرم کرو اور خوب آگ سے بھڑکا دو پھر مجھ کو اس میں ڈال دو پھر اس کو اوپر سے بند کر دو بشرطیکہ میں اس کے بدلے عذاب سے نجات پا جاؤں، لوگوں نے پوچھا کہ اس کی علامت کیا ہوگی۔ اس نے یمن اور مکہ کی طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں شہروں کی طرف ایک نبی مبعوث ہوں گے، انہوں نے پھر سوال کیا کہ ہم انہیں کب دیکھیں گے۔ اس نے نگاہ اٹھائی اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا (اس وقت میں اپنے گھر کے باہر دروازے پر لیٹا ہوا تھا۔ اور قوم میں سب سے کم سن تھا۔) اگر اس بچے کی عمر پوری اتر گئی تو یہ ان کا زمانہ پالے گا۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت وہ یہودی لوگوں میں باحیات تھا۔ پھر ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن وہ حسد میں انکار کر بیٹھا، ہم نے اس سے کہا اے فلاں تم تو ہمیں اس کے بارے میں خبر دیا کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ نبی وہ نہیں ہیں جس کے متعلق میں نے تم کو باخبر کیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن قتادہ نے یہ بیان کیا کہ ان سے ان کے بہت سے شیوخ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق اہل عرب میں سے کوئی بھی شخص ہم سے زیادہ جاننے والا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے درمیان اہل کتاب یہودی رہتے تھے اور ہم بت پرست تھے ان کو جب ہماری جانب سے کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو کہتے کہ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ بالکل قریب آچکا ہے، ہم ان کی اتباع کر کے تم کو قوم عاد وارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے، لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی تو ہم نے آپ کی اتباع کی اور انہوں نے کفر کیا۔ لہٰذا ہمیں دونوں فریق کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٥ (البقرہ۔ 89)

اور یہ یہودی آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے کفار کے مقابلے میں آپ کے ذریعے فتح طلب

کرتے تھے لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو انہوں نے پہچاننے کے باوجود بھی کفر کیا۔ پس کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔

حاکم اوران کے علاوہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اے اللہ ہمارے لئے تو اس نبی کو مبعوث کردے جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ خیبر کے یہودی اور قبیلہ غطفان کے درمیان لڑائی جاری تھی، ان کی جب آپس میں مڈبھیڑ ہوئی تو یہودیوں کو شکست اٹھانی پڑی، اس وقت یہودیوں نے اس دعا سے پناہ طلب کی، اے اللہ ہم محمد ﷺ کے حق کے ساتھ نصرت کی فریاد کرتے ہیں جو تو نے ہم سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ کو آخری زمانے میں ہمارے لئے مبعوث کرے گا۔ یہ دعا انھوں نے میدان جنگ میں آنے کے وقت کی چنانچہ غطفان کو شکست ہوگئی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا تو انھوں نے آپ کا انکار کردیا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ (البقرہ۔ 89)

اوراس سے پہلے وہ لوگ کفار کے خلاف فتح ونصرت کی دعا کرتے تھے۔

حاکم اوران کے علاوہ لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ جب بنونضیر مدینہ سے جلاوطن کردیے گئے تو عمرو بن سعد آیا اس نے ان کے گھروں کا چکر لگایا اور ویرانیت دیکھی پھر وہ بنوقریظہ کے پاس گیا وہ کینسہ کے اندر تھے اس نے ان کا بگل بجا کر سب کو اکٹھا کیا۔ زبیر بن باطا نے کہا اے ابوسعید کیا بات ہے آج آپ نظر نہیں آئے ابوسعید کی حالت یہ تھی کہ وہ کلیسا سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے اور عبادت گذارتھے۔

انہوں نے جواب دیا کہ آج میں نے ایسی سبق آموز مثالیں دیکھی ہیں جن کی صحت پر یقین کر چکا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے وہ بھائی جنھیں عزت وشہرت فضیلت ومرتبہ حاصل تھا بڑے عقل مند ہوشیار مانے جاتے تھے وہ جلاوطن ہوگئے اپنے اموال غیر کے حوالے کر گئے اور

انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ نکلنے پر مجبور ہوگئے، توراۃ کی قسم جس جماعت کی خدا کو ضرورت ہو پھراس پراس طرح عذاب مسلط کردے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس سے قبل اس نبی نے کعب بن اشرف کو اپنے گھر میں مامون ومحفوظ رہنے کے باوجود بھی قتل کرادیا تھا اسی طرح یہود کے سردار ابن سنینہ کا انجام ہوا، بنوقینقاع جو یہودیوں میں سب سے معزز مانے جاتے تھے۔ اور جن کے پاس سامان ہتھیار اور امداد کی بھی کوئی کمی نہیں تھی ان پر جب اس نبی نے حملہ کیا تو اتنا زبردست محاصرہ کیا کہ جس نے بھی اپنا سر نکالا قید کرلیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ صلح پر مجبور ہوگئے اور اس شرط پر ان سے صلح کی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر جلاوطن ہو کر زندگی گذاریں، چنانچہ تمام لوگ جلاوطن ہوگئے۔ اے میری قوم یہ تمام معاملہ تم لوگوں نے دیکھ لیا، لہٰذا تم میری اتباع کرو اور چل کر ہم اس نبی پر ایمان لے آئیں۔ خدا کی قسم تم یقینی طور پر جانتے ہو کہ یہ نبی ہیں اور انھیں کی شخصیت ونبوت کے متعلق ابن الہیبان اور عمرو بن حواس نے بشارت دی تھی جو کہ یہود کے سب سے بڑے عالم تھے اور بیت المقدس سے آپ کی آمد کی توقع لے کر آئے تھے۔ ہم کو آپ کی اتباع کا حکم دیا تھا۔ پھر یہ تلقین بھی کی تھی کہ تم میں جو شخص رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرے وہ میرا اسلام آپ تک پہنچادے۔ پھر ان کا انتقال اپنے مذہب ہی پر ہوگیا اور ہم نے ان کو اپنے حرے میں دفن کردیا، یہ سن کر تمام لوگوں پر سکوت طاری ہوگیا۔ زبیر بن باطا نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ کی صفات کے متعلق خاص طور سے اس کتاب التوراۃ میں پڑھا ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی نہ کہ اس مثانی میں جس کو ہم لوگوں نے گڑھ لیا ہے۔ کعب بن اسد نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن پھر کون سی چیز تم کو محمد ﷺ کی اتباع کرنے سے روکتی ہے زبیر بن باطا نے جواب دیا کہ تم نے، اس نے کہا خدا کی قسم میں تمہارے اور محمد کے درمیان کبھی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ زبیر نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو اگر تم اتباع کرلو تو ہم بھی اتباع کرلیں گے۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم بھی انکار کردیں گے۔ پھر عمرو بن سعد کعب بن اسد کے پاس آئے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق ان کے دونوں بڑے عالموں کا قول یاد دلایا۔ کعب نے کہا کہ میں نے ان کے متعلق جو بات کہی ہے وہی رہے گی، کیونکہ میری طبیعت یہ گوارہ نہیں کرتی

ہے کہ میں اتباع کروں یہی وہ غرور تھا جس نے فرعون کو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے سے روک دیا تھا۔ اس کے اوپر جب ہدایت ظاہر ہوگئی تو اس نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا لیکن اس کے وزیر ہامان نے اس کو یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ ابھی تک تم معبود تھے اور تمہاری پوجا ہوتی تھی اب تم خود دوسرے کو رب مان کر اس کی عبادت کرو گے۔ فرعون نے کہا تم صحیح بات کر رہے ہو۔

ابن اسحٰق نے حضرت صفیہ کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے والد اور چچا ابو یاسر کے نزدیک سب سے محبوب بیٹی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے تو یہ لوگ آپ کی خدمت میں صبح گئے اور شام کو لوٹے۔ میں نے اپنے چچا کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا یہ وہی نبی ہیں، انہوں نے کہا خدا کی قسم وہی ہیں۔ چچا نے کہا کہ کیا تم ان کی علامت پہچانتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں، چچا نے پھر کہا کہ ان کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے، میرے باپ نے کہا، خدا کی قسم پوری زندگی میں نے ان سے دشمنی کروں گا۔ غرض کہ اس مغضوب امت کے اسلاف انبیاء کرام سے دشمنی کرنے میں قدیم زمانے سے مشہور رہے ہیں، جیسے حضرت موسیٰؑ سے ان کی دشمنی کا تذکرہ قرآن میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ (الاحزاب۔69)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰؑ کو تکلیف پہنچائی تھی۔ پھر اللہ نے آپ کو اس چیز سے بری ٹھرایا جو انہوں نے کہہ رکھا تھا، اور اللہ کے نزدیک ان کا ایک مقام تھا۔

اور ان کے خلف انبیاء کے قاتل رہے ہیں جنہوں نے حضرت زکریا، یحیٰ بہت سے نبیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ ایک دن میں ستر نبیوں کو قتل کیا پھر دن کے آخری حصے میں اپنا بازار بھی گرم کیا گویا کہ ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں اسی طرح حضرت مسیح کے قتل کرنے اور سولی دینے کے درپے ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو بچا لیا اور ان کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا بلکہ آپ کے مثل ایک شخص

کی صورت کر دی جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور اسے پکڑ کر سولی دے دیا، پھر انہوں نے آنحضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ کئی بار بنایا لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ان سے بچاتا رہا۔

لہٰذا جس امت کی یہ حالت ہو وہ بیان کردہ اسباب کے تحت اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو ترجیح دے چکے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

نصاریٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں جبکہ انہوں نے خدا کو گالی دی ہے

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس گمراہ صلیب پرست قوم نے خدا کو قبیح ترین گالیاں دینے پر اتفاق کر رکھا ہے جس کو عقل صراحتاً باطل قرار دیتی ہے۔ پھر بھی اگر ان کی آنکھیں اس بات کے دیکھنے سے بالکل اندھی ہیں تو ان بیہودہ دماغ رکھنے والوں کا محمد ﷺ کا گالی دینا آپ کی نبوت کا انکار کرنے میں صراصر عقل کی مخالفت کرنا کوئی محال بات نہیں بلکہ انہوں نے آپ کے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ اتنی مضحکہ خیز نہیں جتنی ان کی بعض باتیں خدا کے متعلق مضحکہ خیز ہیں، مثلاً اللہ رب العالمین کے متعلق ان کا یہ بنیادی نظریہ ہے کہ اسے سولی دی گئی ہے طمانچے سے مارا گیا ہے۔ کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی ہے پھر دفن کر دیا گیا ہے۔ پھر تیسرے دن وہ قبر سے اٹھ کر آسمان میں جا پہنچا ہے اور عرش کی کرسی پر جلوہ افروز ہو کر نظام عالم کی تدبیر میں مشغول ہو گیا ہے۔

لہٰذا جب اللہ رب العالمین کے بارے میں انہوں نے ایسی خرافات باتیں گھڑ رکھی ہیں۔ تو پھر اس نبی کے نبوت کی تکذیب میں انھیں کیوں جھجک ہو سکتی ہے جس نے ان کی اللہ اور اس کے رسول پر دشنام طرازی لعنت و ملامت دشمنی و مخالفت کفر و انکار اور ہر لغزش کی نشاندہی علی رؤوس الاشہاد کر دی ہے۔ حضرت مسیح کی ان سے برأت کا اعلان کر دیا ہے پھر اس پر مزید یہ کہ ان سے لڑائیاں بھی کی ہیں، انھیں ذلیل و خوار بنا کر جلا وطن بھی کیا ہے۔ ان پر جزیہ کی ادائیگی بھی فرض کر

چکے ہیں اور ان کے بارے میں یہ پیشگوئی بھی کی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور خدا کی بخشش سے دور ہوں گے۔ ان کو گدھے اور تمام چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

صلیب کے متعلق نصاریٰ کی حماقت کا بیان

جس امت کی حالت یہ ہو کہ اس کے معبود کو ان کے گمان کے مطابق سولی دی گئی ہو۔ پھر بھی وہ سولی کو جلانے اور بے حرمتی کرنے کے بجائے اس کی پرستش کرتے ہوں جو امت اپنے خالق کا حق نہ پہچانتی ہو بلکہ اسے گالیاں دیتی ہو، کبھی اس کو خدا کہتی ہو کبھی خدا کا بیٹا کبھی اس کے بارے میں تثلیث کا اعتقاد رکھتی ہو۔

جو امت خالق سمٰوٰت والارض کے متعلق یہ گھناؤنا نظریہ رکھتی ہو۔ کہ وہ بندوں کے عذر کو منقطع کرنے کے لئے بذات خود عرش کی کرسی کو چھوڑ کر زمین پر اتر آیا تھا، اور لوگوں سے خود کلام کیا تھا، پہلے وہ حضرت مریمؑ کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور ان سے ایک حجاب حاصل کیا، لہٰذا وہ جسم کے اعتبار سے مخلوق ہے اور نفس کے اعتبار سے خالق ہے، اس نے خود اپنے اور اپنی ماں کے جسم کو پیدا کیا ہے، اس کی ماں اس کے پیٹ میں داخل ہونے سے پہلے طبیعت انسانی کے ساتھ مکمل انسان تھیں اور وہ پیٹ میں داخل ہونے سے پہلے طبیعت الٰہی کے ساتھ مکمل الٰہ تھا۔ وہ اپنے بندوں پر اتنا رحیم ہے کہ انھیں بچانے کے لئے سولی پر لٹک کر اپنا خون بہانے پر راضی ہو گیا۔ اور اپنے نفس کو اپنے دشمن یہود کے حوالے کر دیا جنہوں نے اسے پکڑ کر قید کیا اس کے چہرے پر مارا اور تھوکا۔ اس کے سر کانٹوں سے تاج پوشی کی پھر سولی دینے کے وقت اس کا سارا خون اس کی انگلی میں اتر آیا اس لئے کہ اگر اس کا کوئی بھی قطرہ زمین پر گرتا تو روئے زمین کی تمام چیزیں خشک ہو جاتیں۔ اس طرح اس کے سولی دیئے جانے والی جگہ کی تمام کلیاں محفوظ رہیں۔ دوسری وجہ سولی پر اس کے لٹکنے کی وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدم کی غلطیوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن چونکہ اس بزرگ و

برتر ہستی کے شایان شان نہیں تھا کہ وہ حقیر نافرمان ناقدر شناس بندے سے انتقام لے اس لئے اس نے اپنے مثل الٰہ حضرت عیسیٰؑ کو انسانی شکل دے کر بدلہ لیا۔ لہٰذا عیسیٰ ابن اللہ جو خود الٰہ بھی ہیں ان کو جمعہ کے دن نو بجے سولی دی گئی بعینہٖ یہی الفاظ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ ہے ان کا بیان اپنے معبود کے بارے میں پھر اگر وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں آپ کو ساحر و کاذب اور ظالم بادشاہ کہتے ہیں تو یہ کوئی محال و بڑی بات نہیں۔

اسی بناء پر بعض شاہان ہند نے کہا ہے کہ دیگر اقوام، نصاریٰ سے بدلیل شرعی جہاد کو واجب کرتے ہیں اور ہم عقل سے بھی ان سے لڑنا واجب کرتے ہیں۔ جبکہ قتل و خونریزی ہمارے نزدیک غلط چیز ہے لیکن صرف اسی امت کے لئے ہم جائز و مناسب سمجھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے عقل کی صراحتاً مخالفت کی ہے اور تمام واضح مصالح شریعہ و عقلیہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے ہر محال کے امکان کا اعتقاد کر رکھا ہے۔ پھر اس پر ایک ایسی شریعت وضع کی ہے جو درنگی کے کسی بھی راستے تک نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ عقل مند و رشید شخص اس پر چل کر بیوقوف اور احمق بن جاتا ہے، نیکیاں بری اور برائیاں اچھی سمجھی جانے لگتی ہیں کیونکہ جس عقیدے کی بنیاد پر اس مذہب کی نشو و نما ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خالق کو گالی دی جائے اس کو برا بھلا کہا جائے اس کے اوصاف کمال کو بدل دیا جائے اور اس کی ذات کو نقائص و عیوب کا پلندہ بنایا جائے لہٰذا نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کرنے اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو مٹانے میں انھیں کون سا تامل ہو گا یہی نہیں ان کے جرائم کی لامحدود شکلیں ہر خاص و عام پر اثر انداز ہوئی ہیں اور اتنی ہمہ گیر ہیں کہ وہ اس کی بنا پر یقیناً قتل کے مستحق ہیں جیسے کہ موذی جانور کو قتل کرنا واجب ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صرف انھیں برے خبیث لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی ہے، جنھوں نے اللہ کی ذات کو لعنت و ملامت کرنے سے نہیں بخشا ہے جنھوں نے شرک و بت پرستی اختیار کی ہے جنہوں نے اللہ کی ذات کو مختلف نقائص سے متصف کیا ہے جنہوں نے اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھہرایا ہے، اور اپنے احبار و رہبان کو ان چیزوں سے منزہ قرار دیا ہے۔ جو لوگ اپنے ہاتھ سے گڑھے ہوئے ان دیواروں پر

بنی تصویروں کے سامنے مدد و مغفرت کی درخواست کرتے ہیں جن پر روزانہ کتا پیشاب کرتا ہے
ایسے ہی گھٹیا اور پست لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی ہے۔

نصاریٰ کی نماز معبود کا مذاق اڑانا ہے!

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی تکذیب ان لوگوں نے کی ہے جن کے عابد و زاہد کی نماز حقیقت میں نماز نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مذاق اڑانا ہے وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو نجاست سے لت پت ہوتے ہیں پیشاب ان کی پنڈلی اور ران میں لگا رہتا ہے پھر وہ مشرق کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر چہرے پر ایک صلیب لٹکا کر اس مصلوب معبود کی عبادت کرتے ہیں، پھر اپنی نماز کو یہ کہتے ہوئے شروع کرتے ہیں۔

اے ہمارے باپ تو آسمان میں ہے تیرا نام بابرکت ہے۔ تیری بادشاہت، تیرا ارادہ آسمان کی طرح زمین میں بھی ہے۔ ہم کو ہمارے موافق روٹی دے۔ پھر اپنے بغل والے شخص سے کلام بھی کرتے ہیں۔ یہ گفتگو کبھی شراب اور سور کے بھاؤ کے بارے میں ہوتی ہے کبھی جوئے کی کمائی اور گھریلو پکوان کے متعلق وہ اپنی نماز میں حدث کرتے ہیں اور اگر پیشاب بھی لگ جائے تو اگر ممکن ہے تو اسی جگہ پیشاب بھی کرنے لگتے ہیں، اور انسانوں کے ہاتھوں گڑھی ہوئی تصویروں کو پکارتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں وہ اس مومن آدمی کی نماز کے اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں جو نماز کے لئے پہلے اپنے کپڑوں اور بدن کی پاکی کو واجب سمجھتا ہے۔ اور نجاست دور کرتا ہے۔ پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بڑائی و بزرگی اس کی شایان شان بیان کرتا ہے۔ پھر یہ کہتا ہے کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے پر جس پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور مغضوب و گمراہ لوگوں کے راستے سے بچا،

پھر وہ اپنے تمام اعضاء بدن سے انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہوئے اس کی بڑائی و بزرگی بیان کرتا ہے اور چہرہ و قلب سب کو اللہ کی جانب متوجہ کئے رہتا ہے۔ وہ کسی سے کلام نہیں کرتا نہ ہی نماز میں حدث کرتا ہے اور اپنے سامنے کوئی ایسی تصویر بھی نہیں رکھتا جس کے سامنے عاجزی و انکساری کرے۔

غرض کہ نصاریٰ کی نماز اور مومن کی نماز میں اچھائی و برائی کا فرق بالکل واضح ہے ان کی اس نماز کو کوئی مخلوق اپنے لئے پسند نہیں کر سکتی چہ جائیکہ وہ علیم و خبیر اس کو پسند کرے۔

یہی نہیں بلکہ اگر ان کے تمام اختیار کردہ (ترک کردہ اعمال) میں موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس قوم نے ہدایت کے بجائے گمراہی، اچھائی کی جگہ برائی حق کے بجائے باطل کو ترجیح دی ہے ان کے عقائد اسفل ترین اور اعمال بدترین ہیں۔ یہ ان کے عوام الناس کی حالت نہیں بلکہ بڑے بڑے پادریوں کی حالت ہے۔

اکثر نصاریٰ مقلد ہیں

تمہارے الزام لگانے کے مطابق، کسی مسلمان نے یہ بات نہیں کہی کہ نصاریٰ کے تمام چھوٹے بڑے مذکر و مونث، آزاد و غلام، راہب و پادری سب پر ہدایت ظاہر ہو گئی تھی (لیکن پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک بڑا طبقہ چوپائے کی طرح بالکل جاہل تھا، جنھوں نے یکسر ہراست کی حقیقت شناسی سے پہلوتہی اختیار کر لیا تھا چہ جائیکہ ہدایت خود ان کے لئے ظاہر ہوتی۔ یہ حضرات ان رؤسا اور علماء کے مقلدین تھے جن کی تعداد بہت کم تھی۔ اور جنہوں نے ہدایت جاننے کے باوجود بھی گمراہی کو ترجیح دی تھی۔

اور یہ کوئی خلاف عقل بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے لوگوں میں گوناگوں اسباب کی بنا پر باطل پرست موجود رہے ہیں۔ چنانچہ کسی نے جہالت کی بنا پر باطل اختیار کیا ہے تو کسی نے اپنے قابل

اعتماد اشخاص کی تقلید میں۔ کسی نے نخوت وتکبر میں حق سے اعراض کیا ہے تو کسی نے دولت و ریاست کی طمع میں۔ کسی نے حسد ودشمنی میں تو کسی نے تصویر کی محبت وعشق میں۔ کسی نے خوف سے تو کسی نے آرام کے حصول کے لئے لہٰذا کفر اختیار کرنے کے اسباب صرف ریاست ودولت کا حرص وطمع نہیں۔

نصاریٰ کے رئیسوں میں جو لوگ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اس کا بیان

دوسرا سوال معترض کا یہ ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اہل کتاب کو ریاست ودولت کے حرص نے اسلام لانے سے باز رکھا تھا لیکن کیا ایسے لوگ ایمان نہیں لائے تھے جن کے پاس ریاست و دولت نہیں تھی، خواہ وہ بخوشی لائے ہوں یا جبراً۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اہل کتاب کے بہت سے لوگ ایمان لائے تھے اور جتنے بھی لوگ ایمان لائے وہ بخوشی ایمان لائے تھے اور ایسے لوگ اصحاب علم وفضیلت تھے۔ ان ایمان لانے والے لوگوں کی جماعتیں اس قدر تھیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے اہل اسلام کا دائرہ مغرب ومشرق تک پھیل گیا۔ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار ان کی ماتحتی میں رہ کر ذلت رسوائی کی زندگی گذارنے لگے، یہود ونصاریٰ اور مجوس کے بڑے بڑے طبقے نے اسلام قبول کر لیا، صرف چند لوگ کفر پر مصر رہے۔ یہ سلسلہ حضور ﷺ کے زمانے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی وقت بہت سے بادشاہ وامراء حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جیسے کہ حبش کے بادشاہ نجاشی نے حضور کی رسالت کا یقین کر کے اسلام اختیار کیا تھا، آپ کے اصحاب کی دشمنوں سے حفاظت کی تھی انھیں اپنے یہاں پناہ دیا تھا۔ یہ واقعہ اتنا مشہور ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ یہی وہ نجاشی تھا کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کی وفات کی خبر دی جب کہ

حبش اور مدینہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ پھر اپنے اصحاب کے ساتھ آپ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔

اس واقعے کی تفصیل ام سلمہ کی روایت سے ہوتی ہے جس کو امام زہری نے نقل کیا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ جب ہم حبش کی سرزمین میں اترے تو نجاشی کی بہترین پڑوس نصیب ہوئی، جہاں ہم نے اپنے دین کو مامون سمجھ کر خدا کی عبادت کی، ہمارے ساتھ نہ تو کوئی تکلیف دہ برتاؤ کیا گیا، اور نہ ہی ہم نے کوئی ناپسندیدہ بات سنی یہ خبر جب قریش مکہ کو پہونچی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ نجاشی کے پاس مکہ سے قیمتی تحائف بھیجے جائیں، مکہ کا سب سے گراں بہا سامان چمڑا تھا، چنانچہ انھوں نے کافی مقدار میں چمڑا جمع کیا اور ہر پادری کے لئے بھی الگ الگ تحفہ رکھا۔ پھر عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو سفارت کے لئے معمور کیا۔ اور انھیں اپنے معاملے کے متعلق چند ہدایتیں دیں جس میں ایک بات یہ تھی کہ وہ نجاشی سے کلام کرنے سے پہلے تمام پادریوں کو ہدیہ پیش کر دیں پھر بادشاہ کے سامنے ہدیہ پیش کریں اور اس سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ مہاجرین سے گفتگو کرنے سے پہلے انھیں ان کے حوالے کر دے، چنانچہ وہ دونوں نجاشی کے یہاں آئے اور اس سے ملاقات کرنے سے پہلے تمام پادریوں سے ملے ان کو تحفہ پیش کیا۔ اور ان سے کہا کہ ہماری قوم کے چند سرپھرے نوجوان اپنا دین چھوڑ کر یہاں بھاگ آئے ہیں اور وہ تمہارے بھی دین میں نہیں داخل ہونے والے ہیں، بلکہ ایک نیا دین لائے ہیں جس کو ہم اور تم نہیں جانتے ہیں۔ ہم کو ان کے خاندان وقوم کے شرفاء نے اس لئے بھیجا ہے، تاکہ تم انھیں ہمارے حوالے کر دو، لہٰذا جب ہم ان کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کریں تو تم لوگ بادشاہ کو یہ مشورہ دو کہ ان لوگوں سے کچھ پوچھے بغیر انھیں ہمارے حوالے کر دے۔ کیونکہ ان کی قوم ان کے متعلق زیادہ جانتی ہے پادریوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا، پھر وہ لوگ بادشاہ کے پاس ہدیہ لے کر پہنچے اور کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت ہمارے قوم کے چند سرپھرے نوجوان آپ کے یہاں بھاگ کر آئے ہیں۔ انھوں نے ایک نیا دین گھڑھ کر رکھا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین سے بالکل مختلف

ہے، ہمیں مکہ کے شرفاء نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے حوالے کردیں۔ کیونکہ ان کی قوم ان کے بارے میں زیادہ جانتی ہے کہ کس طرح انھوں نے ان کے اوپر عیب لگایا ہے اور عتاب کیا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ مہاجرین سے گفتگو کرے۔ پادریوں نے بھی ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور بادشاہ سے کہا کہ وہ ان سے گفتگو کرنے سے پہلے لوٹادے۔ مگر نجاشی سخت غصہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ایک ایسی قوم جنھوں نے لوگوں کو چھوڑ کر میری پناہ پکڑی ہے اور میرے شہر میں آکر میری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ انھیں میں صرف ان لوگوں کے کہنے سے کیسے واپس کردوں، بلکہ ان سے حقیقت حال دریافت کروں گا۔

پھر اگر ان لوگوں کی باتیں صحیح ہوں گی تو حوالے کردوں گا، ورنہ نہیں۔ اور میں ان کے لئے اچھا پڑوسی ثابت ہوں گا۔ پھر اصحاب رسول کو بلانے کیلئے اس نے قاصد بھیجا۔ قاصد جب پہنچا تو لوگوں کے درمیان باہم مشورہ ہوا کہ بادشاہ کے سامنے کیا کہا جائے گا، آخر فیصلہ یہ ہوا کہ وہی بات کہی جائے گی جو خدا کے نبی نے ہم کو سکھایا ہے اور اس میں سرمو فرق نہیں لایا جائے گا۔ جو ہو سو ہو۔

دوسری طرف نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلا رکھا تھا جو اس کے اردگرد مصحف کھولے کھڑے تھے، پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اور عیسائیت اور بت پرستی کے علاوہ وہ کون سا دین ہے جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جانب سے کھڑے ہوئے۔ اور یہ تقریر کی اے بادشاہ، ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، قطع رحمی کرتے، ہمسایوں کو ستاتے ہم میں قوی لوگ کمزوروں کو کھا جایا کرتے۔ اسی اثناء میں ہم میں ایک ایسا رسول پیدا ہوا جن کی شرافت سچائی اور دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اس نے ہم کو اسلام کی

دعوت دی، توحید اور تنہا خدا کی عبادت کی طرف بلایا، بت پرستی چھوڑ دینے کی تلقین کی، اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت دار بنیں، صلہ رحمی کریں، ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، خونریزی سے باز آجائیں۔ محارم سے بچتے رہیں بدکاری نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں۔

پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، صرف خدا کی عبادت کریں، شرک وبت پرستی چھوڑ دیں نماز پڑھیں، روزے رکھیں، صدقہ دیں اسی طرح چند امور اسلام کا انھوں نے تذکرہ کیا۔ پھر کہنے لگے کہ چنانچہ ہم اس پر ایمان لائے، شرک وبت پرستی چھوڑ دی۔ تنہا خدا کی عبادت کی اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام گردانا۔ اس جرم کے بدلے ہماری قوم کے لوگ ہمارے دشمن بن گئے ہم کو ستایا اور عذاب میں مبتلا کیا تاکہ خدا کی عبادت چھوڑ کر ہم پھر بت پرست بن جائیں اور تمام خبیث چیزوں کو اپنے لئے حلال سمجھنے لگیں۔

جب ظلم کی انتہا ہوگئی اور ہم کو دین کے ترک کرنے پر پوری طرح مجبور کیا گیا تو ہم نے آپ کی طرف پناہ پکڑی اور دوسروں کو چھوڑ کر آپ کی ہمسائیگی پسند کی اور یہ امید لے کر یہاں آئے کہ ہمارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نجاشی نے ان کی باتیں سننے کے بعد کہا کہ ذرا اس کتاب کا بھی کوئی حصہ سناؤ جو تم لوگوں پر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر نے سورہ مریم کا ایک حصہ پڑھا۔ آیات الٰہی کو سن کر بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہوگئی، اس کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور داڑھی آنسو سے تر ہوگئی۔ پادریوں نے بھی رونا شروع کردیا، یہاں تک کہ ان کے سامنے کھلے ہوئے مصاحف آنسوؤں سے نم ہوگئے، پھر بادشاہ بے اختیار پکار اٹھا، خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں، ساتھ ہی یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ تم دونوں لوٹ جاؤ، مہاجرین کو میں ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ کاروائی ختم ہونے کے بعد صحابہ واپس لوٹے۔ پھر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے کہا کہ کل بادشاہ کے سامنے مسلمانوں کے متعلق ایک ایسی بات کہوں گا جس سے اس کا غضب مسلمانوں کے خلاف بھڑک اٹھے گا۔ اور ان کو سزا دے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ ایک

نرم دل آدمی تھے انھوں نے کہا کہ ایسا مت کرو، کیونکہ اگر چہ انھوں نے ہماری مخالفت کی ہے پھر بھی ہمارے ہی عزیز و بھائی بند ہیں۔ لیکن عمرو بن عاص نے کہا کہ خدا کی قسم میں ضرور عیسیٰ کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ظاہر کروں گا اور بادشاہ سے کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو عبد مانتے ہیں۔

دوسرے دن عمرو بن عاص نجاشی کے دربار میں پہونچے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ ان لوگوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں بہت برا ہے لہٰذا آپ انھیں بلائیں اور عیسیٰ کے بارے میں دریافت کریں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا، مسلمانوں کو جب صورتحال معلوم ہوئی تو کچھ تردد ہوا، اور باہم مشورہ کیا کہ عیسیٰ بارے میں نجاشی کے سامنے کیا کہا جائے گا۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ جو ہو سو ہو ہم ان کے بارے میں وہی کہیں گے جو اللہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ نے ہم کو خبر دی ہے۔ پھر وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ حضرت جعفر نے کہا کہ ہمارے نبی نے ان کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ خدا کے بندے اور پیغمبر ہیں اور کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا ہے۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا کہ واللہ جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ اس سے اس تنکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ پادری اس کی باتوں کو سن کر بھڑک اٹھے۔ نجاشی نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر چہ تم کو ناگوار لگے، پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جاؤ تم ہمارے ملک میں مامون رہو گے۔ جو تمھیں برا کہے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ جملہ دو مرتبہ اس نے کہا پھر کہنے لگا کہ اگر چہ تمھیں تکلیف دینے کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ دیا جارہا ہو پھر بھی میں تم میں سے کسی بھی فرد کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، حکم دیا کہ تمام تحائف واپس کر دیئے جائیں مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں خدا کی قسم خدا نے مجھ سے اس وقت رشوت نہیں لی تھی جس وقت میری بادشاہت مجھ پر لوٹائی تھی جو میں اس کے دین کے بارے میں رشوت لوں، نہ ہی لوگوں کی بات مانی تھی کہ میں اس کے بارے میں لوگوں کی اطاعت کروں۔

چنانچہ وہ دونوں اس کے پاس سے خائب وخاسر لوٹے۔ اور مسلمان اس کی ہمسائیگی میں مامون ومحفوظ رہنے لگے۔

ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ اسی اثنا میں حبشہ کے ایک آدمی نے نجاشی سے سلطنت چھیننے کے لئے جنگ شروع کر دیا جس سے ہمیں اس قدر شدید غم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اس پر غالب نہ آجائے اور ہمارے ان حقوق کا پامال نہیں کر دے جو نجاشی کے یہاں ہمیں حاصل تھے۔

نجاشی اس سے لڑائی کرنے کے لئے نکلا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے نیل حائل تھا، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا کہ وہ کون شخص ہے جو دشمن کے پاس جا کر ان کی خبر ہم تک لا سکتا ہے حضرت زبیر نے کہا کہ میں، حالانکہ وہ قوم میں سب سے چھوٹے تھے، چنانچہ لوگوں نے ایک مشکیزے میں ہوا بھرا اور ان کے سینے پر باندھ دیا پھر وہ اس پر تیر کر نیل کے اس پار نکل گئے۔ جہاں دشمن موجود تھے۔ پھر خبر لے کر واپس لوٹے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ہم نے نجاشی کے غلطے اور اس کی حکومت کی بقا کے لئے خدا سے دعا کی۔ لہٰذا وہ غالب ہوا، اور حبشہ کے اندر اس کی حکومت پائیدار ہوگئی۔

وہاں ہم خوب اطمینان سے رہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے ۶ھ میں نجاشی کے پاس خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور عمرو بن امیہ الضمری کو قاصد بنا کر بھیجا۔ خط پڑھنے کے بعد وہ اسلام لے آیا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کے پاس آنے کی قدرت رکھتا تو ضرور خدمت میں حاضر ہوتا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے پاس خط لکھا کہ وہ آپ کی شادی ام حبیبہ بنت سفیان سے کرادے چنانچہ اس نے آپ کی شادی کرادی اور آپ کی جانب سے ام حبیبہ کو چار سو دینار بطور مہر دیا۔

اسی بادشاہ نے خالد بن سعید بن عاص بن امیہ کی شادی بھی کرائی تھی رسول اللہ ﷺ نے

اس کے پاس خط لکھا کہ وہ آپ کے بقیہ اصحاب کو سوار کر کے مدینہ بھیج دے۔ اس نے آپ کے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور لوگوں کو حبشہ سے مدینہ بھیجا۔ یہ لوگ جب مدینہ پہونچے تو آنحضور ﷺ اس وقت خیبر میں تھے۔ یہ لوگ خیبر گئے وہاں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنے کے لئے مشورہ کیا لوگ راضی ہو گئے اور ان لوگوں کا حصہ مال غنیمت میں متعین کیا گیا۔

یہ نصاریٰ کے بادشاہ کی حالت تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق واتباع کی تھی۔
اس کے علاوہ بھی بہت سے نصاریٰ ایمان لائے جن کی تعداد ان لوگوں کے بہ نسبت کہیں زیادہ ہے جو دین نصرانیت ہی پر قائم تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حبش کے نصاریٰ کو جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو تقریباً بیس آدمی آپ کے پاس مکہ آئے، آپ ان کو مسجد حرام میں ملے پھر وہ آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے ان کے سامنے قریش کے کچھ آدمی خانہ کعبہ کے اردگرد اپنی مجلس میں موجود تھے، جب وہ حضرات سوالات سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں، کلام الٰہی کو سن کر ان کے اوپر رقت طاری ہو گئی اور رونے لگے۔ پھر دعوت قبول کر لیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، انھوں نے ان علامتوں کو بھی پہچانا جو ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق بیان کیا گیا تھا۔

جب وہ جانے لگے تو ابوجہل قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ ان کے سامنے آ پہنچا اور کہنے لگا اللہ تمھیں ناکام کرے۔ تمہاری قوم کے جو افراد نہیں آئے ہیں، ان کو تمہاری آمد ہی نے روک دیا ہے، کیونکہ تم کو بھیج کر انھوں نے یہ امید باندھ رکھی ہے کہ تم ان کو اس آدمی کے متعلق مطلع کرو گے، لیکن تمہاری حالت تو یہ ہے کہ اس آدمی کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ اپنے دین ہی کو چھوڑ بیٹھے اور اس کے قول کی تصدیق کر لی تم سے زیادہ بیوقوف کسی قافلے کو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ اس قافلے والوں نے اس سے کہا کہ تم پر سلامتی ہے۔ ہم تمہاری جہالت میں شرکت ہرگز نہیں کریں

گے۔ ہمارے لئے وہی بہتر ہے جس پر ہم ہیں اور تمہارے لئے وہی بہتر ہے جس پر تم بہر حال ہم اپنے سے بہتر کسی کو نہیں پاتے ہیں۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ قافلہ نجران کے نصاریٰ کا تھا اور انھیں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا ...... الى قوله ...... سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ (القصص۔55-52)

اور وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دے رکھی ہے، وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں، اور جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے اور یہ حق ہے ہمارے رب کی جانب سے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ان آیات کے متعلق میں نے اپنے علماء سے یہی بات سنی ہے کہ یہ نجاشی اور اس کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کا ایک وفد مدینہ آیا اس وفد نے نماز عصر کے بعد مسجد نبوی میں آپ سے ملاقات کی۔ اسی اثناء میں ان کی نماز کا وقت ہو گیا اور وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے۔ لوگوں نے ان کو منع کرنا چاہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پڑھ لینے دو، ان لوگوں نے مشرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی، ان کی کل تعداد ساٹھ تھی جن میں چوبیس آدمی ان کے شرفاء میں سے تھے۔ اور تین بڑے آفیسر تھے۔ ایک کو عاقب کہا جاتا یعنی قوم کا امیر و عقلمند آدمی جس کی رائے و حکم کے بغیر اس کے وہ کوئی کام شروع نہیں کرتے۔

اس کا نام عبدالمسیح تھا، دوسرا افسر ''سیل'' تھا جو ان کے سفر اور سامان سفر کا ذمہ دار تھا، تیسرا شخص ابوحارثہ ابن علقمہ تھا۔ جو ان کا راہب و امام اور مدارس کا انچارج تھا لوگوں میں اس کی بڑی عزت تھی اس نے ان کے مذہبی کتابوں کا مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ روم کے نصرانی بادشاہوں کو جب

اس کے علم اور دین میں تفقہ پتہ چلا تو انھوں نے اس کی بڑی عزت کی اسے مالا مال کر دیا اس کی خدمت کی اور اس کے لئے ایک کنیسہ بنوا دیا جس پر خوب خرچ کیا۔

یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے لئے نجران سے روانہ ہوئے۔ ابو حارثہ ایک خچر پر اپنے ایک بھائی کرز بن علقمہ کے ساتھ سوار ہو کر آ رہے تھے۔ اچانک ابو حارثہ کے خچر کو ٹھوکر لگی۔ کرز نے کہا تعس الابعد۔ خیانت کرنے والا ہلاک ہو۔ یہ بد دعا اس نے حضور ﷺ کو دیا، ابو حارثہ نے کرز سے کہا تم ہلاک ہو۔ کرز نے تعجب ہو کر کہا کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ ابو حارثہ نے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے تھے۔ کرز نے کہا کہ پھر تم کو کون سی چیز ان پر ایمان لانے سے روکتی ہے اس نے جواب دیا کہ ہماری قوم جس نے ہم کو عزت و دولت سے نوازا ہے وہ مخالفت کر رہی ہے، لہٰذا اگر میں نے ان کی اتباع کی تو تمام نعمتیں ہم سے چھین لیں گے، کرز بن علقمہ اپنے اس قول پر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ اسلام لے آئے یہ اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ ریاست و دولت کے حرص نے ان کو ایمان لانے سے باز رکھا تھا یہ حالت ان کے علماء و احبار کی تھی جن کی اتباع عوام الناس بھی کرتے اور یہ کہنا باعث تعجب و خلاف عقل نہیں ہوگا کہ ان کے رؤسا کو دولت و اسباب کی طمع نے ہدایت اختیار کرنے سے روک رکھا تھا اور عوام الناس کو ان کی اندھی تقلید نے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے اور ہو بھی رہا ہے۔

نصاریٰ کے رؤسا میں جو لوگ اسلام کو حق سمجھ لینے کے بعد ایمان لائے ان میں ایک بڑے رئیس اور اپنی قوم کے سردار عدی بن حاتم طائی بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کا قصہ امام احمد، ترمذی، حاکم وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

عدی بن حاتم خود بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا آپ اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ لوگوں نے آپ سے میرے متعلق کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہیں۔ میں بغیر امان و کتاب کے آیا تھا جب آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اس سے پہلے آپ

نے پیشین گوئی کی تھی کہ عنقریب میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہوگا، پھر آپ مجھ کو لے کر چلے اتنے میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آپ کے سامنے آ پہونچی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے آپ نے اس کی باتیں سنیں اور ضرورت پوری کی، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لائے، ایک لونڈی نے آپ کے لئے گدا بچھایا اور آپ اس پر بیٹھ گئے، میں آپ کے سامنے بیٹھا، آپ نے اللہ کی تعریف کی پھر فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہنے سے بھاگتے ہو، کیا تمھارے علم میں خدا کے علاوہ اور کوئی بھی معبود ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں، پھر تھوڑی دیر گفتگو کی اور فرمایا کہ شاید تم کو جو چیز اللہ اکبر کہنے سے روکتی ہے وہ تمہارا یہ گمان ہے کہ خدا سے بڑا بھی کوئی ہے میں نے کہا ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا کہ یہودیوں پر غضب نازل ہوا ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں میں نے کہا کہ میں ملت حنفی کا پیرو ہوں اور مسلمان ہوں یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

پھر آپ کے حکم سے میں ایک انصار کا مہمان بنا اور وہیں سے صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، ایک دن شام کے وقت میں آپ کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں چند اون پوش حضرات آپ کے پاس آئے آپ نے نماز پڑھی پھر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو ان کے تعاون و امداد کے لئے ابھارنے لگے، آپ نے فرمایا:

اے لوگو! جتنا بھی ممکن ہو صدقہ کرو، خواہ ایک صاع یا نصف صاع ہی ہو یا مٹھی بھر یا اس سے بھی کم ہو، جس کے ذریعہ تم اپنے چہرے کو جہنم کی لپٹ سے بچا لو حتی کہ اگر ایک کھجور یا کھجور کا ٹکڑا ہی میسر ہو اس سے بھی، کیونکہ جب تم خدا سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا میں نے تم کو کان اور آنکھ نہیں دیا تھا، بندہ کہے گا، ہاں رب العزت تو نے دیا تھا۔ پھر فرمائے گا کہ میں نے تمہیں جو چیزیں دی تھیں وہ کہاں ہیں۔ وہ شخص اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھے گا لیکن کوئی ایسی چیز نہ پائے گا جو اس کو جہنم کی آگ سے بچا سکے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے، خواہ کھجور کے ٹکڑے ہی کے بدلے کیوں نہ ہو۔ اگر وہ بھی نہ ملے تو کلمہ طیبہ کے ذریعے، کیوں کہ مجھے فقر کا اندیشہ نہیں بلکہ خدا تمہاری مدد کرے گا، اور تم کو اس

قدر نوازے گا کہ ایک عورت تنہا یثرب اور حیرہ کے درمیان زیادہ سے زیادہ مال لے کر سفر کرے گی لیکن چوری کا اسے اندیشہ نہ ہوگا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ آخر قبیلہ طے کے وہ ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنھوں نے پورے ملک میں آگ لگا رکھی ہے۔

عدی بن حاتم اپنے قبیلہ کے سردار تھے لوگ ان کی اطاعت کرتے اور مال غنیمت کا چوتھا حصہ انھیں پیش کرتے۔ انھیں عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ جب میں نے حضور کی بعثت کی خبر سنی تو سخت ناگواری ہوئی ایک دن میں نکلا اور عرب وروم کی سرحد پر پہنچ گیا لیکن یہاں مجھے سکون نہیں ملا، بلکہ پہلی جگہ کے مقابلے میں میری بے چینی بڑھ گئی، پھر دل میں ارادہ کیا کہ کیوں نہ چل کر اس آدمی کی بات سن لوں۔ (یعنی نبی کریم ﷺ کی) چنانچہ میں مدینہ منورہ آیا لوگوں نے میری بڑی عزت کی اور بار بار کہنے لگے کہ عدی بن حاتم آئے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا عدی بن حاتم تم اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے۔ میں نے کہا کہ میں ایک دین پر قائم ہوں آپ نے فرمایا میں تم سے زیادہ تمہارے دین کے متعلق جانتا ہوں۔ میں نے تعجب سے کہا کیا آپ میرے دین کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں، یہ تین چیزیں تمہارے اندر پائی جاتی ہیں۔ کیا تم لوسی نہیں ہو، میں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا کیا ایسی بات نہیں کہ تم اپنی قوم پر سرداری کرتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، آپ نے کہا کیا ایسی بات نہیں کہ مال غنیمت کا چوتھا حصہ تم لے لیتے ہو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا، یہ چیزیں تمہارے لئے تمہارے دین میں جائز نہیں ہیں۔

اس سے مجھے ندامت لاحق ہوئی پھر آپ نے فرمایا کہ عدی شاید تم کو جو چیز اسلام لانے سے مانع ہے وہ ہماری غریبی ومحتاجی ہے۔ ہمارے پاس محدود لوگ ہیں اور ہماری عداوت پر تمام لوگ متفق ہیں۔ کیوں عدی تم نے حیرہ کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کو جانتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کے ساتھ کوئی محافظ نہ ہوگا اور اللہ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے پر

مجھے فتح دے گا۔ میں نے تعجب سے کہا کہ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے پر آپ فتح یاب ہوں گے، آپ نے فرمایا ہاں، کسریٰ بن ہرمز کے خزانے پر اور مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تنہا چل کر آتی ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے۔

ان کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے مدائن فتح کیا ان میں میں بھی گھوڑسواروں کے اگلے دستے میں تھا صرف تیسری پیشین گوئی میرے سامنے پوری ہونے سے رہ گئی اور خدا کی قسم آپ کا تیسرا قول بھی پورا ہو کر رہیگا کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔

اسی طرح سلمان فارسی ایک نصرانی عالم تھے انھیں جب حضور ﷺ کے ظہور کا یقین ہو گیا تو آپ کی بعثت سے پہلے مدینہ منورہ آئے اور آپ کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی پھر آپ پر ایمان لائے اور اتباع کی، ان کا قصہ ابن اسحٰق نے اس طرح بیان کیا ہے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں اصبہان میں واقع جی نامی گاؤں کا فارسی شخص تھا۔ میرے باپ اسی گاؤں کے کسان تھے۔ میں انھیں بہت عزیز تھا، وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے کہ لونڈی کی طرح مجھے گھر ہی میں روکے رہتے۔

میں مجوسیت کے مذہب میں سرگرم تھا، یہاں تک کہ اس آگ کا نگراں بن گیا جس کو لوگ جلاتے تھے میں اسے کسی گھڑی بھی بجھنے نہیں دیتا۔

میرے باپ کی ملکیت میں ایک اور گاؤں تھا ایک دن وہ اپنے کسی کام میں مشغول ہو گئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیٹا میں آج کام میں مشغول ہو گیا ہوں اس لئے میری جگہ اس گاؤں میں تم جاؤ اور فلاں فلاں کام کی دیکھ بھال کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ تمہیں زیادہ دن تک وہاں ٹھہرنا نہیں ہے کیونکہ اگر تم نے میرے پاس آنے میں تاخیر کی تو تمام کاروبار کی فکر کے بنسبت تمہاری فکر مجھے زیادہ ہو جائے گی۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ پھر میں گاؤں کی طرف چلا راستے میں میرا گزر نصاریٰ کے ایک کنیسے سے ہوا جہاں میں نے ان کے نماز پڑھنے کی آوازیں سنیں۔ مسلسل گھر ہی میں رہنے کی وجہ سے میں ان کا معاملہ سمجھ نہیں سکا لیکن پھر بھی ان کی آوازوں کو سن کر کنیسے میں داخل ہوگیا تا کہ ان کے افعال کو دیکھوں، میں نے جب ان کی نماز دیکھی تو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ اور شوق بڑھا، میں نے کہا خدا کی قسم یہ اس چیز سے بہتر ہے جن پر ہم ہیں پھر وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور گاؤں نہیں جاسکا، پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دین میں کہاں پاؤں گا۔ انہوں نے کہا شام میں۔ اس کے بعد میں باپ کے پاس گیا، میرے باپ نے میری تلاش میں آدمی بھیج دیا تھا۔ اور میری فکر میں تمام کام کو چھوڑے ہوئے تھے جب میں پہنچا تو انھوں نے حقیقت حال دریافت کیا اور اس وعدے کو یاد دلایا جو میں نے گاؤں جانے کے لئے ان سے کر رکھا تھا۔ میں نے کہا ابا جان میرا گزر ایک کنیسے سے ہوا جس میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے مجھے ان کا دین بہت پسند آیا اس لئے سورج غروب ہونے تک میں ٹھہرا رہا۔ میرے باپ نے کہا بیٹے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں تمہارے آباء واجداد کا دین ہی بہتر ہے میں نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں بلکہ انھیں کا دین ہم سے بہتر ہے۔ یہ سن کر میرے باپ کو میرے بارے میں اندیشہ ہوا۔ اور انھوں نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر میں مقید کر دیا، میں نے نصاریٰ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جب تم لوگوں کے پاس شام سے کوئی وفد آئے تو ہمیں ضرور بتلانا۔

کچھ دنوں کے بعد شام کا ایک وفد تجارت کی غرض سے ان کے پاس آیا چنانچہ انہوں نے ہمیں مطلع کیا میں نے ان سے کہا کہ جب یہ تاجر حضرات اپنے ضروریات پوری کر کے لوٹنے لگیں گے تو مجھے مطلع کرنا۔ پھر انہوں نے مجھے اس کی بھی خبر دی، میں نے پاؤں سے بیڑیاں نکال دیں اور اس وفد کے پاس پہنچ گیا وہاں سے ان کے ساتھ شام گیا، شام پہنچ کر میں نے ان کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے مجھے ایک کنیسے کے راہب کی طرف رہنمائی کی، میں اس راہب کے پاس آیا اور اس سے اس دین کے متعلق اپنی رغبت ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ

میں آپ ہی کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا اور خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اجازت دے دی چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا۔ لیکن وہ شخص بہت بُرا آدمی تھا، لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور ترغیب دلاتا اور مال جمع ہو جانے کے بعد مساکین پر خرچ کرنے کے بجائے اپنے لئے ذخیرہ اندوزی کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے سونے چاندی کے سات مشکیزے جمع کر لیے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر مجھے اس سے سخت نفرت ہوگئی۔ پھر اس کا انتقال ہوگیا، اور نصاریٰ اس کے کفن دفن کے لئے جمع ہوئے، میں نے ان سے کہا کہ یہ شخص بہت برا آدمی تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا، لیکن جمع ہو جانے کے بعد اپنے لئے ذخیرہ اندوزی کرتا۔ انھوں نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ میں شہادت کے طور پر اس کے خزانے کو بتا سکتا ہوں، پھر میں نے ان کو وہ جگہ دکھلائی جہاں سے انھوں نے سونے چاندی سے بھرا سات مشکیزہ نکالا وہ لوگ اس کی اس حرکت پر اس قدر غصہ ہوئے کہ اس کو دفن کرنا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اس کو سولی پر لٹکا کر رجم کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے راہب کو اس کی جگہ پر لائے جس کی طرح عابد و زاہد نمازی و شب بیداری کرنے والا آخرت کا طالب و فکرمند میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ ان اوصاف کی بنا پر مجھے اس سے زبردست محبت ہوگئی۔ پھر میں اس کے پاس ایک مدت تک ٹھہرا رہا، جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو میں نے اس سے کہا کہ میں ابھی تک آپ کی صحبت میں رہا اور آپ سے کافی محبت ہو گئی۔ اب جب کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے تو آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں۔ اور کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے میرے علم میں کوئی شخص نہیں جس پر میں ہوں، لوگ بالکل ہلاک ہو چکے ہیں دین کو بدل چکے ہیں اس کے اکثر احکام کو چھوڑ چکے ہیں۔ البتہ موصل میں فلاں شخص ہے جو میرے طریقے پر ہے۔ پھر اس کا انتقال ہوگیا اور میں نے موصل کا رخ اختیار کیا اور اس شخص سے جا ملا جس کے پاس جانے کی اس نے وصیت کی تھی۔ اس شخص سے میں نے کہا کہ آپ سے ملنے کی فلاں فلاں نے مجھ سے وصیت کی تھی، اور یہ بھی کہا تھا کہ حق صرف آپ کے پاس ہے۔ اور آپ ہی حق کے راستے پر ہیں۔ پھر اس عالم نے

مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا، میں نے اسے اپنے استاد کے مکمل طریقے پر پایا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ فلاں شخص نے اپنے وفات کے وقت مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی تھی اب آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے۔ لہٰذا آپ بھی مجھے وصیت کر دیں کہ میں آپ کے بعد کس سے ملوں۔ اور کیا کروں۔ اس نے کہا خدا کی قسم میرے علم میں صرف ایک آدمی اس طریقے پر ہے جس پر میں ہوں۔ اور وہ ''نصیبین'' میں ہے۔ اس سے تم ملاقات کر لینا پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا۔ میں وہاں سے نصیبین آیا اور اس شخص سے ملاقات کی۔ اس کو اپنے احوال سے مطلع کرتے ہوئے اس شخص کی وصیت کا تذکرہ کیا چنانچہ اس نے بھی مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں وہاں رہنے لگا اور اس طریقے پر اس کو بھی بہتر پایا۔ چند ہی دن گذرے تھے کہ اس کو بھی موت نے آگھیرا۔ میں نے اس کی وفات کے وقت اس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے .جی وصیت کی تھی اور فلاں نے مجھے آپ سے ملنے کی وصیت کی تھی لہٰذا اب آپ مجھے کس سے ملنے کی وصیت کرتے ہیں اور کیا حکم صادر فرماتے ہیں، اس نے کہا خدا کی قسم اے میرے بیٹے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے طریقے پر ہو، البتہ سرزمین روم میں مقام عموریۃ کے اندر ایک آدمی ہے جو ہمارے طریقے پر ہے۔ لہٰذا اگر تم چاہو تو اس سے مل لو۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا میں وہاں سے عموریۃ آیا اور اس شخص سے ملاقات کی اس کے سامنے پورا قصہ بیان کیا۔ اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ وہ بھی ہمارے استاد کے کہنے کے مطابق بہتر شخص تھا۔ میں نے یہاں آکر کمائی بھی کی چنانچہ میرے پاس چند گائیں اور بکریاں ہو گئیں پھر اس شخص کی وفات کا وقت قریب ہوا میں نے اس سے کہا کہ میں فلاں شخص کی صحبت میں تھا اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی اور فلاں نے مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی تھی، لہٰذا اب آپ مجھے کس کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتے ہیں۔ اس نے کہا میرے بیٹے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے طریقے پر ہو اور جس کے پاس جانے کی تمہیں رہنمائی کروں۔ البتہ ایک نبی کے آنے کا

زمانہ بالکل قریب آچکا۔ جو سرزمین عرب میں دین ابراہیم لیکر آئیں گے ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام ہوگا جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوگا اور اس میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے اور اس نبی کے اندر بھی کچھ واضح علامتیں ہونگی، مثلاً آپ صدقہ نہیں کھائیں گے اور ہدیہ قبول کریں گے اور دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ لہٰذا اگر تم ان سے ملنے کی طاقت رکھنا تو ضرور مل لینا۔

پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا۔ میں چند دنوں تک عموریہ میں ٹھہرا رہا وہاں میری ملاقات تاجروں کی ایک جماعت سے ہوگئی میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی عرب لیتے چلو اور اس کے بدلے میری بکریاں اور گائیں لے لو۔ وہ راضی ہو گئے میں نے اپنی بکریاں اور گائیں ان کے حوالے کر دیں، اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا، لیکن جب وہ وادی القریٰ میں پہونچے تو مجھ پر ظلم کیا اور ایک یہودی کے ہاتھ مجھے بیچ دیا پھر میں اس کے پاس رہنے لگا۔ میں نے وہاں بہت سی کھجوریں دیکھیں میں نے سمجھا کہ شاید یہی وہ جگہ ہے جس کے متعلق ہمارے استاذ نے ہم کو مطلع کیا تھا، لیکن میں اپنے اس خیال پر پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ اسی اثنا میرے مالک کا چچازاد بھائی بنو قریظہ کا ایک شخص یہاں آیا اس نے مجھے اس سے خرید لیا۔ اور سوار کر کے مدینہ لے گیا۔ خدا کی قسم مدینہ کو دیکھتے ہی میں پہچان گیا کیونکہ میرے استاذ کی بتائی ہوئی تمام صفتیں اس میں موجود تھیں۔ وہاں میں نے سکونت اختیار کر لی اس وقت رسول اللہ ﷺ کی بعثت مکہ میں ہو چکی تھی مکہ میں آپ ایک عرصہ تک رہے۔ لیکن کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھے آپ کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی اور نہ ہی کوئی ذکر آپ کے متعلق سنا۔ پھر آپ ہجرت کر کے مدینہ آئے اس وقت میں اپنے مالک کے باغ میں کھجور کے درخت کے اوپر کچھ کام کر رہا تھا اور میرا مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اس کا ایک چچازاد بھائی آیا اور میرے مالک کو مخاطب کر کے کہنے لگا، اللہ تعالیٰ بنو قیلۃ کو ہلاک کرے وہ اس وقت ایک ایسے آدمی پر اتفاق کر رہے ہیں جو ان کے پاس مکہ سے آیا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

میں نے جب اس کی بات سنی تو بدن کانپنے لگا۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مالک ہی کے اوپر نہ گر جاؤں، پھر میں کھجور کے درخت سے نیچے اتر گیا اور اس کے چچازاد بھائی سے پوچھنے لگا کہ تم نے کیا بات کہی ہے۔ میرا مالک مجھ پر ناراض ہو گیا۔ اور مجھے ایک زبردست گھونسا رسید کیا، پھر کہنے لگا کہ تمہیں اس معاملے سے کیا سروکار جاؤ اپنا کام کرو، میں نے کہا کوئی بات نہیں، میں تو صرف اس کے قول کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا تھا، میں نے کچھ چیزیں جمع کر رکھی تھیں اس کو لے کر شام کے وقت آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ اس وقت قبا میں تھے۔ میں نے آپ سے کہا کہ سنا ہے آپ بہت ہی نیک آدمی ہیں، اور آپ کے ساتھ چند غریب حاجتمند لوگ بھی ہیں۔ لہذا بطور صدقہ یہ چیزیں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ غیر کے مقابلے میں آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں پھر میں نے اسے آپ کے قریب کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو کھانے کا حکم دیا اور اپنا ہاتھ روک رکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی علامت ہے۔ پھر وہاں سے چلا آیا اور کچھ اور چیزیں اکٹھا کیں۔ اس وقت آپ مدینہ منتقل ہو چکے تھے میں نے ان چیزوں کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ شاید آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں اس لئے میری جانب سے یہ ہدیہ قبول کریں چنانچہ آپ نے خود کھایا اور اپنے اصحاب کو بھی کھانے کا حکم دیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری نشانی پوری ہو گئی۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ جنت البقیع میں ایک صحابی کا جنازہ پڑھنے لے لئے تشریف لے گئے تھے۔ میں نے دو چادریں پہن رکھی تھیں، آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ کو سلام کیا پھر گھوم کر آپ کے پیچھے اس مہر نبوت کو تلاش کرنے لگا جس کا تذکرہ ہمارے استاد نے کیا تھا۔ جب آپ نے مجھے اپنے پیچھے دیکھا تو آپ سمجھ گئے کہ میں کوئی علامت تلاش کر رہا ہوں جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے، پھر آپ نے اپنے چادر پیٹھ سے ہٹادی میں نے مہر نبوت کو بڑھ کر چوم لیا۔ اور رونے لگا، آپ نے مجھے پاس بلایا، میں نے آپ کے سامنے بیٹھ کر ساری سرگذشت سنائی جیسے کہ ابن عباس نے آپ سے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ یہ دیکھ کر

خوش ہوئے کہ آپ کے صحابہ نے بھی میری بات سن لی ہے۔

پھر سلمان کو غلامی نے اس طرح کام پر لگائے رکھا کہ وہ جنگ بدر واحد میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شرکت نہ کر سکے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے آنحضور ﷺ نے کہا کہ سلمان مکاتبہ کرلو۔ میں نے اس شرط پر اپنے مالک سے مکاتبہ کیا کہ میں اس کے لئے تین سو کھجور کا درخت گڑھا کھود کر لگاؤں گا۔ اور چالیس اوقیہ دوں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو لوگوں نے مجھے ودی (کھجور کا چھوٹا پودا) دینا شروع کیا کسی نے تیس دیا کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس غرضیکہ مختلف تعداد میں لوگوں نے حسب استطاعت کھجور کا پودا دیکر میری مدد کی یہاں تک کہ تین سو درخت کے پودے ہم نے اکٹھا کر لئے اس کے بعد رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمان جاکر اس کے لئے گڑھا کھودو، جب فارغ ہو جانا تو میرے پاس آنا کیونکہ میں خود پودوں کو گڑھے میں رکھوں گا۔ میں نے گڑھا تیار کیا۔ میرے ساتھیوں نے بھی میری مدد کی، جب فارغ ہوا تو آپ اسے گڑھے میں رکھتے جاتے، یہاں تک کہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے ان میں سے ایک پودا بھی نہیں سوکھا، اس طرح میں نے کھجور کے درختوں کی ادائیگی مکمل کر دی لیکن اوقیہ میرے ذمہ باقی رہ گیا۔ ایک دن رسول ﷺ مرغی کے انڈے کی طرح سونے کا ڈلا کسی کان سے لے کر آئے، اور پوچھنے لگے کہ فارسی کے مکاتبے کی کیا حالت ہے چنانچہ مجھے بلایا گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے لے لو اور تمہارے اوپر جو مال ہے اسے ادا کردو میں نے آپ سے کہا کہ اس سے میری ضرورت مکمل نہیں ہوگی، آپ نے فرمایا، لے لو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے پورا کریگا، میں نے لے لیا اور وزن کر کے مالک کو دینے لگا، خدا کی قسم چالیس اوقیہ مکمل نکلا۔ اور میں نے اپنا پورا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں حاضر ہوا پھر آپ کے ساتھ کوئی غزوہ میرا فوت نہیں ہوا۔

اسی طرح ملک شام کا بادشاہ ہرقل ایک بہت بڑا نصرانی عالم تھا، اس نے حضور کی حقانیت کو پہچان کر اسلام دین میں داخل ہونے کا مکمل ارادہ کرلیا تھا لیکن صلیب پرستوں نے اس کی مخالفت کی جس سے اس کو اپنے بارے میں اندیشہ لاحق ہوا۔ اور بادشاہت کے چھن جانے کا خوف لاحق ہوا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ بادشاہت اس کے ہاتھ سے چھن کر نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔

اس کا قصہ میں بیان کرتا ہوں۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیان نے بذات خود بیان کیا کہ اپنے اور رسول اللہ کے معاہدے کی مدت میں میں شام گیا تھا، میری موجودگی ہی میں ہرقل کے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط لایا گیا جس کو حضرت دحیہ کلبی لے کر حاکم بصرہ کے پاس گئے تھے۔ پھر وہ خط حاکم بصرہ نے بادشاہ تک پہنچا دیا تھا۔ جب خط پہنچا تو ہرقل نے کہا کہ کیا اس شخص کی قوم کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا جب ہرقل کے پاس پہنچے تو مجھے اس کے سامنے بٹھایا گیا اور ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا گیا۔

پھر اس نے اپنے ترجمان کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہو ان لوگوں سے کہ میں اس شخص سے اس آدمی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ جھوٹ بولے تو تم مجھے بتلانا۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے جھوٹا کہہ دیں گے تو ضرور جھوٹ بول دیتا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس آدمی سے پوچھو کہ تمہارے درمیان اس نبی کا حسب ونسب کیا ہے میں نے کہا کہ وہ ہم میں اونچے نسب کے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کیا اس کے آباواجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا اس کا اتباع کرنے والے طاقتور حضرات ہیں یا کمزور میں نے کہا کمزور لوگ۔ اس نے پوچھا کیا ان کی تعداد بڑھتی یا گھٹتی ہے۔ میں نے کہا کہ بڑھتی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا تم ان سے قتال کرتے ہو میں

نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے میں نے کہا کہ برابری کا درفہ رہتا ہے۔ کبھی وہ ہم پر غالب آتے ہیں اور کبھی ہم ان پر غالب آتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا وہ عذر کرتا ہے میں نے کہا نہیں، البتہ ہم نے ان سے ایک مدت تک کے لئے معاہدہ کر رکھا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا برتاؤ وہ ہم سے کرتے ہیں۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اس جملے کے علاوہ میں نے کوئی بات اپنے طرف سے نہیں کہی۔ اس نے پھر کہا کہ کیا ایسی باتیں اس سے پہلے بھی کسی نے کی تھیں۔ میں نے کہا نہیں پھر وہ اپنے ترجمان سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ ان لوگوں کہ میں نے تم سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اعلیٰ نسب کا ہے۔ لہٰذا رسول ایسے ہی معزز خاندان میں بھیجے جاتے ہیں پھر میں نے پوچھا کہ کیا اس کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوا ہے۔ تم نے کہا نہیں لہٰذا اگر اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو اس بات کی امید کی جاسکتی تھی کہ اپنے باپ کی بادشاہت کو دوبارہ طلب کر رہا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ بتا اس کے متبعین طاقتور لوگ ہیں یا کمزور لوگ تم نے جواب دیا کمزور لوگ لہٰذا رسول کے متبعین ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم لوگ اس شخص کو نبوت سے پہلے جھوٹا سمجھتے تھے تم نے کہا نہیں لہٰذا مجھے پتہ چل گیا کہ جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا وہ خدا پر کیسے جھوٹ باندھے گا، میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص ناراض ہو کر اس کے دین سے مرتد ہوتا ہے تم نے کہا نہیں لہٰذا ایمان کی مٹھاس ایسے ہی ہوتی ہے جب وہ سچے دل سے ہو میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کی تعداد بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے تم نے جواب دیا کہ بڑھتی ہے پس ایمان اسی طرح بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مکمل ہو جائے گا۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سے لڑائی کی ہے تم نے کہا ہاں جس میں کبھی ہم ان پر غالب ہوئے اور کبھی وہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو رسولوں کو اسی طرح آزمایا جاتا ہے لیکن آخر میں فیصلہ انہیں کے حق میں ہوگا۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ عذر کرتا ہے تم نے کہا نہیں، سو رسول اسی طرح دھوکے باز نہیں ہوتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اور یہ دعویٰ اس سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا، تم نے کہا نہیں۔ لہٰذا اس سے پہلے اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ شخص اسی

کی اقتداء کر رہا ہے۔ پھر ہرقل مجھ سے پوچھنے لگا کہ وہ کس چیز کا حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا نماز روزہ صلہ رحمی، پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر بات وہی ہے جو تم نے کہا تو وہ یقیناً نبی ہیں۔ مجھے پہلے سے یہ معلوم تھا کہ ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن میرا خیال یہ نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوگا۔ اور اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس صحیح سالم پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے قدم کو دھوتا۔ ان کی بادشاہت میرے اس قدم کی جگہ ضرور پہونچے گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا خط منگا کر پڑھنے لگا، خط کا مضمون یہ تھا۔

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد رسول ﷺ کی جانب سے ہرقل بادشاہ روم کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

سلامتی ہو ان لوگوں پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ حمد و ثنا کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ اور خدا تمہیں دہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہاری رعایا کا بھی گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔

اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تھی۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ال عمران۔64)

اے اہل کتاب اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم صرف خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کا بعض بعض کو رب نہ بنائے خدا کو چھوڑ کر۔ پس اگر وہ اعراض کریں تو ان سے کہو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

جب بادشاہ خط کا یہ مضمون پڑھ چکا تو اس کے پاس شور ہنگامہ مچا اس نے ہم لوگوں کو باہر لے جانے کا حکم دیا چنانچہ ہم باہر چلے گئے۔ پھر اس نے حمص میں واقع اپنے ایک مکان میں عظماء

روم کو جمع ہونے کے لئے کہا جب وہ جمع ہو گئے تو دروازہ بند کر دینے کا حکم دیا، دروازہ بند کر دیا گیا بادشاہ لوگوں کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے رومیوں کی جماعت کیا یہ پسند کرتے ہو کہ صلاح وفلاح میں رہو اور تمہاری مملکت باقی رہ جائے لہٰذا اگر ایسا چاہتے ہو تو اس نبی کی اتباع کر لو یہ سن کر وہ نیل گائے کی طرح بدک کر دروازے کی طرف بھاگے۔ لیکن دروازہ بند تھا۔ ہرقل نے جب ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا، تو دوبارہ انہیں طلب کیا اور کہنے لگا کہ میں تو صرف تمہارے دین کی آزمائش کر رہا تھا۔ لہٰذا تمہیں اپنے مذہب پر متشدد پایا۔ ہرقل کی یہ بات سن کر لوگ خوش ہو گئے اور اس کا سجدہ کیا۔

یہ روم کے اس بادشاہ کی حالت تھی جو بہت بڑا عالم سمجھا جاتا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو پہچانا آپ کی صداقت کا اقرار بھی کیا لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دی خود بھی اسلام لانے کا ارادہ کیا یہ بھی اقرار کیا کہ اس نبی کی بادشاہت میرے ملک پر بھی ہوگی لیکن جب اس کے ساتھی بدک کر بھاگے جیسے کہ جنگلی گدھے شیر سے بھاگتے ہیں تو وہ اپنی بادشاہت اور حکومت کے چھن جانے کے خوف سے باطل پر مصر رہا۔ اور اسلام لانے سے انکار کر گیا۔

لیکن اس کے مقابلے میں حبش کے بادشاہ نجاشی نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ صلیب پرست صلیب کی پوجا ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ اور توحید کی طرف مائل نہیں ہو سکتے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ خفیہ طور پر ایمان لے آیا اور اپنا ایمان چھپائے رکھا کیونکہ ان کے سامنے اظہار کرنا بہت مشکل کام تھا۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس اسلام کا پیغام لے کر بھیجا۔ عمرو بن امیہ نے اس سے جا کر کہا کہ اے میرے اصحمہ (نجاشی کا نام) میرے ذمہ یہ ہے کہ میں آپ سے بیان کروں اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اس کو سنیں آپ ہماری جانب سے نرمی کے مستحق ہیں اور ہمیں آپ کی جانب سے پورا اعتماد حاصل ہے۔ کیونکہ جس چیز کی بھی امید ہم نے آپ سے کی ہے وہ ہمیں حاصل ہوئی ہے اور جس چیز کا خوف ہمیں آپ سے ہوا

ہے اس سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ ہم نے آپ کی زبان ہی سے آپ کے خلاف حجت پکڑی ہے۔ انجیل ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا شاہد ہے، جس کی تردید نہیں کی جاسکتی اور ایسا قاضی ہے جو ظلم نہیں کرسکتا، ورنہ آپ کا طریقہ حضور کے معاملے میں ایسے ہی ہوگا جیسے کہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ یہود کا طریقہ تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قاصدوں کو مختلف لوگوں کے پاس بھیجا ہے لیکن جو توقع آپ سے وابستہ کررکھا ہے وہ غیر سے نہیں۔ آپ ﷺ اس چیز پر آپ کی جانب سے مطمئن ہیں، جس کا غیروں سے خوف ہے۔ کیونکہ گذشتہ واقعے نے یہ ثابت کردکھایا ہے، جس پر آپ کو اجر ملنے والا ہے۔

نجاشی نے کہا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہی وہ نبی امی ہیں جس کا انتظار اہل کتاب کررہے تھے اور جس طرح حضرت موسیٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک گدھے کے سوار کا ذکر بطور پیشنگوئی کیا تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ کی بشارت راکب جمل کے ساتھ حضور کے حق میں ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے نجاشی کے پاس یہ خط لکھا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط ہے محمد رسول ﷺ کی جانب سے حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔"

تم سلامت رہو میں تم سے اس خدا کی تعریف بیان کرتا ہون جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے جو نہایت مقدس سراسر سلامتی وامن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے روح اور اس کے ایسے کلمے ہیں جس کو اس نے مریم بتول کی طرف ڈالا ہے جو کہ بالکل طاہرہ اور محصنہ ہیں۔ انھیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ خدا نے عیسیٰ کو روح اور نفخ سے اس طرح پیدا کیا۔ جیسا کہ حضرت آدم کو اس نے اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا، اب میری دعوت یہ ہے کہ خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان لے آؤ اور ہمیشہ کے لئے اس کے مطیع وفرمانبردار بن جاؤ اور میری اتباع کرو اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کرو کیوں کہ میں

اللہ کا رسول ہوں۔ میں تم کو اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ عزوجل کا حکم پہونچا دیا اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلامتی ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی نے اس خط کا جواب یہ دیا۔

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے۔ اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر خدا کی سلامتی اور رحمت وبرکت نازل ہو، اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا، عیسیٰ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے، آسمان وزمین کے رب کی قسم وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں، ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے۔ اور آپ کے چچیرے بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں، میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، سچے ہیں۔ اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں، میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔

مصر کے اندر نصرانی بادشاہ مقوقس نے رسول ﷺ کو پہچان لیا تھا لیکن اس کے باوجود اپنی بادشاہت کی لالچ میں اور صلیب پرست نصاریٰ کو اپنے مذہب پر متشدد پاکر اسلام لانے سے انکار کردیا۔

واقدی کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کے پاس ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط محمد بن عبداللہ کی جانب سے نصرانی بادشاہ مقوقس کے نام

سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ حمد وثنا کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت

دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے۔ اور اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا اور اگر تم نے اعراض کیا تو مصر کے تمام نصاریٰ کا گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔

اہل کتاب اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض کو خدا کو چھوڑ کر رب نہ بنائے پس اگر وہ اعراض کریں تو ان سے کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر خط پر مہر لگا دیا۔

اس خط کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ لے کر اس کے پاس اسکندریہ آئے۔ اور اس کے دربان سے ملے دربان نے ان کو فوراً بادشاہ کے پاس پہونچا دیا، حضرت حاطب نے اس سے کہا کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جو اپنے کو " انا ربکم الاعلیٰ " کہتا تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا اور زبردست انتقام لیا۔ لہٰذا تم غیروں سے عبرت حاصل کرو اور اپنے آپ کو اس طرح نہ بناؤ کہ دوسرے لوگ تم سے عبرت حاصل کریں۔ مقوقس نے کہا ذرا قریب آجاؤ وہ قریب ہو گئے اور کہنا شروع کیا۔ اے بادشاہ ہم لوگ بھی ایک دین پر تھے اور اس کو کبھی نہ چھوڑتے اگر اس سے بہتر خدا کا دین اسلام جو تمام ادیان سے بے نیاز کر دیتا ہے اور تنہا کافی ہے ہم کو میسر نہ ہو گیا ہوتا۔ اس نبی نے لوگوں کو دعوت دی چنانچہ سب سے زیادہ سختی قریش نے برتی اور سب سے زیادہ دشمنی یہود نے کی اور نصاریٰ ان کے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم، جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہے۔ اور ہم تم کو قرآن کی طرف ایسے ہی بلاتے ہیں جیسے تم اہل توراۃ کو انجیل کی طرف بلاتے ہو۔ ہر نبی کو ایک قوم ملی جو ان کی امت کہلاتی لہٰذا اس قوم پر واجب ہے کہ اس نبی کی اتباع کریں۔ اور تم نے اس نبی کا زمانہ پالیا اس لئے تمہارے اوپر واجب ہے کہ اس نبی کی اتباع کرو۔

اور میں تم کو حضرت مسیح کے دین سے روکتا نہیں ہوں بلکہ اسی کا حکم دیتا ہوں۔ مقوقس نے کہا کہ میں نے اس نبی کے معاملے میں غور کیا لیکن اس کے اوامر ونواہی کو ایسا نہیں پایا جس سے کنارہ

کشی اختیار کی جائے۔ نہ ہی میں نے اس کو گمراہ جادوگر اور جھوٹا کاہن پایا۔ بلکہ اس کے پاس نبوت کے اوزار ملے جس کو میں نے فال نکال کر اور علم نجوم کے ذریعہ معلوم کیا۔ پھر حاطب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفتیں بیان کیں اور کہنے لگا کہ میری رعایا آپ کی اتباع کرنے میں میری موافقت نہیں کرے گی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہماری گفتگو کا علم بھی انھیں نہ ہو سکے کیونکہ میں اپنی سلطنت کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں اور اس کا زیادہ حریص ہوں لیکن سن لو عنقریب اس نبی کے ساتھی اس کے بعد ہمارے ملک پر غلبہ پائیں گے اور میرے اس صحن میں بھی اتریں گے۔ پس تم اپنے نبی کے پاس لوٹ جاؤ۔

اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لیا اور اس کو ہاتھی کے دانت کے ڈبیہ میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ پھر اپنے ایک عربی لکھنے والے کاتب کو بلایا اور یہ مضمون لکھنا شروع کیا۔

شروع کرتا ہوں میں اس خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ کی خدمت میں مقوقس بادشاہ مصر کی جانب سے

آپ پر سلامتی ہو میں نے آپ کا خط پڑھا اور آپ کے مضمون وپیغام کو سمجھا۔ یہ بات معلوم تھی کہ ایک نبی کا زمانہ ابھی باقی ہے لیکن میرا خیال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہوگا میں نے آپ کے قاصد کی عزت افزائی کی اور آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ دو ایسی لونڈیاں بھیج رہا ہوں، جن کا مصر میں بڑا مرتبہ ہے اور کپڑا نیز ایک خچر آپ کی سواری کے لئے دی ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔

اس سے زیادہ اس نے نہیں لکھا، دو لونڈیاں جن کو اس نے بھیجا تھا وہ ماریہ قبطیہ اور سیرین تھیں۔ بغلہ آپ کا مشہور خچر دلدل تھا، جو کہ حضرت معاویہ کے زمانے تک باقی رہا۔ حاطب کہتے ہیں کہ میں نے اس کی ساری باتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیں، آپ نے فرمایا کہ خبیث نے اپنی بادشاہت کی لالچ کی حالانکہ اس کی بادشاہت کے لئے بقا نہیں۔

اسی طرح نصاریٰ کے بادشاہوں میں جلندی کے دو بیٹے عمان اور اس کے اردگرد کے بادشاہ

تھے وہ اپنی رضامندی سے اسلام لائے۔ ان کا قصہ میں بیان کرتا ہوں، رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ان کے پاس جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ کی جانب سے جیفر بن جلندی اور عبید بن جلندی کے نام تم دونوں اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے، میں خدا کا رسول ہوں اور تمام لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہوں تا کہ جو زندہ لوگ ہیں ان کو ڈراؤں اور کافروں پر عذاب کا قول حق ہو جائے۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو میں تم دونوں کو تمہاری جگہوں کا والی برقرار رکھوں گا، لیکن اگر انکار کیا تو تمہاری ملکیت تم سے زائل ہو جائے گی اور ہمارے گھوڑسوار تمہارے صحن میں جا اتریں گے اور ہماری نبوت دونوں کی بادشاہت پر غالب آئے گی پھر مہر لگا کر عمرو بن عاص کے بدست اسے بھیج دیا۔ عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر عمان پہنچا وہاں پہنچنے کے بعد پہلے عبید سے ملا یہ اپنے بھائی کی نسبت زیادہ عقلمند، نرم خو خوش اخلاق تھے، میں نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبید نے کہا، میرا بھائی، عمر میں مجھ سے بڑا اور بڑے ملک کا مالک ہے۔ میں تمہیں اس کی خدمت میں پہونچادوں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ اکیلے خدا کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول ہیں۔

عبید نے کہا۔ عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے بتا کہ تیرے باپ نے کیا کیا کیونکہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ وہ مر گیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا کاش وہ ایمان لاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی کا اقرار کرتا۔

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبید۔ تم کب سے محمد کے پیرو ہو گئے۔

عمرو بن عاص۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔

عبید۔ کہاں

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبید وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

عمرو بن عاص۔ اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

عبید۔ (تعجب ہے) کیا بشپ پادریوں نے بھی

عمرو بن عاص۔ ہاں

عبید۔ دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو۔ انسان کے لئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔

عمرو بن عاص۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا، اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبید۔ ہرقل نے کیا کہا، کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے۔

عمرو بن عاص۔ ہاں

عبید۔ تم کیونکر ایسا کہہ رہے ہو۔

عمرو بن عاص۔ نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا، جب سے مسلمان ہوا، کہہ دیا ہے کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔

ہرقل تک یہ بات پہونچ گئی۔ ہرقل کے بھائی نیاق نے کہا۔ یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے، اور حضور کے دین کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا پھر کیا ہوا اس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کرلیا میں کیا کروں۔ بخدا اگر مجھے اس شہنشاہی کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبید۔ دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو۔

عمرو بن عاص۔ قسم ہے خدا کی سچ کہہ رہا ہوں۔

عبید۔ اچھا بتاؤ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔

عمرو بن عاص۔ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں، اور معصیت الٰہی سے روکتے ہیں وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔

عبید۔ کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں کاش میرا بھائی میری دعوت قبول کرے ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لائیں۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کا زیادہ حریص ہے اور وہ اسے چھوڑ دوسرا دین اختیار نہیں کرے گا۔

عمرو بن عاص۔ اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ملک کا بادشاہ برقرار رکھیں گے۔ آپ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے فقراء میں تقسیم کرا دیا کریں گے۔

عبید۔ یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے۔

عمرو بن عاص نے زکوۃ کے مسائل بتائے جب یہ بھی بتایا کہ اونٹ میں بھی زکوۃ ہے تو وہ کہنے لگا کیا وہ ہمارے مویشیوں میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی جا پیتا ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ ہاں اونٹوں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔

عبید۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ میری قوم کہ لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک پھیلے ہوئے۔ وہ اس حکم کو مان لیں گے۔

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھیرے رہے عبید روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیتا۔ ایک روز عمرو بن عاص کو بادشاہ نے طلب کیا، چوبداروں نے نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، بادشاہ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ چوبداروں نے چھوڑ دیا، یہ بیٹھنے لگے چوبداروں نے پھر ٹوکا، انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا، بادشاہ نے کہا۔ بولو

تمہارا کیا کام ہے۔

عمرو بن عاص نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اس نے بھی پڑھا اور عمرو بن عاص نے دیکھا بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ قریش کا کیا حال ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا، سب نے طوعاً و کرھاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں۔

عمرو بن عاص۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی کریم ﷺ ہی کو اپنا لیا ہے اور پوری غور و فکر نیز عقل و تجربے سے نبی کریم ﷺ کی جانچ کر لی ہے، اور میرا خیال ہے کے اس دائرے میں آنے سے صرف تم ہی باقی رہ گئے ہو۔ اور آج تم نے اطاعت نہیں کی تو ہمارے سوار تم کو روند ڈالیں گے اور تمہاری سلطنت برباد کر دیں گے لہٰذا تم ایمان لے آؤ محفوظ رہو گے، اور تم اپنی قوم کے حکمران برقرار رہو گے، تمہارے پاس کوئی لشکر نہیں آئے گا۔

بادشاہ نے کہا۔ آج تم مجھے مہلت دو کل پھر ملنا۔

عمرو بن عاص دوسرے روز بادشاہ کے بھائی سے پہلے ملے وہ بولا کے اگر اس کی حکومت کو خطرہ لاحق نہ ہو تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔ عمرو بن عاص پھر بادشاہ کے پاس آئے لیکن اس نے ملنے کی اجازت نہیں دی پھر بادشاہ کے بھائی کے پاس آئے چنانچہ اس نے بادشاہ تک انھیں پہنچا دیا بادشاہ نے کہا، میں نے اس معاملے میں غور کیا، دیکھو میں اگر ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا، حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ جس کا تمہیں کبھی سابقہ نہ پڑا ہو۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ ٹھیک ہے میں کل واپس چلا جاؤں گا، جب اسے میرے نکلنے کا یقین ہو گیا تو اس کا بھائی اسے تنہائی میں لے گیا اور اس سے کہا کہ جس پوزیشن میں ہم ہیں وہ اسے معلوم ہے، اور جس کے پاس بھی قاصد بھیجا ہے سب نے اس کی اطاعت کی ہے، پھر جب صبح ہوئی تو اس نے مجھے بلایا اور دونوں مسلمان ہو گئے، عمرو بن عاص کہتے ہیں پھر دونوں تنہائی میں ملے اور صدقہ نیز اپنے دیگر احکامات کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور یہ لوگ ہمارے دشمنوں کے خلاف ہمارے مددگار ثابت ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم یمامہ ہوذہ بن علی حنفی کے پاس خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے ہوذہ بن علی کے نام

سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی جان لو کہ میرا دین پوری روئے زمین پر غالب ہو گا لہٰذا تم بھی اسلام لے آؤ۔ محفوظ رہو گے اور تمہارے پاس جو کچھ ہے اس کو میں برقرار رکھوں گا۔

اس وقت اس کے پاس نصاریٰ کے بادشاہوں میں سے دمشق کا بادشاہ موجود تھا۔ ہوذہ نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا۔ اور اس سے کہا کہ اس نبی کا پیغام میرے پاس آیا ہے۔ بادشاہ دمشق نے کہا کہ تم اس کی دعوت کیوں قبول نہیں کر لیتے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے دین پر ہوں اس لئے اپنی قوم کا بادشاہ ہوں لیکن اگر اس نبی کی اتباع کر لی تو بادشاہت سے ہٹا دیا جاؤں گا، اس نے کہا ایسی بات نہیں خدا کی قسم اگر تم نے اتباع کر لی تو وہ ضرور تم کو بادشاہ بنائیں گے، لہٰذا ان کی اتباع ہی میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔ یقیناً یہی وہ نبی ہیں جن کے بارے میں عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی، خدا کی قسم انہیں کا تذکرہ انجیل میں ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب کو حارث بن ابی شمر حاکم دمشق کے پاس خط لے کر بھیجا۔

خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام

سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی، میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم صرف ایک خدا پر ایمان لے آؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہاری بادشاہت باقی رہے گی۔ اتنا لکھ کر آپ نے مہر لگا دی۔

شجاع بن وہب اس خط کو لے کر نکلے۔ ان کا بیان ہے کہ میری ملاقات اس کے دربان سے ہوئی وہ اس وقت قیصر کی مہمان نوازی میں تھا جو کہ حمص سے خدا کا شکر بجا لانے کے لئے ایلیا آیا تھا، کیونکہ اللہ نے فارس کا لشکر اس سے ہٹا دیا تھا۔ میں اس کے دروازے پر دو یا تین دن ٹھہرا رہا پھر میں نے اس کے دربان سے کہا کہ میں اللہ کے رسول کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ فلاں دن تک تم اس سے نہ ملو اور خود وہ رومی دربان جس کا نام مری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے متعلق مجھ سے پوچھتا رہا، میں اس سے بیان کرتا تھا میری باتیں سن کر اس پر رقت طاری ہو جاتی اور بے ساختہ رونا شروع کر دیتا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے انجیل پڑھی ہے اس کو بعینہ اس نبی کے اندر موجود پاتا ہوں میرا خیال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہو گا لیکن عرب میں ہوا، پھر بھی میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن مجھے حارث بن ابی شمر کی جانب سے اپنے نفس کے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر یہ دربان میری عزت کرنے لگا اور خوب خاطر مدارات کی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ حارث کی جانب سے میں ناامید رہوں، کیونکہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔ ایک دن حارث نکلا اور اپنے سر پر تاج رکھ کر بیٹھا۔ اس نے مجھے بلایا میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے خط پڑھا پھر کہنے لگا کہ

مجھ سے میری ملکیت کون چھین سکتا ہے میں اس کے پاس جاؤں گا اور اگر وہ یمن میں ہوگا تب بھی اس کو لاؤں گا میرے پاس لوگوں کو بلاؤ اسی طرح وہ رات آنے تک بیٹھا رہا اور بکواس کرتا رہا، اس نے گھوڑوں کو نعل پہنانے کا حکم صادر فرمایا، پھر مجھ سے کہنے لگا کہ جو چاہو تم اپنے صاحب سے کہ دینا۔ اس نے قیصر کے پاس بھی میری اطلاع بھیجی۔ قاصد نے وہ خط لے جا کر قیصر کو مقام ایلیا میں دیا۔ اس وقت قیصر کے پاس وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کے پاس خط دے کر بھیجا تھا۔ جب قیصر نے حارث کا خط پڑھا تو اس کا جواب یہ لکھ کر دیا کہ تم اس نبی کے پاس مت جاؤ بلکہ مجھ سے ایلیا میں آ کر ملو۔

خط کا یہ جواب میری موجودگی میں آیا، پھر اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا کہ تم اپنے نبی کے پاس واپس کب جاؤ گے۔ میں نے کہا کل۔ چنانچہ اس نے میرے لئے سو مثقال سونا دینے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے دربان مری نے بھی مجھے نفقہ اور کپڑا دیا، پھر مری مجھ سے کہنے لگا کہ میرا سلام اللہ کے رسول تک پہنچا دینا اور آپ کو یہ بتا دینا میں آپ کے دین کا پیرو ہوں، میں وہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا اور حالات سے باخبر کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کی سلطنت برباد ہوگئی۔ پھر میں نے مری کا سلام آپ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے قول کو بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔

میں نے چند جماعتوں کے بادشاہوں اور ان کے اکابرین کے تذکرے پر اکتفاء کیا ہے۔ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تھی انھیں لوگوں کی موافقت چند کو چھوڑ کر اکثر لوگوں نے بھی کی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ یا تو معاہد تھے جو جزیہ دے کر ذلت کی زندگی گذارتے یا وہ لوگ تھے جو آپ سے خوف زدہ تھے۔ غرض کہ پوری روئے زمین کے لوگوں کی آبادی صرف تین حصوں پر مشتمل تھی۔ جس میں ایک طبقہ مسلمانوں کا تھا، دوسرا معاہدین کا، تیسرا طبقہ خائفین ومرعوبین کا اور اگر تمام یہودیوں کے مقابلے میں صرف ان کے سردار عبداللہ بن سلام ہی نے اس زمانے میں اسلام قبول کر لیا تو یہ سب پر بھاری ہے۔ جب کہ ان کے علاوہ بھی

بہت سے سرداروں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ بخاری شریف میں اس طرح ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو تمام اہل مدینہ کی زبان پر یہ کلمات تھے رسول آگئے...... رسول آگئے۔ لوگ جمع ہو کر آپ کو دیکھنے لگے، عبداللہ بن سلام نے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع اس وقت سنی جب کہ وہ کھجور کے درخت پر چڑھ کر اپنے گھر والوں کے لئے کھجوریں توڑ رہے تھے۔ انھوں نے فوراً کھجور کا برتن رکھ دیا۔ اور آنحضور کی خدمت میں پہونچے، انھوں نے آپ کی باتیں سنیں وہاں سے پھر گھر واپس چلے آئے جب آپ تنہائی میں ہوئے تو عبداللہ بن سلام دوبارہ گئے اور کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ درحقیقت اللہ کے نبی ہیں، اور آپ حق لے کر آئے ہیں، یہود مجھے اپنا سردار اور سردار کا بیٹا نیز ایک بلند پایہ عالم اور عالم کا بیٹا سمجھتے ہیں، لہٰذا آپ انھیں بلائیں اور میرے اسلام لانے کو ان کے نہ جاننے سے پہلے ان کی رائے میرے بارے میں دریافت کریں اور پھر ملاحظہ فرمائیں کہ میرے اسلام لانے سے ناواقف ہوتے ہوئے وہ مجھے کیا مقام دیتے ہیں، کیونکہ ان کو میرے قبول اسلام کا علم ہوگیا تو پھر مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ اور عیب بیان کریں گے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ جب وہ آگئے، تو آپ نے فرمایا، اے یہود کی جماعت خدا سے ڈرو، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، تم جانتے ہو کہ میں نبی برحق ہوں، اور حق کی دعوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، لہٰذا اسلام لے آؤ، انھوں نے کہا کہ ہم اس کو نہیں جانتے، آپ تین مرتبہ اپنی بات دہراتے ہیں، لیکن ہر مرتبہ وہ اسی طرح جواب دیتے رہے پھر آپ نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں سے کیسے آدمی ہیں کہنے لگے وہ ہمارے سردار کے فرزند ہیں، ہم میں ایک بلند پایہ عالم ہیں اور عالم کے صاحبزادے ہیں آپ نے فرمایا اگر وہ اسلام لے آئیں تو تم کیا کرو گے۔ انھوں نے کہا ہرگز نہیں وہ ایسا نہیں کریں گے آپ نے عبداللہ بن سلام کو آواز دی اور ان کے سامنے آنے کے لئے کہا، چنانچہ وہ اوٹ سے باہر آگئے اور ان کو

مخاطب کر کے کہا، اے گروہ یہود خدا کا خوف کرو اور جو دین حضور کے ذریعہ آیا ہے۔ اسے اپنالو۔ کیونکہ خدا کی قسم تم خوب سمجھتے ہو کہ آپ اللہ کے برحق فرستادہ ہیں اور حق لے کر آئے ہیں، یہود کہنے لگے تم جھوٹے ہو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مجلس برخاست کر دی۔

صحیح بخاری میں حمید کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ جب عبداللہ بن سلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کے اطلاع ملی، تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ سے کہنے لگے کہ میں آپ سے بطور آزمائش آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ جس کا جواب صرف نبی ہی بتا سکتا ہے، پہلا یہ کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کون سی ہوگی، دوسرا سوال یہ کہ اہل جنت کا کھانا سب سے پہلے کیا ہوگا۔ تیسرا سوال یہ کہ بچہ اپنی ماں یا باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے ابھی مجھے اس کے متعلق خبر دی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ حضرت جبرئیل تو ہمارے دشمن ہیں، آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(البقرہ۔97)

کہو (اے محمد) کہ جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو وہ کان کھول کر سن لے) کہ قرآن کو اللہ نے تمہارے دل پر اپنے فرمان کے تحت اتارا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ لوگوں پر مشرق سے لے کر مغرب تک ایک آگ نمودار ہوگی، اور اہل جنت کے سامنے سب سے پہلے جو کھانا پیش کیا جائے گا، وہ مچھلی کے دل کا کباب ہوگا اور جب عورت کے پانی پر مرد کا پانی غالب آتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے، اسی طرح جب مرد کے پانی پر عورت کا پانی غالب آتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے، عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ اس کے رسول ہیں۔ یہود قوم بہت ہی بہتان طراز ہے، اگر انھیں میرے اسلام لانے کی اطلاع مل گئی ہوگی، اس کے بعد میرے متعلق آپ ان سے پوچھیں گے۔ تو میری عیب جوئی کریں گے۔ اور

بہتان لگائیں گے، پھر یہود آپ کے پاس آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام کا تمہارے یہاں کیا درجہ ہے۔ ہے۔ انہوں نے کہا ہم میں معزز مانے جاتے ہیں۔ اور معزز باپ کے بیٹے بھی ہیں، اور ہمارے سردار ہیں، نیز سردار کے بیٹے بھی ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر عبداللہ بن سلام ایمان لے آئیں تو تم کیا کرو گے انھوں نے کہا کہ اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے اتنے میں عبداللہ بن سلام نکلے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ بہت برا آدمی ہے اور برے آدمی کا بیٹا ہے، غرض کہ عیب بیان کرنا شروع کر دیا عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اسی چیز سے ڈرتا تھا۔

ابن اسحٰق نے عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا ہے، ان کے ایک عزیز نے روایت کی ہے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں نے جب اللہ کا پیغام لانے والی ہستی کے بارے میں سنا، تو آپ کی صفات آپ کے نام اور آپ کے زمانے کو پہچان لیا، کیونکہ ہم اس کے انتظار میں تھے، تو اس اطلاع پر میں دل ہی دل میں خوشی محسوس کر رہا تھا، لیکن زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ یہاں تک کہ رسول خدا مدینہ آ پہنچے، جب آپ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے گھرانے میں پہنچے۔ تو ایک شخص آیا اور اس نے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع مجھے اس حالت میں دی کہ میں اپنے کھجور کے درخت کی چوٹی پر چڑھا، کام میں مصروف تھا، میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نیچے بیٹھی تھیں، میں نے جو تشریف آوری کی خبر سنی تکبیر بلند کی، پھوپھی نے میری تکبیر سن کر مجھ سے کہا۔ خدا تجھے غارت کرے تجھے اگر موسیٰ بن عمران کی آمد کا مژدہ ملا ہوتا، تو اس سے بڑھ کر اظہار مسرت نہ کرتا، میں نے کہا پھوپھی جان خدا کی قسم، یہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں، اور انھیں کے دین پر کاربند ہیں۔ یہ وہی پیغام لائے ہیں جو موسیٰ لائے تھے اس پر وہ کہنے لگیں اے میرے برادر زادے کیا وہی نبی ہے جس کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی کے قریب بھیجے جائیں گے، میں نے کہا کہ ہاں وہ یہی ہیں، پھر میں آپ کی خدمت میں پہنچا، اور میں نے اسلام قبول کر

لیا، پھر اپنے گھر والوں کے پاس آیا، اور ان کو بھی دعوت دی، سو وہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، لیکن یہودیوں سے میں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ یہود ایک بہتان طراز گروہ ہے۔ اور ان کے فساد احوال کو بے نقاب کرنے کے لئے آپ مجھے اپنے گھر میں پس پردہ بٹھا دیں اور ان کی نگاہوں سے مخفی رکھ کر ان کی رائے میرے بارے میں دریافت فرمائیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا کہ عبداللہ بن سلام کو گھر میں آڑ کے پیچھے بٹھا دیا، ادھر یہودی حضرات آپہنچے باتیں ہوئیں، سوالات پوچھتے رہے، اور آپ جواب دیتے رہے، آخر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں کہنے لگے وہ ہمارے سردار ہیں، اور ہمارے ایک سردار کے فرزند ہیں، ہمارے ایک مرد جلیل ہیں، اور بلند پایہ عالم ہیں، جب وہ سب کہہ چکے، تو میں اوٹ سے باہر آیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا۔ اے گروہ یہود خدا کا خوف کرو اور جو دین حضور کے ذریعہ آیا ہے اسے اپنا لو، کیونکہ خدا کی قسم تم خوب سمجھتے ہو۔ کہ آپ اللہ کے فرستادہ ہیں، تم حضور کے اسم گرامی اور آپ کی صفات کا تذکرہ اپنے یہاں توراۃ میں لکھا دیکھتے ہو، تو میں تو گواہی دیتا ہوں کہ حضور خدا کے رسول ہیں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں، اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کو پہچانتا ہوں، یہودیوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے تم جھوٹے ہو، اور پھر میرے پیچھے پڑ گئے میں نے اللہ کے رسول سے عرض کیا کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ یہ ایک باطل پسند گروہ ہے۔

غدر، جھوٹ اور برائی میں ملوث لوگ ہیں، پھر میں نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے اسلام کا اعلان کیا میری پھوپھی بنت حارث بھی اسلام لے آئیں اور ان کا اسلام بہتر رہا۔

مسند امام احمد اور ان کے علاوہ لوگوں کی روایت ہے کہ حضور کا لوگ شدت کے ساتھ انتظار کرتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو تمام لوگوں کی زبان پر یہی بات تھی کہ حضور آگئے حضور آگئے لوگوں کے ساتھ میں بھی حضور کو دیکھنے آیا، میں نے آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سب سے پہلی بات جو میں نے آپ کی زبان

سے سنی وہ یہ تھی کہ لوگوں کھانا کھلاؤ، سلام کا پرچار کرو، صلہ رحمی کرو، اور نماز اس حالت میں اٹھ کر پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، جس کی وجہ سے تم جنت میں امن سے داخل ہو گے۔ غرض کہ ان کے علماء اور جلیل القدر حضرات بالکل اسی آیت کے مطابق تھے، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے بیان کیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرۃ۔146)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے، وہ آپ کو اسی طرح پہچانتے ہیں، جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

لہٰذا جو کچھ لوگوں نے اللہ اس کے رسول نیز دار آخرت اختیار کیا اور کچھ لوگوں نے دنیا کو ترجیح دی اور حسد و کبر کے داعی کی اطاعت کی۔

موسیٰ بن عقبیٰ کے مغازی میں زہری سے روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت مدینہ میں چند بت تھے، جن کی عبادت پر بعض اہل مدینہ مصر تھے، لیکن ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے جا کر ان کو ڈھا دیا۔

حی بن اخطب جو کہ ام المومنین حضرت صفیہ کے باپ ہیں، ان کے بھائی ابو یاسر بن اخطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے۔ اور آپ سے گفت و شنید ہوئی۔ پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے۔ یہ واقعہ تحویل قبلہ سے پہلے کا ہے۔ ابو یاسر نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے میری قوم میری اطاعت کرو۔ کیونکہ جس چیز کا تم انتظار کر رہے تھے۔ اللہ نے اس کو تمہارے سامنے حاضر کر دیا، لہٰذا ان کی اتباع کر لو۔ اور مخالفت نہ کرو، پھر اس کا بھائی اور یہود کا سردار حی بن اخطب اس کی باتوں کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ دونوں بھائی بنو نضیر کے تھے۔ اس نے بھی آپ سے گفت و شنید کی، پھر اپنی قوم کے پاس واپس گئے۔ ان کی قوم ان کی باتوں کو مانتی تھی۔ اس نے ان سے کہا کہ میں اس آدمی کے پاس سے ہو کر آیا ہوں میں ہمیشہ اس سے دشمنی کروں گا۔ اس کے بھائی ابو یاسر نے کہا۔ کہ اے میرے بھائی تم اس معاملے

میں میری بات مان لو پھر دوسرے امور میں تمہیں اختیار ہے چاہے ماننا یا نہ ماننا اس نے کہا خدا کی قسم میں تمہاری اطاعت نہیں کروں گا۔ لہٰذا شیطان اس پر مسلط ہو گیا۔ اور اس کی قوم نے اس کی اتباع کر لی۔

ابن اسحٰق نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں اپنے والد اور چچا کی نگاہ میں ساری اولاد سے زیادہ چہیتی تھی، اور دونوں ہمہ وقت ساتھ رکھتے تھے۔ جب رسول خدا مدینہ آئے اور قبا میں قیام فرمایا، تو میرے والد حیی بن اخطب اور چچا ابو یاسر بن اخطب منہ اندھیرے ملاقات کے لئے گئے۔ لوٹے تو غروب آفتاب کا وقت تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بہت تھکے ماندے اور پریشان خاطر ہیں، وہ بہت دھیمے انداز میں چلے آ رہے تھے۔

میں معمول کے مطابق مسکراتی ہوئی ان کی طرف متوجہ ہوئی، لیکن بخدا پریشانی کے مارے دونوں میں سے کسی نے میری طرف التفات نہ کیا، میرے چچا ابو یاسر میرے والد سے کہہ رہے تھے کیا یہ وہی پیغمبر موعود ہے۔ والد نے کہا، ہاں خدا کی قسم، چچا نے پھر پوچھا کیا تم نے اسے پہچان لیا ہے۔ اور یقین کر لیا ہے والد نے جواب دیا ہاں، اس پر چچا نے دریافت کیا، پھر اس کے لئے تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے۔ والد نے کہا دشمنی، میں جب تک زندہ رہوں گا خدا کی قسم دشمنی کروں گا۔

ابن اسحٰق نے عبداللہ بن عباس کی ایک روایت بیان کی ہے۔ جب عبداللہ بن سلام ثعلبہ بن شعبہ اسد شعبہ اسید بن عبید وغیرہ یہودی حضرات ایمان لے آئے اور اسلام کے شیدائی بن گئے، تو یہودیوں میں جو لوگ آپ کی نبوت کے منکر تھے۔ وہ کہنے لگے کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہم میں بدترین لوگ ہیں، اگر وہ اچھے ہوتے، تو اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر غیر کا مذہب نہ اختیار کرتے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (آل عمران۔114-113)

اہل کتاب میں جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت رات کی گھڑیوں میں کیا کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں۔ نیز بھلائی میں سبقت کرتے ہیں، وہی لوگ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

تورات وانجیل میں نبی کریم ﷺ کی صفات کا تذکرہ کرنا یہ زیادہ بلیغ ہے بنسبت اسکے کہ صرف آپ کا نام ذکر کیا جاتا

معترض کا اعتراض یہ ہے کہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام توراۃ وانجیل کے اندر موجود تھا، لیکن یہودیوں نے دولت و ریاست کی خاطر اس کو مٹا دیا۔ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں۔ کیا مشرق و مغرب شمال وجنوب کے تمام لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں سے آپ کا نام مٹا دیا ہوگا، بلکہ یہ تو اس قدر محیر العقول بات ہے کہ زبان سے کرنے والی بات کا انتساب اس قدر محیر العقول نہیں، کیونکہ زبان سے انکار کرنے کے بعد رجوع ممکن ہے لیکن نام مٹا دینے کے بعد رجوع محال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال کی بنیاد ہی درحقیقت کج فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ توراۃ اور انجیل میں آپ کا نام لفظ محمد کے ساتھ مذکور تھا۔ لیکن پوری دنیا کے یہود و نصاریٰ نے مل کر اس نام کو مٹا دیا ہے۔ اور دونوں کتابوں سے اسے بالکل خارج کر دیا ہے اور اس کی وصیت بھی مشرق و مغرب قرب و بعد ہر جگہ کر دی تھی۔

حالانکہ مسلمانوں کے کسی عالم نے بھی ایسی بات نہیں کہی ہے۔ نہ خدا نے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ نہ یہ قول

صحابہ کرام اور ائمہ دین کا ہے نہ ہی علماء تفسیر اور تاریخ نویسوں نے یہ بات لکھی ہے، ہاں اگر چند لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔ تو یہ معمولی قسم کے عوام الناس ہیں، جنھوں نے اس کے ذریعہ دین کی مدد کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ دین کی مدد نہیں، بلکہ اس کو ضرر پہونچانا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ جاہل دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔ کیونکہ دانا دشمن کے مقابلہ میں جاہل دوست سے نقصان زیادہ پہونچتا ہے، بلکہ ان کی یہ بات درحقیقت قرآن میں عدم تدبر کی دلیل ہے۔ کیونکہ جس آیت کریمہ سے انہوں نے یہ سمجھا کہ تورات وانجیل کے اندر حضور کا مخصوص نام (محمد) موجود تھا۔ وہ یہ ہے:

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (الاعراف۔157)

جو لوگ اس رسول اور نبی امی کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ اپنے توریت اور انجیل میں آپ کے بارے میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

حالانکہ صراحتاً اس کے اندر نام کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ آیت کریمہ سے تین مقامات آپ کے لئے متعین ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود ہے، اور آپ کی صفات نیز ظہور کے وقت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسی چیز کی طرف اللہ رب العالمین نے اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ مطلب نکالنا کہ اپ کا مخصوص نام ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کی خبر خدا نے نہیں دی ہے۔ اور نہ ہی مجرد اسم کے ذکر کرنے میں وہ خوبی پائی جاتی ہے۔ جو کہ آپ کے صفات علامت اور وقت ظہور کے تذکرے میں ہے۔ کیونکہ ایک نام کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہوسکتا ہے۔ لہٰذا تمیز کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور محمد نامی کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اس کو اس فعل کی طرف منسوب کیا جائے جس کو اس نے نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا کرنا درست ہوتا تو دو ہم نام شخصوں میں ایک کا قرض دوسرے کے حوالہ کر دیا جاتا۔ اس کے علاوہ مجرد اسم کے

ذکر سے بیان و شناخت نیز ہدایت یابی محال ہے۔ لیکن صفات و علامات کی وضاحت دعوت اور امتیوں کی خصوصیت نیز وقت ظہور کے بیان سے اس ہستی کی تعین اور غیر سے تمیز ہو جاتی ہے۔ اور اسی چیز کا تذکرہ تورات انجیل نیز دیگر آسمانی کتابوں میں ہوا ہے جس پر مختلف طریقوں سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

پہلی بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت کے ایمان کے سب سے زیادہ حریص اور اپنے مکابرین کے خلاف سب سے زیادہ ٹھوس دلیلیں قائم کرنے والے ہیں۔ آپ نے خود یہود ونصاریٰ کے خلاف اپنے اس قول کو ٹھوس دلیل بنایا کہ ہماری صداقت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ تمہاری کتابوں میں خود ہماری نبوت کا تذکرہ موجود ہے۔

جس کی تلاوت تم دن رات کھلے چھپے کرتے ہو۔ لہٰذا اگر آپ دلیل بے بنیاد ہوتی اس کا بطلان واضح ہوتا تو لوگ آپ کی اتباع کرنے سے باز رہتے اور ایسے ہی آپ کا مذاق اڑا دیتے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی کے سامنے اپنے صداقت کے لئے یہ دلیل دے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ تم فلاں بن فلاں ہو تمہارا یہ پیشہ ہے تمہاری یہ کنیت اور لقب ہے۔ جس سے تم پہچانے جاتے ہو، لیکن اس کی ساری باتیں حقیقت کے خلاف ہوں تو فوراً معمولی عقل کا آدمی بھی اس کا مذاق اڑانے سے نہیں چوکے گا۔ بلکہ اس کو جھوٹا دروغ گو غرض کہ اسی طرح کے مختلف تمغوں سے نوازے گا۔ لوگوں کے سامنے اس کی برائی بیان کرے گا چہ جائیکہ اس کی تصدیق کرے اور اس کی باتوں کو مانے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے آپ کی بات کی تصدیق کی آپ پر ایمان لائے، آپ کی صفات کی نشاندہی کی، لوگوں کے سامنے بیان کیا، البتہ چند لوگوں نے انتہا پسندی سے کام لیا اور اپنی کتابوں میں آپ کی صفات کا تذکرہ تسلیم کرنے کے باوجود بھی انکار نبوت کے لئے یہ گنجائش نکالی کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں آیا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اندر وہ صفات اور نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ یہ کھلا ہوا مکابرہ اور غایت درجہ کا صدی پن تھا، کیونکہ وہ علامتیں آپ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، جس کا اعتراف ان کے بادشاہ قیصر روم، اور سلمان فارسی

جیسے بڑے لوگوں نے کیا تھا، ہرقل جیسے عظیم المرتبہ اور جید عالم نے اب سفیان کے سامنے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی، کیونکہ ابوسفیان کے بیان کے مطابق نبوت کی تمام علامتوں کو اس نے آپ کے اندر موجود پایا تھا۔ اور یہ بھی پیشین گوئی کی تھی کہ عنقریب اس کی بادشاہت میرے ان قدموں کی جگہ بھی ہوگی۔ ان کے علاوہ ان کے بڑے بڑے احبار ورھبان نے بھی آپ کو اسی طرح پہچان لیا تھا۔ جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ○ (البقرۃ۔ 146)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن یہ ہے کہ ان میں کی ایک جماعت حق جاننے کے باوجود بھی حق پوش ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ (الانعام۔20)

جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے نفس کو خسارے میں ڈال رکھا ہے، وہی آپ پر ایمان نہیں لا رہے ہیں۔

ان کی یہ شناخت درحقیقت ان صفات اور علامتوں کی روشنی میں تھی، جو کہ ان کی کتابوں میں موجود تھیں۔ چنانچہ اہل کتاب کے بعض مسلمانوں نے صاف صاف آیت کریمہ کی تصدیق کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہم میں سے ہر شخص آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر سے باہر نکلتے ہی اس کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی بناء پر اللہ رب العالمین نے اس شخص کی تعریف کی۔ جس نے حق کو پہچان لیا اور اس کی اتباع میں کسی قسم کا منکرانہ رویہ نہیں اختیار کیا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ

مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ○ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ○ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ○ (المائدہ۔86-82)

آپ یہودیوں کو اور مشرکوں کو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اور نصاریٰ کو ان کا سب سے بڑا دوست اور قریبی پائیں گے، اس لئے کہ ان میں نیک لوگ اور راہب حضرات ہیں، جو روگردانی نہیں کرتے جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ حق کو جان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ لہٰذا ہمارا نام شاہدوں کے ساتھ لکھ لے، اور ہم خدا پر کیوں نہیں ایمان لائیں گے، اور حق کی تصدیق کریں گے جبکہ ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں میں شامل کرے، چنانچہ اللہ نے اس کو اس قول کا بدلہ ایسی جنت کے ذریعہ دیا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی نیک لوگوں کا بدلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنمی ہیں۔

آیت کریمہ کا شان نزول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نجاشی کے سامنے حاضر ہوئے، اور قرآن کی تلاوت کی تو راہبوں اور پادریوں نے اسے سن کر رونا شروع کر دیا کیونکہ وہ فوراً حق کو پہچان گئے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۔

سدی کا بیان ہے کہ جو لوگ آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ ان کی تعداد بارہ تھی، ان میں سات پادری تھے اور پانچ راہب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ

رونے لگے اور دعا کرنے لگے۔ ربنا امنا بما انزلت و اتبعنا الرّسول فا کتبنا مع الشاھدین۔

ابن عباس کا ایک قول ہے کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی مراد ہیں، کیونکہ یہی وہ نیک لوگ ہیں جنھوں نے اس بات کی طمع کی کہ اللہ شاہدین میں ان کو داخل کرے۔

مذکورہ باتوں کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو پہچان لیا تھا، انھیں صفات کی مدد سے پہچانا تھا جو ان کی کتابوں میں آپ کے بارے میں مذکور تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ فوراً ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل نے تصدیق کر لی۔

اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا o وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا o وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا o

(الاسراء۔ 107-109)

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ چاہے تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، لیکن وہ حضرات جن کو آپ سے پہلے علم دیا گیا ہے، جب ان کے اوپر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھڈیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہا اور ٹھڈیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں جس سے ان کے خشوع و خضوع میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

امام التفسیر مجاہد کا بیان ہے کہ یہ اہل کتاب کی ایک جماعت تھی، جو قرآن کو سن کر سجدے میں گر گئے تھے اور کہنے لگے:

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا o (الاسراء۔ 108)

وعدہ سے مراد خدا کا وہ وعدہ ہے۔ جو اس نے تمام نبیوں کے زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وعدہ کیا تھا، اور یہ بھی بتلایا تھا کہ آپ کا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا۔ آپ کی دعوت پوری روئے زمین کے گوشے میں پہنچے گی۔ آپ کے بعد قیامت قریب ہوگی، اہل کتاب متفقہ طور

پر اس وعدہ پر یقین رکھتے تھے، اور نبی کا انتظار کر رہے تھے، لہٰذا جب آپ کی بعثت ہوئی، تو نیک لوگوں نے حق کو پہچان کر آپ کی اتباع کر لی اور بدبختوں نے کہا کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ بلکہ ہم ابھی ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوگا لہٰذا انھیں نیک ہستیوں کے متعلق یہ بیان ہے کہ جب اُنہوں نے قرآنی آیتیں سنیں تو آپ کو پہچان گئے اور خدا کے آگے سجدے میں گر گئے، اس پر ایمان لائے اور خدا کے اس وعدہ کے پورے ہونے کی تصدیق کی اور کہنے لگے:

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا o

یونس بن بکیر نے مسلمہ بن عبد یسوع عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے پاس خط ان لفظوں میں لکھا:۔

ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے الٰہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ اسقف نجران اور اہل نجران کے پاس تم سلامت رہو۔ ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے رب کی حمد و ثنا کے بعد میں تم کو بندوں کی آقائی سے خدا کی آقائی کی طرف پکارتا ہوں، اگر تم اس سے انکار کرو تو تم پر جزیہ لازم ہے۔ اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو اعلان جنگ ہے۔ والسلام

اسقف نے خط پڑھا تو اس کے بدن میں کپکپی سی طاری ہوگئی۔ اس نے پہلے ہمدان کے ایک بڑے شخص شرجیل بن وداعہ کو بلا بھیجا، چنانچہ وہ آیا تو اسقف نے حضور کا خط اس کے حوالے کر کے رائے طلب کی اس نے خط پڑھا اور کہا، مجھے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ رب العٰلمین نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ بنی اسمٰعیل سے ایک نبی بھیجے گا لیکن ہم قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہی وہ نبی موعود ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی رائے دے سکتے ہیں۔ البتہ اگر نبوت کے بجائے کوئی دنیاوی معاملہ ہوتا تو ہم اسے ضرور رائے دینے کی کوشش کرتے۔ اسقف نے اسے الگ بٹھا دیا، پھر نجران کے ایک آدمی عبداللہ بن شرجیل کو بلایا اور ان سے بھی رائے طلب کی انھوں

نے بھی خط پڑھ کر وہی جواب دیا جو شرجیل بن وداعہ نے دیا تھا اسقف نے انھیں بھی الگ بٹھا دیا۔ پھر بنو نجار کے ایک شخص جبار بن فیض کو بلایا اور ان سے بھی رائے طلب کی انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو عبداللہ اور شرجیل نے دیا تھا۔ چنانچہ اسقف نے انھیں بھی ایک گوشے میں بٹھا دیا، پھر جب ایک قول پر تمام لوگوں کا اتفاق ہوگیا۔ تو ناقوس بجانے اور گرجاؤں میں آواز بلند کرنے کا فرمان جاری کر کے پوری وادی کے لوگوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ اور یہ طریقہ اس وقت اپناتے جب دن میں کوئی حادثہ پیش آتا، لیکن رات میں جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ ناقوس بجاتے اور گرجا گھروں میں آگ روشن کی جاتی، چنانچہ وادی میں تہتر بستیاں تھیں اور آبادی اتنی تھی کہ ایک لاکھ جنگجو نکل سکتے تھے، سب اکٹھا ہوگئے اور بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ان کے سامنے پڑھا گیا، اور رائے طلب کی گئی۔ مشورہ عام کے بعد یہ طے پایا کہ اکابر کا ایک وفد مدینہ جائے اور صاحب مکتوب سے بات چیت کرے اور جائزہ لے، چنانچہ شرجیل عبداللہ اور جبار بن فیض کو خصوصیت کے ساتھ نامزد کیا گیا یہ لوگ جب مدینہ پہنچے، تو سفر کے لباس کو اتار کر ریشم کے حلہ اور سونے کی انگوٹھیاں زیب تن کیں اور اسی حالت میں آپ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انھیں بات کرنے کا موقع نہیں دیا وہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے، اور عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف کو تلاش کرتے ہوئے مہاجرین کی ایک جماعت میں پہنچے، جن سے تجارتی تعلقات کی بنا پر شناسائی تھی، اور پورا ماجرا بیان کیا، پھر رکنے یا واپس جانے کے متعلق ان سے رائے طلب کی ان دونوں نے حضرت علی سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت علی نے حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ریشمی حلہ اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں اور اپنا سفر والا لباس پہن کر آپ سے ملاقات کریں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا کیا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے ہمیں حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ جب پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے، تو ابلیس ان کے ساتھ تھا، پھر آپ کے اور ان کے درمیان بہت سے سوالات

ہوئے، ان میں سے ایک سوال انھوں نے یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○ (آل عمران۔ 61-59)

عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ اللہ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا ہو جاؤ، سو وہ ہو گئے یہ اصل حقیقت ہے، جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ جو اس میں شک کرتے ہیں، یہ علم آجانے کے بعد اب کوئی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے گا۔ تو اے نبی اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں، اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں، اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

انھوں نے ایسا قرار کرنے سے انکار کیا، اگلی صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ اور حضرت حسن حسین کو اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کرنے لے لئے نکلے، شرجیل بن عمر نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم دونوں جانتے ہو کہ پوری قوم میری رائے سے جمع ہوئی تھی اور واپس چلی گئی، اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ چل پڑا ہے لہٰذا ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اس لئے اگر یہ آدمی فرشتہ ہے جو خدا کی جانب سے بھیجا گیا تو سمجھو کہ میں عرب میں پہلا شخص ہوں گا۔ جس نے اس کی ذات پر طعن کیا، اور اس کے معاملہ کی تردید کی، لہٰذا جب بھی اس کی قوم کا کوئی بھی شخص ہمارے پاس آئے گا تو ہمیں بغیر نقصان پہنچائے واپس نہیں جائے گا۔ میں ان کا سب سے قریبی پڑوسی ہوں۔ لہٰذا ہر اعتبار سے ہمارے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور اگر یہ آدمی نبی مرسل ہے۔ تو سمجھ لو کہ مباہلہ کرنے کے نتیجہ میں ہم اس طرح نیست و نابود کر دیئے جائیں گے کہ پوری روئے زمین پر ہمارا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ ابو مریم پھر کیا خیال ہے ہم معاملہ

تمہارے ہی ہاتھ میں دیتے ہیں۔ جیسا مناسب سمجھو کرو۔ شرجیل نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاکم بناتے ہیں، کیونکہ وہ ناحق فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔ دونوں نے اس کی بات مان لی پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ کو مکمل ایک دن کے لئے حکم بناتا ہوں، آپ جو بھی میرے متعلق فیصلہ کریں گے درست ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ شاید تمہارے پیچھے کچھ لوگ ہیں جو تمہاری گرفت کرتے ہیں، اس نے کہا کہ نہیں اور گواہ کے طور پر اپنے دونوں ساتھیوں کو پیش کیا، اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ سب کچھ شرجیل ہی کی رائے سے ہو رہا ہے، چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے، اور مباہلہ نہیں کیا، اگلے روز وہ پھر آئے اور آپ نے ان کے لئے فرمان لکھ دیا، وفد فرمان لے کر واپس ہوا تو اسقف کے اعلی سردار اس کے استقبال لے لئے بہت دور تک آئے۔ اسقف کے ساتھ اس کا چچیرا بھائی ابو علقمہ بھی تھا، وفد نے فرمان راستہ ہی میں اسقف کو پیش کر دیا، اور وہ اسے چلتے چلتے پڑھنے لگا، ابو علقمہ بھی فرمان کی طرف اس درجہ متوجہ ہوا کہ اونٹنی سے گر پڑا، اس کی زبان سے نکلا برا ہو، اس شخص کا برا ہو، جس کی وجہ سے ہم لوگ مصیبت میں پڑے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کا اشارہ کدھر تھا، اسقف نے سختی سے کہا کہ یہ کیا کہ رہے ہو، خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں۔ اب ابو علقمہ کے دل میں انقلاب آگیا اور اس نے یہ عزم ظاہر کیا کہ اچھا اب تو خدا کی قسم میں ناقہ کا پالان اس کی بارگاہ ہی میں جا کر اتاروں گا، اور مدینہ کی طرف اپنی سواری موڑ دیا، اسقف اس کے پیچھے پیچھے اونٹنی دوڑاتا ہوا پکارتا رہا کہ میری بات تو سنو، میرا مدعا تو سمجھو کہ میں نے کس مصلحت سے وہ فقرہ کہہ دیا تھا ابو علقمہ نے ایک نہ سنی اور اس سے کہا کہ تمہارے ذہن سے اتنی بڑی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی، چنانچہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایمان لے آیا۔ وہیں مقیم ہوگیا اور خدائے تعالیٰ نے اس کو مرتبہ شہادت نصیب کیا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے ذکر پر بارہ دلیلیں

پہلی بات یہ کہ خود صادق والمصدوق پیغمبر جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اطلاع دی ہے، جن کی گواہی ہی تن تنہا یقین کے لئے کافی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دے کر ان کے خلاف اپنی صداقت کا زبردست مظاہرہ کیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ قطعی طور پر یہ چیز اس میں موجود ہے، ورنہ آپ اس سے استدلال نہ کرتے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ ان کے راہبوں اور بڑے عالموں نے بھی باطل پر حق کو ترجیح دی، اور توراۃ وانجیل کے اندر آپ کی مذکورہ صفات کا تذکرہ کیا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آپ کی نبوت کے منکرین نے بھی اسی چیز کا اعتراف کیا تھا کہ ان کی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے، اور ان کے ظہور کا زمانہ نیز امتیوں کی خصوصیت کی تفصیل بھی موجود ہے، لیکن انہوں نے آپ کو نبی نہیں تسلیم کیا، بلکہ یہ کہنے لگے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی ہے، جب کہ یہ حد درجہ کی سرکشی اور ضدی پن تھا، کیونکہ وہ یقینی طور پر آپ کو پہچانتے تھے۔ اور اپنے دل میں کج روی کو سمجھتے بھی تھے۔

پانچویں دلیل یہ کہ ان میں بہت سے لوگوں نے آپ کی تصدیق کی تھی اور یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ درحقیقت یہی وہ نبی ہیں جن کی صفات وعلامات کا تذکرہ ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں ہمیشہ اس سے دشمنی کروں گا جیسے کہ حی بن اخطب نے کہا تھا۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت وجہنم، انبیاء کے قصہ ان کی امتون کا

برتاؤ اور انجام غرض کہ متعدد چیزوں کے متعلق ان کو باخبر کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام چیزیں تمہاری کتابوں میں موجود ہیں اس پر انھوں نے آپ کی موافقت کی، آپ کے بیانات کی تصدیق کی اور بغیر چوں و چرا آپ کی تمام باتوں کو مان لیا حالانکہ وہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ آپ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے۔ جس کا ذکر ان کی کتابوں میں نہ ہو، تاکہ اس کو لے اڑیں، اور لوگوں کے درمیان خوب پروپیگنڈہ کریں۔ جس سے آپ کی بدنامی ہو، اور لوگ متنفر ہو جائیں، لیکن کسی بھی بات کو نہیں جھٹلا سکے، بلکہ آپ کا یہ کہنا کردہ تمام باتوں کو اپنی کتابوں میں من و عن تسلیم کیا لہٰذا جہاں آپ کے تمام بیانات صحیح ہیں تو آپ کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میرا تذکرہ تمہاری کتابوں میں ہے۔ اور آپ کا قول ہی صرف دلیل کے لئے کافی ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ یہ بات آپ نے مشرکین، اہل کتاب اور مومنین تمام لوگوں سے کہی تھی، سو اگر یہ بے بنیاد بات ہوتی تو مشرکین ضرور اہل کتاب سے دریافت کرتے، اور اہل کتاب کھلم کھلا اس کو جھوٹ بتلاتے اور خود بھی انکار کر بیٹھتے، اسی طرح مسلمان بھی اس کی حقیقت جاننے کے بعد مرتد ہو جاتے جس سے وہ مقصد یکسر فوت ہو جاتا جس کی وجہ سے یہ بات کہی گئی تھی۔ اور یہ کسی عاقل کی بات نہ ہوتی۔

جیسے کہ کوئی آدمی جھوٹی بات کہے اور اس کو بیان کر کے اپنی صداقت کا مظاہرہ کرے تو یقیناً اس کو بے وقوف اور پاگل سمجھیں گے اور کوئی بھی عاقل ایسا نہیں کر سکتا، لہٰذا متفقہ طور پر تمام لوگوں کا انکار نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنے قول میں سچے ہیں۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اگر انھیں آپ کے متعلق انبیاء کرام کی بشارت اور ان کے بیان کردہ صفات و علامات کا علم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انبیاء نے آپ کے متعلق بشارت دی ہی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بشارتیں ان تک نہ پہونچی ہوں اور یہ کوئی بعید بات نہیں بلکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بہت سی باتیں ہیں جن کو یہود و نصاریٰ نہیں جانتے ہیں، لہٰذا جب وہ صادق والمصدوق نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ

انبیاء نے آپ کے متعلق بشارتیں دیں ہیں تو اس پر ایمان لانا واجب ہے اور نہ جاننا انکار کا قطعی سبب نہیں بن سکتا۔

نویں دلیل یہ ہے کہ جن نسخوں میں اس کا تذکرہ تھا ہو سکتا ہے کہ ان نسخوں سے ان بشارتوں کو مٹا دیا گیا ہو، پھر انہیں مٹائے گئے نسخوں کو نقل کیا گیا ہو جو ان کے ہاتھوں میں ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے نسخوں میں اس کا تذکرہ نہ پاتے ہوں۔

تورات اور انجیل کے نسخوں میں اختلاف کا بیان

اناجیل تاریخ کے آئینے میں

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ توراۃ کے تمام نسخے مشرق و مغرب میں ایک ہیں حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے جس کی وہ بیوقوفوں میں اشاعت کرتے پھرتے ہیں، کیونکہ نصاریٰ کے پاس جو توراۃ ہے وہ اس توراۃ سے بالکل مختلف ہے جو یہود کے ہاتھ میں ہے۔ اور سامرہ کے پاس ان دونوں کے نسخوں سے مختلف نسخہ ہے۔

اسی طرح انجیل کے نسخوں میں بھی اختلاف ہے۔ توراۃ کے اندر جو کمی بیشی کی گئی ہے، وہ کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اس کے اخبار و احکامات وہ نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیے گئے تھے۔ اسی طرح انجیل کی بھی حالت ہے جس میں سولی دیئے جانے کا قصہ نصاریٰ کے شیوخ اور حواریوں کا گھڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کو انجیل میں ملا دیا گیا۔ اور پورے مجموعے کو انجیل کہا گیا۔

اناجیل چار ہیں۔ اور ان میں ہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ کہنا ہے کہ توراۃ انجیل کے تمام نسخے خواہ یہود کے ہاتھ میں ہوں یا نصاریٰ کے یا سامرہ کے سب کے سب ایک ہی ہیں یہ سراسر دروغ بیانی ہے۔ اور اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ نصاریٰ خود انجیل کو من جانب اللہ

حضرت مسیح پر نازل کردہ کتاب نہیں مانتے ہیں بلکہ اس کو تاریخ کی چار کتابیں مانتے ہیں۔ جن کو چار آدمیوں نے مختلف زمانے میں مرتب کیا ہے۔ ایک انجیل تو وہ ہے جس کو حضرت مسیح کے شاگرد ''متی'' نے عبرانی زبان میں یہودیوں کے شہر شام میں تالیف کیا تھا اور یہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے نو سال بعد کا واقعہ ہے، دوسری انجیل وہ ہے جس کو شمول کے شاگرد مرقس ہاروتی نے یونانی زبان میں روم کے ایک شہر انطاکیہ میں تالیف کیا تھا، اور یہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ۲۳ سال بعد کا واقعہ ہے۔ اس انجیل کے بارے میں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کو شمعون ہی نے مرتب کیا تھا لیکن اس کا نام شروع ہی سے مٹ گیا اور اسے اس کے شاگرد مرقس کی جانب منسوب کر دیا گیا۔

تیسری انجیل وہ ہے جس کو شمعون کے شاگرد لوقا طبیب انطاکی نے مرقس کی تالیف کے بعد مرتب کیا، چوتھی انجیل وہ ہے جس کو حضرت مسیح کے شاگرد یوحنا نے یونانی زبان میں تصنیف کیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ ساٹھ سال سے بھی زیادہ گزر چکا تھا ان چاروں کتابوں میں سے ہر ایک کو انجیل کہتے ہیں جس کے درمیان کافی اختلاف ہے۔

اسی طرح یہود ونصاریٰ اور سامرہ کے توراۃ مختلف ہیں، لہٰذا یہود ونصاریٰ کا یہ کہنا کہ توراۃ و انجیل کے تمام نسخے مشرق ومغرب میں ایک ہی ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہ کھلا ہوا جھوٹ اور حقیقت پوشی ہے، کیونکہ بہت سے علماء اسلام نے ان کے فرق کو واضح کیا ہے اور اگر طول کلام کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تفصیل سے بیان کرتا۔

اہل کتاب کی تحریف اور رسول اللہ ﷺ کی صفات کے چھپانے کا تذکرہ

اللہ رب العالمین نے ان کی تحریف اور حق پوشی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان الفاظ میں کی ہے:۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران۔71)

اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کا رنگ دے کر مشتبہ بناتے ہو، کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ (البقرۃ۔159)

بے شک وہی لوگ جو ہماری نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیا ہے تو ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجیں گے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (البقرۃ۔174)

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کردہ کتاب سے احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ ہرگز ان سے

بات نہ کرے گا۔ نہ انھیں پاکیزہ ٹھہرائے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَـٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المآئدہ۔16-15)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو تمھیں بہت سی چیزوں کے متعلق خبر دیتا ہے جس کو تم کتاب سے چھپاتے ہو اور بہت سی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے (جس کو تم بیان کرتے تھے) تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کتاب مبین آ پہنچی اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس شخص کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جس نے اس کی خوشنودی تلاش کی اور اپنے حکم سے ان کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

اسی طرح ان کے تحریف کا تذکرہ قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے۔ اور یہ بھی بار بار بتلایا گیا ہے کہ وہ کس طرح اپنی زبانوں کو موڑ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، تاکہ سننے والے کا ذہن حقیقی مفہوم کے بجائے دوسرے مفہوم کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس اعتبار سے ان کے تحریف اور امتحان کی پانچ شکلیں بنتی ہیں۔

پہلا یہ کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں تاکہ باطل سے حق کی تمیز نہ کی جا سکے، دوسری شکل یہ ہے کہ وہ سرے سے حق ہی کو چھپا لیتے ہیں تیسری شکل یہ ہے کہ وہ قریب قریب حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوتھی یہ ہے کہ وہ کلمے کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں یا تو لفظ بدل دیتے ہیں یا معنیٰ میں تحریف کر دیتے ہیں۔ پانچویں شکل یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان کو موڑ کر کلمے کی ادائیگی کرتے ہیں، تاکہ سامع کا ذہن حقیقی لفظ کے بجائے دوسرے لفظ کی طرف منتقل ہو جائے، اور یہ سب چیزیں وہ ایک خاص مقصد کے تحت کرتے ہیں۔

لہٰذا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی قتال اور آپ کی نبوت کا انکار کرنے میں

انھوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تو آپ کی صفات کا انکار کرنے، اس کو چھپانے یا اپنی جگہ سے ہٹانے اور اس کی غلط تاویل کرنے میں انھیں کون سی چیز روکے گی، بلکہ ایسا تو بدرجہ اولیٰ وہ کریں گے۔ چنانچہ بے خوف ہو کر انھوں نے ایسا کیا، لیکن چونکہ آپ کے متعلق بشارتیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ اس کو چھپا نہ سکے تھے اس لئے اس میں تاویل کر کے تحریف کرنے لگے، اور اس کے حقیقی مفہوم کو بدل کر گھڑا ہوا معنیٰ پیش کر دیا۔

اس بات پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنی نبوت کے متعلق دلیل اہل کتاب کے علماء سے بھی دریافت کیا تو انھوں نے دشمنی کے باوجود آپ کی گواہی دی لہٰذا اب معاندین کے جھٹلانے سے ذرا بھی فرق نہیں پڑے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ○ (الرعد۔43)

کفار آپ سے کہتے ہیں کہ آپ نبی نہیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے اور اہل کتاب کے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کے لئے کافی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الاحقاف۔10)

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ کبھی تم نے سوچا بھی کہ اگر یہ باتیں خدا کی جانب سے ہوں اور تم نے اس کا انکار کر دیا تو تمہارا کیا انجام ہوگا۔ حالانکہ اسی کے مثل کلام پر بنو اسرائیل کا ایک گواہ گواہی بھی دے چکا ہے۔ اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم اپنے تکبر میں پڑے رہے، ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اسی طرح اللہ رب العالمین نے فرمایا:۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (آل عمران۔199)

اہل کتاب میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور تمہاری اور ان کی جانب جو چیزیں خدا نے نازل کی ہیں اس پر ایمان لائے ہیں اس حال میں کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑے فائدے کو وہ حاصل نہیں کرتے ہیں، اللہ کے یہاں ان کے لئے اجر ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (المائدۃ۔83-82)

نصاریٰ کے تصدیق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں درویش اور راہب حضرات ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب رسول کی جانب نازل کردہ چیزوں کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے بس ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (القصص۔54-52)

جن لوگوں کو ہم نے آپ سے پہلے کتاب دے رکھی ہے وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے حق

ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی مسلم تھے، ایسے لوگوں کے لئے دوہرا اجر ہے۔ کیونکہ انہوں نے صبر کیا ہے اور نیکیوں کے ذریعے برائیوں کو دور کرتے ہیں، اور ہم نے انھیں جو روزی دے رکھی ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔

مذکورہ آیتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل کتاب کے علماء نے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اور ان کی تعداد مکذبین کے بنسبت کہیں زیادہ تھی۔ اور ان علماء میں سے صرف ایک عالم کی گواہی تمام مکذبین و معاندین کی تردید و انکار پر بھاری تھی، اور وہ حضرات جن کو حمیر کے بت پرستوں اور مغضوب یہودیوں نے علماء گردانا تھا وہ یقیناً عالم نہیں تھے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو عوام الناس عالم سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ عالم نہیں ہوتے کیونکہ عالم وہی ہے جو باعمل ہے اس اعتبار سے عالم صرف وہی حضرات تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے، یا اگر انھیں عالم تسلیم کیا جاتا ہے تو علماء سوء کے زمرے میں ان کا شمار ہوگا، لہٰذا ان لوگوں کے انکار کرنے سے ان علماء حق کی گواہی مسترد نہیں کی جاسکتی جنھوں نے اپنے علم کے ذریعے آپ کو پہچان لیا تھا۔

گیارہوں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے ہاتھوں میں فی الحال جو نسخے موجود ہیں ان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات کا تذکرہ نہیں ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا تذکرہ ان کے اسلاف کی کتابوں میں بھی نہیں تھا، کیونکہ ان کے اسلاف میں بعثت کے وقت جو لوگ تھے ان کے مرتب کردہ نسخوں میں ان کے بعد کے لوگوں نے کمی بیشی کردی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی جانب سے ہے پھر ان کتابوں کے من جانب اللہ ہونے کی شہرت اس طرح ہوئی کہ بعد کے لوگوں نے ان کی تمام باتوں کو من وعن نقل کر لیا، پھر یہی نسخے لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئے۔ اور صحیح نسخے ان کے درمیان دب کر رہ گئے اور یہ کوئی محال بات نہیں بلکہ غایت درجہ اس کا امکان ہے، جیسے کہ سامرہ نے توراۃ میں بہت جگہوں پر تبدیلی کی پھر وہی تحریف شدہ نسخے لوگوں کے درمیان رائج ہو گئے اور صحیح نسخوں کا وجود ہی ختم ہو گیا، اسی طرح نصاریٰ کے

ہاتھ میں جو توراۃ ہے وہ بھی تحریف شدہ ہے۔ غرض کہ پورا دین اور کتاب ہی بدل دی گئی اور اگر خدائے لم یزل قرآن کا محافظ ونگہبان خود نہ بن جاتا تو اس میں بھی تحریفات کا ایک سلسلہ چل پڑتا، ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (الحجر۔9)

ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بارھویں دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کا معاملہ اتنا اہم اور بڑا تھا کہ دنیا کی پیدائش سے لے کر آپ کی بعثت تک اتنا عظیم انقلاب برپا کر دیا اور تمام کائنات ہستی کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ یہ خبر اتنی اہم تھی کہ اس کا ذکر ضروری تھا اور یہ بالکل محال ہے کہ اللہ رب العالمین نے اتنی اہم خبر کو نظرانداز کر دیا ہو اور رسولوں نے متفقہ طور پر اس کی پیشین گوئی نہ کی ہو بلکہ جب دجال کے متعلق تمام انبیاء نے متفقہ طور پر یہ خبر دی ہے کہ وہ آخری زمانے میں نکلے گا اور زمین میں چالیس دن تک باقی رہے گا تو اتنے عظیم معاملے کے متعلق تمام کتب الٰہیہ کیسے ساکت رہ سکتے ہیں یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے اور اس معاملے کی اہمیت کا اندازہ تو اس سے ہوتا ہے کہ اللہ رب العلمین نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، ارشاد خداوندی ہے:۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ (ال عمران۔81)

یاد کرو اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج میں نے تمھیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے

پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو، اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو، انھوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا، اچھا تو گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جتنے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے سب سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں گے تو ضرو آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کرنی ہوگی اور اللہ نے انھیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنے امتیوں سے بھی اس بات کا عہد لے لیں کہ اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو انھیں ضرور آپ پر ایمان لانا ہوگا اور آپ کی موافقت کرنی ہوگی۔

گذشتہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت
اور آپ کی صفات کے بیان پر مشتمل چند نصوص کا تذکرہ،
اور ان کی دلالت اور شریعت کے واقعے سے مطابقت کی توضیح

مذکورہ بالا وجوہ کے ذریعہ اس صورت میں آپ کی صفات وعلامات کے وجود پر استدلال کیا جائیگا جب کہ آپ کی صفات کے متعلق گذشتہ کتابوں میں تذکرہ کا وجود معلوم نہ ہو۔

اب ہم یہاں توراۃ وانجیل میں مذکور رسول اللہ ﷺ کے متعلق چند بشارتیں نقل کرتے ہیں، جن سے آپ کی نبوت کی صداقت پر مختلف طریقوں سے روشنی پڑتی ہے۔ توراۃ میں ہے۔

میں بنی اسرائیل کے لئے انھیں کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کے جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

جب وہ اس نص صریح کا انکار نہ کر سکے تو اس کی مختلف تاویلیں کرنے لگے۔ چنانچہ اس کی تاویل میں چار طریقے نکالے گئے۔

پہلا طریقہ نصاریٰ کا ہے جنھوں نے اس بشارت کو حضرت مسیح پر محمول کیا ہے۔ لیکن یہود کے اس کے متعلق تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے اور اصل میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میں بنی اسرائیل کے لئے انھیں کے بھائیوں میں سے کسی اور کو بھی نبی بنا کر بھیجوں گا، یعنی ہرگز نہیں بھیجوں گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں حقیقت میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن اس سے شمویل نبی مراد ہیں جو بنو اسرائیل سے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بھی ہیں جن کو اللہ آخری زمانے میں بھیجے گا، اور جن کے ذریعہ یہودیوں کو غلبہ حاصل ہوگا اور بادشاہت ملے گی۔ لہٰذا ان کا انتظار وہ اب تک کر رہے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک اس سے مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بشارت آپ کے علاوہ کسی پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ میں تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ ایک قوم کے ''بھائیوں'' سے مراد خود اسی قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہوسکتا، بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہوسکتی ہے جس کے ساتھ اس کا قریبی نسلی رشتہ ہو اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ میں تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (ال عمران۔ 164)

اللہ نے مومنوں پر انھیں میں سے رسول بھیج کر احسان کیا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں بھائی کہہ کر بنو اسماعیل کو مراد لیا گیا ہے جو بنو اسرائیل کے بھائی تھے اور اگر بھائی سے مراد بنو اسرائیل ہی کا کوئی نبی مراد لیا جاتا ہے تو اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے زید کا بھائی بول کر نفس زید کو مراد لیا جائے، لہٰذا جیسے یہ مراد لینا درست نہیں اسی طرح بنو

اسرائیل کا بھائی کہہ کر خود بنو اسرائیل سے نبی کا ماننا صحیح نہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہاں موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ وہ نبی تیرے مانند ہوگا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نبی کی بھی شریعت حضرت موسیٰ کی طرح عام ہوگی (اور ایک مستقل شریعت ہوگی۔ اور یہ خصوصیت سوائے حضور ﷺ کے کسی نبی میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ آپ سے پہلے بنو اسرائیل میں جو بھی نبی آئے تھے وہ شریعت موسوی کے پیروکار تھے ان کے پاس کوئی مستقل شریعت نہیں تھی) اور توراۃ میں خود ہے کہ حضرت موسیٰ کے مثل بنو اسرئیل میں کوئی نبی نہیں گزرا۔

تیسری بات یہ کہ اس میں یہ ہے کہ اس نبی پر ایک کتاب نازل کی جائے گی جس کو وہ لوگوں سے بیان کریگا اور یہ چیز موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو بھی نہیں حاصل ہوئی اور حضرت موسیٰ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام نے بھی آپ کے متعلق اس کی بشارت دی تھی، چنانچہ آپ پر قرآن کا نزول ہوا، ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ o وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ o اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ o

(الشعراء۔ 197-192)

یہ قرآن اللہ کا نازل کیا ہوا ہے، جس کو جبرئیل نے آپ کے دل پر اتارا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، یہ خالص عربی زبان میں ہے اس کا تذکرہ اگلی کتابوں میں بھی ہے کیا یہ چیز ان کے لئے نشانی نہیں کہ علماء بنی اسرائیل اسے جانتے ہیں۔

لہٰذا ان تینوں اسباب کی بنا پر بنو اسرائیل کا کوئی بھی نبی مراد نہیں ہوسکتا خواہ وہ حضرت عیسیٰ ہوں یا شمویل نبی۔ یا یوشع ہوں یا ہارون۔

ان کے علاوہ ان مذکورہ نبیوں کے مراد نہ ہونے کی ایک وجہ اور ہے۔

حضرت یوشع اور ہارون اس لئے نہیں مراد ہوسکتے کیونکہ دونوں حضرت موسیٰ کے زمانے ہی

میں نبی تھے۔ اور یہاں ایک ایسے نبی کی بشارت دی جارہی ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوں گے۔ مزید یہ کہ حضرت ہارون کا انتقال حضرت موسیٰ سے پہلے ہوا ہے۔ اور نصاریٰ کے عیسیٰ مسیح اس لئے نہیں مراد ہو سکتے کیونکہ تم نصاریٰ انھیں اللہ مانتے ہو جن کا مرتبہ بندوں سے بلند ہے اور یہاں ایک بندے کے نبی ہونے کی بشارت دی جارہی ہے۔

پھر ان تحریف کرنے والوں کا یہ کہنا کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے جو انکار کے معنیٰ میں ہے تو یہ ان کی خصلت میں ہے کہ اللہ کے احکام میں ردو بدل کیا جائے اور اس پر جھوٹی باتیں گھڑھی جائیں لہٰذا یہاں بھی غایت درجے کے تحریف اختیار کر کے انھوں نے ہمزہ استفہام کو محذوف مان کر انکار کے معنیٰ میں لیا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تحریف وتغیر کی نشاندہی اتنے واضح طریقے پر کردی کہ اس سے آپ کی صداقت کا مزید مظاہرہ ہوتا ہے جس سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ اور کفار کی سرکشی میں زیادتی ہوتی ہے۔

توراۃ کے اندر دوسری پیشین گوئی یہ ہے۔

"اللہ رب العالمین طور سینا پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوا پھر سعیر سے اس کی تجلی روشن ہوئی اور فاران کی چوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا، اس میں درحقیقت حضرت موسیٰ وعیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تینوں کی نبوت کا تذکرہ ہے۔

سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا۔ خدا کا اس پر نمودار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ کو نبوت سے سرفراز کیا اور ساعیر بیت المقدس میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے اس کی تجلی پھوٹی اس کا مطلب یہ کہ حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اور فاران سے مراد مکہ ہے جہاں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمودار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

اللہ رب العالمین نے حضرت موسیٰ کی نبوت کو صبح کے آنے سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کو اس کے بعد روشنی پھوٹنے کے وقت سے تشبیہ دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کو اس کے بعد اس وقت سے تشبیہ دی ہے جب کہ سورج اپنے آب وتاب کے ساتھ بلندی پر ہوتا ہے اور اس کی روشنی پوری دنیا کو منور کرتی ہے۔

کیونکہ حضرت موسیٰ کی نبوت سے اللہ رب العالمین نے کفر کی رات کی تاریکی کافور کی اور صبح نمودار ہوئی، پھر حضرت مسیح کی نبوت سے مزید روشنی پھیلائی، پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تمام ہستی کائنات کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا۔

چنانچہ ان تینوں نبوتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں سورہ التین کے اندر اس طرح مذکور ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ o وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ o وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ o
(التین۔1-3)

قسم ہے انجیر اور زیتون کی طور سینا کی اور اس پر امن شہر کی۔

یہاں تین اور زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کے علاقے یعنی شام وفلسطین ہیں جہاں سے حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اور طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ نے خدا سے کلام کیا تھا اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔

غرض کہ قرآن کی اس سورۃ میں ان تینوں مقاموں کے ذریعے تینوں انبیاء کے نبوت کی خبر ایسے ہی دی گئی ہے جیسے کہ توراۃ میں دی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہودی فاران سے مراد ارض شام لیتے ہیں جب کہ یہ حد درجے کی تحریف ہے، کیونکہ خود ان کی کتاب توراۃ میں مذکورہ ہے کہ جب حضرت اسماعیل اپنے باپ سے جدا ہوئے تو فاران میں سکونت پزیر ہوئے اور وہاں ان کی ماں نے ان کی شادی قبیلہ جرہم کی ایک عورت سے کردی۔ یہ بات اہل کتاب کو قطعی پر معلوم ہے کہ فاران ہمیشہ سے آل اسماعیل کا مسکن رہا ہے۔ اور توراۃ کے اندر صاف صاف مذکور ہے کہ فاران کی سرزمین میں ایک نبوت نمودار ہوگی جس کا تعلق آل اسماعیل سے ہوگا اور اس کے متبعین سے وادی و پہاڑ بھر جائیں گے۔

غرض کہ یہ مغضوب قوم سرکش اور ضدی ہونے کے ساتھ ساتھ معاند اور جاہل بھی ہے جو کہ عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتی اس بات کی شہادت خود قرآن نے دی ہے۔

ان ہٹ دھرموں سے ہم پوچھتے ہیں کہ ارض شام سے آپ کے علاوہ وہ کون سی نبوت نمودار ہوئی تھی جس کے فیضان عام نے سورج کی روشنی کی طرح پوری دنیا کو ڈھانپ لیا ہو اور جس کی نبوت تمام گذشتہ نبوتوں پر غالب آئی ہو بلکہ یہ تو واضح طور پر حقیقت پوشی ہے جیسے کہ کوئی آدمی مشرق سے سورج نکلتا ہوا دیکھنے کے باوجود یہ کہے کہ سورج مغرب سے نکلا ہے۔

توراۃ کی تیسری پیشین گوئی اس کے سفر اول میں اس طرح ہے کہ

حضرت اسماعیل کی ماں حضرت ہاجرہ کے پاس ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے ان سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا چاہتی ہو۔ حضرت ہاجرہ نے اس کے سامنے حقیقت حال کی وضاحت کر دی فرشتے نے کہا کہ تم لوٹ جاؤ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں تمہاری اولاد کو اور نونہالوں کی کھیتی کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا یہاں تک کہ ان کا شمار مشکل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد اور گریہ وزاری کو سن لیا ہے، غور سے سنو اب تمہیں استقرار حمل ہوگا، اور ایک بچہ پیدا کرو گی جس کا نام اسمٰعیل رکھنا وہ تمام لوگوں کے لئے بارعب ہوگا اس کا ہاتھ سب پر ہوگا۔ اور سب کے ہاتھ خضوع وخشوع کے ساتھ اس کی طرف پھیلے ہوں گے (یعنی اس کے محتاج رہیں گے) اور اسی کا کلمہ غالب ہوگا۔

بس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ وہ کون شخص ہے جس پر یہ مذکورہ صفات صادق آتے ہیں ایک جگہ توراۃ میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں اسماعیل کو اس بنا پر پیدا کر رہا ہوں کہ ان کی ذات سے ایک بہت بڑی امت وجود میں آئے گی۔

لہٰذا یہ بشارت ان کی اولاد میں اس شخص کے حق میں ہوگی جس کا وجود ایک بہت بڑی امت کے لئے ہے۔ اور اس بشارت پر غور کرنے والا فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حضرت اسمٰعیل مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کا ہاتھ حضرت اسحٰق کے ہاتھ پر نہیں تھا

اور حضرت اسحٰق نے کبھی بھی ان کے ساتھ عاجزی کا ہاتھ نہیں پھیلایا، کیونکہ نبوت اس وقت حضرت اسحٰق کے دونوں بیٹے اسرائیل اور عیص کے حصے میں تھی۔

البتہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو نبوت بنو اسماعیل کی طرف منتقل ہو گئی اور ملوک عرب وعجم اور تمام اقوام عالم ان کے محتاج اور دست نگر بھی بنے اور ان کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کیا آپ کے ذریعے آخری زمانے تک اولاد اسماعیل کو خلافت وسلطنت نصیب ہوئی، ان کے ہاتھ تمام لوگوں سے برتر ٹھہرے۔ اور ان کے سامنے لوگوں نے عاجزی کے ساتھ ہاتھ پھیلائے۔

ایک جگہ توراۃ میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ امسال تیرا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام اسحٰق ہوگا۔ (حضرت ابراہیم کو وہم ہوا کہ اس نئی بشارت سے یہ مراد تو نہیں ہے کہ اسماعیل زندہ نہ رہیں گے اور وہ عہد اسحاق کے ساتھ پورا ہوگا۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی) کاش کہ اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے۔

خدا نے جواب دیا اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سن لی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بارور کروں گا اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا اور اسے ایک بہترین جماعت دوں گا۔

یہ درحقیقت ان کی نسل سے ایک عظیم ہستی کے مبعوث ہونے کی بشارت تھی۔ اور وہ آخری نبی جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اللہ نے ایک عظیم امت سے نوازا ہے۔ جو تعداد میں حضرت اسحٰق کی نسل سے زیادہ ہیں۔

آپ کے علاوہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس کے اندر یہ صفتیں پائی جاتی ہوں۔

ایک جگہ توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل سے کہا کہ تم نجومیوں کی اطاعت مت کرو کیونکہ عنقریب اللہ رب العالمین میری طرح تمہارے بھائیوں میں سے ایک شخص کو نبی بنا کر بھیجے گا۔ لہٰذا اس نبی کی اطاعت کرنا۔

یہاں نبی سے مراد بنواسرائیل کے نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اخوہ بنی اسرائیل سے مراد خود بنواسرائیل نہیں ہیں جیسا کہ بکر اور تغلب وائل کے بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں پس اگر بکر کا بھائی کہ کر تغلب کے بجائے خود بکر مراد لیا جائے تو کسی طرح درست نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو حکم دے کہ میرے پاس بنو بکر کے بھائیوں میں سے کسی کو لاؤ تو اس شخص کے اوپر واجب ہے کہ وہ بنو تغلب کے کسی آدمی کو اس کے سامنے پیش کرے اور اگر وہ بنو بکر کے آدمی کو پیش کرتا ہے تو اس کا فعل غلط ہے یہ توراۃ کے اندر مذکور آپ کے متعلق پیشین گوئیاں ہوئیں۔

اب ہم ان پیشین گوئیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو آپ کے متعلق انجیل میں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ میں دنیا سے جانے والا ہوں لیکن عنقریب ایک فارقلیط تمہارے پاس آئے گا جو روح حق ہے وہ اپنی طبیعت سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو اللہ نے اس کو حکم دیا ہوگا۔ وہ بھی میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی دینا کیونکہ لوگوں میں سب سے پہلے میرے معیت تمہیں کو حاصل ہوئی ہے اور جو بھی چیزیں اللہ نے تمہارے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ اس سے تم کو باخبر کرے گا۔

(۲) انجیل یوحنا میں ہے۔ وہ فارقلیط اس وقت تک تمہارے پاس نہیں آئے گا جب تک کہ میں دنیا سے رخصت نہ ہو جاؤں۔ پھر جب وہ آئے گا تو دنیا والوں کو ان کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا۔ اور اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو خدا نے اسے حکم دیا ہوگا تم سے گفتگو کرے گا اور حق کی رہنمائی کرے گا، غیب و حوادث کی خبریں دے گا۔

(۳) روح الحق جس کو باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہ تم کو تمام چیزوں کی تعلیم دے گا۔

(۴) میں باپ سے سوال کروں گا کہ تمہارے لئے ایک دوسرا فارقلیط بھیج دے جو تمہارے ساتھ ابد تک رہے۔ اور تم کو ہر چیز سکھلائے۔

(۵) ابن البشر جانے والا ہے اس کے بعد ایک فارقلیط تمہارے پاس غیب کی باتیں لے کر آئے گا اور تمہارے لئے ہر چیز کو بیان کرے گا۔ وہ میری نبوت کی گواہی اسی طرح دے گا جیسے میں نے اس کے نبوت کی گواہی دی ہے۔ میں تمہارے پاس امثال لایا ہوں وہ تمہارے سامنے تاویل پیش کرے گا۔

ابو محمد بن قتیبہ کا کہنا ہے کہ یہ مذکورہ تمام بیانات لفظی اختلاف کے باوجود معنٰی کے اعتبار سے ایک ہیں اور اختلاف کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح سے مختلف حواریوں نے اس قول کو نقل کیا ہے اس لئے انداز بیان میں قدرے اختلاف پیدا ہو گیا۔

ان مذکورہ تمام پیشین گوئیوں میں فارقلیط کا لفظ آیا ہے۔ فارقلیط کا لفظ ان کی لغت میں حمد، احمد، محمد، محمود، حامد اور اسی سے ملتے جلتے معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

(۶) اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری وصیتوں کی حفاظت کرو میں باپ سے مطالبہ کروں گا کہ تمہارے لئے ایک فارقلیط بھیج دے جو تمہارے ساتھ ابد تک رہے وہ روح حق ایسا کلام کرے گا جس کو لوگ جلدی قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ اسے پہچان نہیں سکیں گے اور میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔

(۷) جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری بات کی حفاظت کرے۔ میرا باپ اس شخص سے محبت کرے گا اور اسی کے پاس منزل متحد ہوگی، میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کہ دی ہیں کیونکہ تمہارے پاس ہی میں ٹھہروں گا لیکن وہ مددگار حق کا روح جس کو میرا باپ بھیجے گا۔ وہ تم کو ہر چیز سکھائے گا۔ اور ان تمام چیزوں کو یاد دلائے گا جو میں نے تم سے کہی ہیں۔ میں نے تمہارے پاس اپنے سلام اس نبی سے بطور امانت رکھا ہے۔ تمہارا دل مضطرب و پریشان نہ ہو۔ کیونکہ میں پھر تمہارے پاس لوٹوں گا۔ اگر تم مجھ محبت کرتے ہو تو باپ کی خشنودی حاصل کرتے رہو اور اگر میری بات تمہارے دل میں جاگزیں ہوگئی تو تمہاری تمام مرادیں پوری ہو جائیں گی۔

(۸) جب فارقلیط آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی

سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ لہٰذا میں تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور اس کے معاملے میں شک نہ کرنا۔

(۹) مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنا ہے لیکن تم اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے، لیکن جب وہ روح الحق آجائے گا تو ان تمام حق باتوں کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گا کیونکہ وہ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا، بلکہ جو کچھ سنے گا وہی بیان کرے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ اور باپ کے لئے جتنی چیزیں ہیں سب کچھ تمہیں بتلائے گا۔

(۱۰) یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ عنقریب دنیا کا سردار آئے گا اور وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوگا کہ مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔

(۱۱) متی کی انجیل میں ہے کہ مسیح نے کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پتھر جس کو بنانے والوں نے اخیر میں رکھا وہی اللہ کے مکان کی بنیاد ٹھہرا اور حقیقت میں ایسی بات ہوئی جو کہ ہماری نظروں میں تعجب خیز معلوم دیتی ہے۔ اسی بناء پر میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت عنقریب تم سے چھین لی جائے گی اور دوسری امت کے حوالے کردی جائے گی جو اس کا پھل کھائے گی۔ جو شخص اس پتھر پر گر پڑا وہ کشادگی میں رہے گا اور جس پر وہ ڈھے گیا تو اس کو مٹا ہی دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں فارقلیط کا لفظ آیا ہے۔ جس کا معنیٰ متعین کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ، حامد، حماد یا احمد ہے اس قول کو ان کے لغت کے ماہرین نے ترجیح دی ہے۔ دلیل میں یوشع کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من عمل صالحا كون له فارقليطا جيدًا

جس شخص نے اچھا عمل کیا اس کی اچھی تعریف ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ معین و مددگار اور نجات دہندہ کے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح خود اپنے کو نجات دہندہ کہتے تھے۔ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جو اصل میں فاروق تھا۔ پھر اسے

فارق بنایا گیا اور آخر میں کلمہ لیط زیادہ کردیا گیا جس کا معنیٰ ایسے ہی ہے جیسے کہ عربی میں "رجل ہو" "فرس ہو" کا معنیٰ ہوتا ہے۔ اکثر نصاریٰ کا یہی قول ہے۔

لیکن نصاریٰ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس کا معنیٰ سریانی زبان میں تسلی دینے والا ہے۔ اور یونانی زبان میں بھی یہی معنیٰ ہے لیکن ان دونوں قولوں پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی زبان سریانی یا یونانی تو نہیں تھی بلکہ عبرانی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح کی زبان عبرانی ہی تھی اور انجیل کا نزول بھی عبرانی زبان میں ہوا لیکن سریانی، یونانی، رومی بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔

لیکن اکثر نصاریٰ کے نزدیک اس کا معنیٰ مددگار اور نجات دہندہ کے ہیں اور حضرت عیسیٰ اپنے کو نجات دہندہ کہتے تھے۔ چنانچہ ان کی انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کا قول موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دنیا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ دنیا کو نجات دلاؤں۔ اسی بناء پر نصاریٰ اپنی نماز میں کہتے ہیں کہ تم ہمیں نجات دینے لئے پیدا ہوگے۔

جب نصاریٰ ان واضح نصوص کا انکار نہ کر سکے تو انہوں نے اس کے اندر تحریف کرنا شروع کردیا، اور مدعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی۔

کسی نے کہا کہ اس سے وہ روح مراد ہے جس کا نزول حواریوں پر ہوا کسی نے کہا کہ اس سے وہ آگ کے شعلے مراد ہیں جو آسمان سے شاگردوں پر اترے اور جس کے ذریعے انہوں نے عجیب وغریب کارنامے دکھلائے۔

کسی کا کہنا ہے کہ اس سے خود حضرت مسیح مراد ہیں، کیونکہ وہ سولی دیئے جانے کے چالیس دن بعد پھر دوبارہ قبر سے نکل کر آگئے۔

کسی نے کہا کہ اس لفظ کا معنیٰ ہی ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے ہم اس کا کوئی معنیٰ متعین نہیں کر سکتے لیکن اگر ان تمام عبارتوں کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تفسیریں بالکل باطل ہیں۔

کیونکہ روح القدس کا نازل ہونا صرف حضرت مسیح کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ مسیح سے پہلے اور بعد میں بھی انبیاء اور صالحین پر ان کا نزول ہوتا رہا ہے، اور روح القدس کے یہ صفات نہیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلہ۔22)

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔ اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار کی ہجو کر رہے تھے آپ نے ان کے لئے ان الفاظ میں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اے اللہ تو ان کی روح القدس کے ذریعہ مدد کر

آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ روح القدس تمہارے ساتھ اس وقت تک تھے جب تک کہ تم اپنے نبی کی جانب سے دفاع کر رہے تھے۔

غرض قرآن وحدیث میں کہیں بھی روح القدس کا نام فارقلیط نہیں بتایا گیا ہے۔ اس لئے روح القدس مراد نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل یہ کہ اس طرح سے تو بار بار روح القدس کے ذریعے انبیاء وصلحاء کی مدد کی گئی ہے لہٰذا یہ چیز کوئی اہم خبر نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ اپنے بعد ایک ایسے فارقلیط کی بشارت دے رہے ہیں جس کا معاملہ بہت عظیم الشان اور قابل اعتناء ہے۔ اور جس کے سامنے اس طرح کے تمام واقعات ہیچ ہیں۔

تیسری دلیل یہ کہ فارقلیط کے جو اوصاف حضرت عیسیٰؑ نے بیان کئے ہیں وہ روح القدس پر کبھی صادق نہیں ہو سکتیں بلکہ انھیں کے مثل کوئی انسان اور خاص شخص ہی مراد ہو سکتا ہے۔

مثلاً انہوں نے کہا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری وصیتوں کی حفاظت کرو میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں ایک دوسرا مددگار بخشے جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔

اس قول میں حضرت مسیح کا دوسرا مددگار کہنا ہی اس بات پر دال ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰؑ سے بالکل مغائر اور ان کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ جس کا ظہور حضرت مسیح کی زندگی کے بعد ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ اس قول کے اندر آپ نے فرمایا کہ وہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا، ظاہر ہے کہ یہاں ذات وشخصیت کی ابدیت نہیں مراد ہے، بلکہ تعلیم اور شرعت مراد ہے جو قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی، اور یہ بات بالکل متحقق ہے کہ فارقلیط اول یعنی حضرت عیسیٰؑ کی شریعت ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے وہ منسوخ ہو چکی ہے، لہٰذا دوسرے فارقلیط جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ پیشین گوئی ہوئی جن کی شریعت ہمہ گیر اور قیامت تک منسوخ نہ ہونے والی اور باقی رہنے والی ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح نے اس فارقلیط کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ لوگوں کو تمام چیزیں سکھلائے گا انھیں میری بیان کردہ باتیں یاد دلائے گا، اہل دنیا کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا۔

اور یہ بھی کہنا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدے مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہ کر سکو گے، لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کے راستے دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تم کو آئندہ کی خبریں دے گا اور جو کچھ باپ کے لئے ہے اس کے متعلق

تمہیں بتائے گا۔

مذکورہ صفات کی روشنی میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں، نہ ہی دل کے اندر پوشیدہ کوئی معنوی شئے ہے جس کو کہ لوگ نہ دیکھ سکتے ہوں اور نہ کلام کرسکتے ہوں، بلکہ کوئی ایسی ذات مراد ہے جس کو لوگ دیکھیں اور کلام کریں۔ اور وہ حضرت مسیح کی شہادت دے۔ لوگوں کو ہر چیز سکھلائے۔ حضرت مسیح کی باتوں کو یاد دلائے۔ اہل جہاں کو غلطیوں پر سرزنش کرے۔ حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے، بلکہ جو سنے وہی کہے، آئندہ کی خبر لوگوں کو دے۔ اللہ رب العالمین کے لئے جتنی چیزیں ثابت ہیں سب سے لوگوں کو باخبر کرے یہ کسی فرشتے کی صفات نہیں ہوسکتی اور نہ علم وہدایت وغیرہ معنوی شئے مراد ہوسکتی ہے، بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص مراد ہے۔ جو لوگوں کو مسیح کے بیان کردہ باتوں کی خبر دے اور مسیح سے مرتبے میں بلند ہو کیونکہ حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق وہ ان چیزوں پر قادر نہیں ہیں۔ اور اس چیز کا علم رکھے گا جس کا مسیح کو علم نہیں۔ مثلاً وہ آئندہ کی خبر دے گا اور اللہ رب العالمین کے لئے ان تمام چیزوں کو ثابت کرے گا جس کا وہ مستحق ہے۔

ان صاف اور مفصل پیشین گوئیوں کو دیکھ کر کوئی بھی عاقل یہ تسلیم کرنے میں تامل نہیں کرسکتا ہے کہ اس سے مراد درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح نے اللہ کی ذات اس کی صفات فرشتوں اور جنت وجہنم وغیرہ امور غیبیات کے متعلق جزئیات کی تفصیل نہیں بیان کی تھیں بلکہ اجمالی بیان پر اکتفا کیا تھا، کیونکہ حالات اس وقت سازگار نہیں تھے لوگوں کا ذہن اس لائق نہیں ہوا تھا کہ ان امور غیبیات کے متعلق تمام جزئیات کو تسلیم کرے جب کہ تبلیغ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصل یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل واستعداد کے مطابق خطاب کیا جائے۔

حضرت علی کا بیان ہے کہ لوگوں کے سامنے وہی چیزیں بیان کرو جس کو وہ پہچانتے ہوں اور جس کو وہ نہ پہچانتے ہوں اس کو بیان کرنا چھوڑ دو، کیونکہ نہ پہچاننے کی صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ

وہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو جھٹلا دیں گے۔

عبداللہ بن عباس سے ایک شخص نے آیت کریمہ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ (الطلاق۔12) کی تفسیر پوچھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے تم سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کردوں گا تو تم اس کا انکار کردو گے۔

چنانچہ اسی اصل کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح نے ان سے کہا کہ مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہے لیکن تم اسے برداشت نہیں کرسکتے، یہی وجہ ہے کہ توراۃ وانجیل دونوں کتابوں میں اللہ اس کے فرشتوں نیز جنت وجہنم کے صفات پر تفصیلی بیان کے بجائے اجمالی طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کے لئے راستہ ہموار کردیا تھا لیکن پھر بھی حضرت مسیح نے ان جزئیات پر روشنی ڈالنے کے بجائے یہ کہا کہ وہ حق کا روح جب آئے گا تو ان تمام چیزوں کو بیان کرے گا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے علاوہ کوئی اور مددگار آنے والا ہے جس کے متعلق بشارت دی جارہی ہے۔ چنانچہ عالمگیر وہمہ گیر شریعت کے حامل حضرت مسیح کے مدعا جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپ نے حضرت مسیح کی بیان کردہ تمام باتوں کو سچ کردکھایا، لوگوں کو حق کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ کے ذریعہ دین الٰہی اور اس کی نعمت کی تکمیل ہوئی، سلسلۂ ترسیل رسل کا اختتام ہوا آپ نے قیامت کی نشانیوں حساب وکتاب پل صراط اور وزن اعمال کی حقیقتوں، جنت اور اس کی نعمتوں، اور جہنم اور اس کی کلفتوں کا تذکرہ مفصل طریقے سے فرمایا۔ اور قرآن نے امور آخرت کے متعلق اس اجمال کی تفصیل بیان کردی جو توراۃ وانجیل کے اندر پایا جاتا تھا، جس سے حضرت مسیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔

قرآن نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا

لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ○ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ○
(الصّٰفّٰت۔37-36-35)

ان مشرکین سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہم مجنون شاعر کے لئے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں بلکہ آپ حق لے کر آئے ہیں اور آپ کی آمد سے رسولوں کی تصدیق ہوئی۔

چونکہ رسولوں نے آپ کے آنے کی خبر دی تھی اس لئے آپ کی تشریف آوری ان کی تصدیق کا باعث بنی، پھر آپ نے اپنی زبان سے بھی ان کی تصدیق کی۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے آپ کے بعد قیامت بالکل قریب ہے آپ نے فرمایا کہ میرا زمانہ اور قیامت بالکل اسی طرح ملا ہوا ہے جیسے کہ وسطی اور سبابہ دونوں انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں، آپ جب بھی قیامت کا تذکرہ کرتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی، چہرہ سرخ ہو جاتا اور غضب بڑھ جاتا۔ اور آپ انا النذیر العریان کہ کر لوگوں کو خطاب کرتے۔

آپ کے متعلق حضرت عیسیٰ نے پیشین گوئی میں یہ کہا تھا کہ وہ نبی آئندہ آنے والی چیزوں کے متعلق لوگوں کو باخبر کرے گا۔

چنانچہ آپ نے آئندہ آنے والی چیزوں کے متعلق تفصیل سے اس طرح باخبر کر دیا کہ اس سے پہلے کسی نبی نے نہیں کیا تھا، چہ جائیکہ بعض حواریوں کے دلوں پر نازل شدہ چیزوں میں اس کا تذکرہ ہو، اس طرح آپ کے افعال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی مکمل تصدیق ہو گئی، حضرت مسیح نے پیشنگوئی میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ مددگار ان تمام چیزوں کو بتلائے گا جو اللہ کے لئے ثابت ہیں اور جس کا وہ مستحق ہے۔

اس سے درحقیقت آپ کا اشارہ ان اسماء وصفات کی طرف تھا جو اللہ کے لئے ثابت ہیں اور ان حقوق کی طرف تھا جن کا وہ مستحق ہے، مثلاً خدا کا حق یہ ہے کہ بندہ اس کی ذات اس کے

اسماء حسنی اور صفات علیا پر نیز اسکے فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے، چنانچہ ان چیزوں کی مکمل وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں کی تھی۔ آپ ہی کی ذات وہ ہے جنھوں نے تفصیلی طور پر لوگوں کو اس سے باخبر کیا۔

اسی طرح حضرت مسیح نے کہا کہ وہ مددگار جب آئے گا تو میرے لئے گواہی دے گا۔ لہذا تم اس پر ایمان لانا۔

اس قول میں حضرت مسیح ایک ایسے آنے والے کی بشارت دے رہے ہیں جو ان کی نبوت کی گواہی دے گا، جیسے کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف۔6)

جب عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہاری جانب خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس حال میں کہ میں اپنے پہلے کی کتاب توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جس کا نام احمد ہوگا۔

اور پھر اس پر ایمان لانے کی اپنے اصحاب کو وصیت کر رہے ہیں۔

لہذا اس سے کوئی روح یا معنوی شئے مراد نہیں ہو سکتی جو حواریوں کے دلوں پر اتری کیونکہ حوارین پہلے ہی سے حضرت مسیح کو رسول جانتے تھے، ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی، اور نہ حضرت مسیح کے یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ جب وہ آئے تو تم ان پر ایمان لانا کیونکہ وہ پیشتر ہی روح القدس پر ایمان رکھتے تھے، لہذا حضرت مسیح کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود یہ بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والا نبی حضرت مسیح کے بعد آئے گا اور ان کے نبوت کی گواہی دے گا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی اہل دنیا کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا، یہ پیشین گوئی

درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے صادق آتی ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی نے بھی تمام دنیاوالوں کوان کی غلطیوں پر سرزنش نہیں کی صرف آپ ہی نے امرونہی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے کفروفسق لے لئے زجروتوبیخ کا طریقہ اختیار کیااوراس کے انسداد کے لئے کوڑے سے بھی مدد لی۔کافرین ومشرکین سے جہاد کیا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا۔ بلکہ جو سنے گا وہی کہے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کلام صرف خودسنی ہوئی وحی پر مشتمل ہوگا، نہ تو لوگوں سے جان کراور نہ خوداستنباط کر کے بیان کرے گا۔

اور یہ صفت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اندر پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح شریعت موسوی ہی کے پیرو تھے اور وہی تمام باتیں ان کے علم میں تھی جو حضرت موسیٰؑ سے ان تک پہونچی تھیں۔اوران باتوں کوانہوں نے اپنے پہلے لوگوں سے سن کر حاصل کیا تھا البتہ چند مزید چیزوں کی وحی بھی ان کی جانب کی گئی۔

ارشادخداوندی ہے:۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ (ال عمران۔48)

اوراللہ اسے کتاب وحکمت کاعلم دے گااورتوراۃ وانجیل کاعلم سکھائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اسی توراۃ کی باتیں بنواسرائیل کو بتاتے تھے جس کو بنو اسرائیل پہلے ہی سے جانتے تھے،البتہ اس کے ساتھ ساتھ انجیل کی بھی تعلیم دیتے تھے، جوخصوصا انہیں پر نازل ہوئی تھی۔ان کے مقابلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے پہلے کچھ نہیں جانتے تھے جس پر قرآن خودشاہد ہے:۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (الشوریٰ۔52)

اوراسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم کی وحی کی اس سے پہلے تم کچھ نہیں جانتے تھے کہ کتاب اورایمان کیا چیز ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ڰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (یوسف۔3)

اے نبی ہم اس قرآن کوتمہاری طرف وحی کر کے بہترین پیرایہ میں واقعات اورحقائق تم سے بیان کرتے ہیں ورنہ اس سے پہلے توتم ان چیزوں سے بالکل ہی بے خبر تھے۔

آپ جوبھی کہتے اور بیان کرتے وہ وحی کے ذریعے سن کر کہتے۔ارشادخداوندی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم۔3-4)

وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے ہیں یہ توایک وحی ہے جوان پر کی جاتی ہے۔

اس طرح حضرت مسیح کی وہ پیشین گوئی بھی صادق آئی کہ وہ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جووحی کی جائے گی وہی بیان کرے گا۔

پھراللہ نے آپ کواپنی نازل کی ہوئی باتوں کی تبلیغ کا حکم دیااوراس معاملے میں آپ کی حفاظت کی پوری ذمہ داری لی جس کی بناء پر آپ نے بلاتردد تمام حق باتوں کی رہنمائی کی حتی کہ ان باتوں کوبھی کھول کرلوگوں کے سامنے بیان کردیا جن کے کہنے سے انبیاء ڈرتے تھے کیونکہ انہیں اپنی قوم کی جانب سے اپنے نفسوں پر قتل کااندیشہ تھا جیسا کہ حضرت مسیح نے ان کو بہت سی باتیں نہیں بتائیں کیونکہ اگر وہ تمام امور کے حقائق ان کے سامنے پیش کردیتے تو وہ برداشت نہیں کرتے اور حضرت مسیح کوقتل کی سازش کرنے لگتے حضرت مسیح کے اس خوف کو بنواسرائیل اچھی طرح محسوس کرتے تھے۔

اس کے مقابلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ کی جانب سے ایسی نصرت ومدد حاصل تھی کہ اس سے پہلے کسی نبی کونہیں حاصل ہوئی۔اورجس طرح آپ کی حفاظت ہوئی اس طرح کسی کی نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام باتیں پیش کرنے میں کبھی خوف محسوس

نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اللہ نے آپ کو ایسے علم و بیان سے نوازا تھا جو کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ کے امتیوں کو تمام احکامات کے برداشت کرنے کی طاقت دی گئی، تاکہ وہ اہل توراۃ کی طرح نہ ہو جائیں جن کو توراۃ کا حامل بنایا گیا تھا لیکن اس کا بار نہ اٹھا سکے اور نہ اہل انجیل کی طرح ہو جائیں جن کے مزاج کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح کو یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنا ہے لیکن تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی سب سے زیادہ عقلمند ہیں، ان کا ایمان و یقین سب سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہے، ان کے علوم سب سے زیادہ بہتر ہیں اور اعمال قلبیہ و عبادات بدنیہ سب سے زیادہ مستحسن ہیں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ مددگار میری گواہی دے گا اور لوگوں کو تمام باتیں بتائے گا اور میری باتوں کو یاد دلائے گا۔

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب لوگوں کے سامنے اس طرح گواہی دی جائے کہ وہ اس کو سن سکیں صرف چند حواریوں کے دلوں میں اس کا پایا جانا کافی نہیں ہو سکتا۔

اور رسول ﷺ کے علاوہ کسی نے بھی حضرت مسیح کے متعلق اس طرح گواہی نہیں دی جس کو عام لوگ سن سکیں، آپ ہی نے علی الاعلان حضرت مسیح کے لئے حق کی گواہی دی اور یہود و نصاریٰ کی تمام بہتان طرازیوں اور افتراء سے آپ کی شخصیت کو منزہ کیا۔ اور آپ کی پوری حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی۔

یہی وجہ تھی کہ جب حقیقت پسند نجاشی نے صحابہ کی زبانی حضرت مسیح کے متعلق نبی کریم ﷺ کا بیان سنا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ واللہ جو تم نے کہا ہے، مسیح اس سے تنکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔

اور آپ کی امت کو قیامت کے دن کے لئے اللہ نے لوگوں پر گواہ مقرر کیا ہے۔ کیونکہ یہی وہ امت وسط ہیں جو حقیقت میں عادل شاہد ہیں۔ برخلاف یہود و نصاریٰ کے جنھوں نے گواہی دینے میں حق سے کبھی کام نہیں لیا ہے بلکہ ہمیشہ تحریف ہی کرتے رہتے ہیں جیسے کہ حضرت مسیح کے

بارے میں انہوں نے گواہی دی ہے۔

اس کے علاوہ فارقلیط کے معنی اگر حامد یا حماد یا محمود یا احمد کے ہیں تو یہ وصف آپکے اندر ظاہر و باہر ہے کیونکہ آپ اور آپ کے امتی ہر حال میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں، آپ ہی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہے۔ آپ کی تقریر اور نماز حمد سے شروع ہوتی ہے۔ آپ چونکہ حماد تھے۔ اسی مناسبت سے آپ کا نام محمد پڑا۔ یعنی سب سے زیادہ خصلتوں والا۔

اسی طرح آپ کا نام احمد ہے جیسا کہ قرآن کریم سے خود پتہ چلتا ہے۔

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف۔6)

حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔

احمد یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، جس کے دو معنی ہیں، ایک وہ شخص جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ دوسرے وہ شخص جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرے، اور اگر فارقلیط کے معنی احمد کے ہیں۔ تو حمد کا اطلاق مبالغۃً آپ پر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ حق تعالیٰ کی مجسم حمد و ثناء ہیں۔

توراۃ کے اندر مذکور ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ میں نے اسماعیل کے متعلق تمہاری دعا سن لی ہو میں نے ان کے اندر برکت دے دی۔ پھر ان کی اولاد میں اضافہ کروں گا اور بڑے مرتبے سے نوازوں گا۔

اس پیشین گوئی میں ماذ ماذ کا لفظ آیا ہے جو عبرانی لفظ ہے اسکے معنی میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ عربی میں جداً جداً یعنی بہت زیادہ معنی میں ہے، اگر یہ معنی صحیح ہے تو یہ بہت زیادہ کے معنی میں ہے، اگر یہ معنی صحیح ہے تو یہ بشارت حضرت اسماعیل کے اس بیٹے کے حق میں ہوئی جس کے ذریعے انھیں سب سے زیادہ شہرت ملی اور بات بالکل مسلم ہے کہ نبی ﷺ کے ذریعے جو شہرت حضرت اسماعیل کو حاصل ہوئی سے کسی بھی لڑکے سے انھیں نہیں ملی۔

دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ اس کے معنی صراحتاً محمد ہے لہٰذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ میں

محمد ﷺ کے ذریعہ ان کو بخشوں گا کیونکہ عبرانی الفاظ عربی الفاظ سے سب سے زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ جیسے عبرانی زبان میں اسماعیل کو "شماعیل" سمعتک کو "سمعتیخ" ایاہ کو "اوثو" قدسک کو "قدشیخا" انت کو "انا" اسرائیل کو "میرائیل" کہتے ہیں۔ نمونے کے طور پر یہاں توراۃ کے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں جس سے دونوں زبانوں کی مماثلت معلوم ہوگی۔

قدس لی خل نجور خل ریخم بنی اسرائیل باذام و یبمالی

عربی میں اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

قدس لی کل بکر کل اول مولود رحم فی بنی اسرائیل من انسان الی بهیمة لی.

ایک جگہ ہے:

نابی اقیم لاهیم تقارب اخیهم کا توا اخایلاتوه شماعون.

عربی میں اس کا معنی یہ ہے:

نبیا اقیم لهم من وسط اخوتهم مثلک به یومنون

ایک جگہ ہے:

انتم عابرتم بعیولی اجیخیم بنوا عیصاه

اس کا معنی عربی میں یہ ہے:

انتم عابرون فی تخم اخوتکم بنی العیص

اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ:

اصبوع اولوهم هوم

عربی میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا:

اصبح الله کتب له بها التوراة

اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں:

چنانچہ اسی طرح لفظ "ماذ ماذ" اور محمد کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور ب حرف جار اس کی مزید تائید کرتا ہے کیونکہ اعظمہ بجدا جدا کہنا صحیح نہیں ہوسکتا، البتہ اعظمہ کہنا درست ہے۔

پھر یہاں قطعی طور پر رسول ﷺ ہی مراد ہیں کیونکہ آپ کی ذات سے حضرت اسماعیلؑ کو جو شہرت اور عزت ملی وہ کسی باپ کو اپنے بیٹے سے نہیں ملی۔

غرضیکہ دونوں مراد لینے سے رسول ﷺ ہی کے متعلق بشارت دی جا رہی ہے البتہ دوسرا معنی مراد لینے سے بھی حضرت اسماعیل کی وہی فضیلت وعظمت مراد ہے جو انھیں حضور ﷺ کے ذریعہ حضرت اسحٰق کے اوپر بڑے پیمانے پر حاصل ہوئی۔

مذکورہ بیان سے جب یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ فارقلیطا موذ موذ، محمد اور احمد کے معنی میں مشابہت پائی جاتی ہے، پھر نام کی تصدیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اسم با مسمیٰ ہیں آپ اور آپ کے امتیوں کی زندگی سراپا خدا کی حمد وثناء ہے تو اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئی آپ ہی کے لیے ہے، مزید یہ کہ حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئیاں آپ پر صادق آتی ہیں مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی کے مطابق آپ نے کفر وشرک کا قلع قمع کیا۔ غلطیوں پر لوگوں کی سرزنش کی اللہ کی ذات کو ان تمام عیوب سے منزہ کیا جو افتراپردازوں نے اس کے متعلق گھڑ رکھا تھا اس کو اسماء حسنیٰ اور صفات عیسیٰ کا مستحق ٹھہرایا۔ اس کے احکام وافعال قضا وقدر سے لوگوں کو باخبر کیا، صرف وحی کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا۔ حضرت مسیح کی تصدیق کی، ان کے لیے شہادت دی اگر محمد ﷺ اس پیشگوئی کے مستحق نہیں ہیں تو ہم اہل انجیل وتوراۃ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کون ہستی ہے جنھوں نے حوادثات زمانہ سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے، خروج دجال کی خبر دی، ظہور دابۃ الارض سے آگاہ کیا۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی اطلاع دی اور اسکے علاوہ امور غیبیہ مثلاً قیام قیامت، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ وزن اعمال وپل صراط وغیرہ سے آگاہ فرمایا حالانکہ یہ تفصیلات نہ توراۃ میں بیان

کی گئی ہیں اور نہ انجیل کے اندر بلکہ ان چیزوں کے بیان کرنے سے انبیاء اپنے نفسوں پر خوف کھا تے تھے۔ ان امور کی اطلاع صرف محمد ﷺ نے دی ہے اس لیے قطعی طور پر آپ ہی اس بشارت کے مستحق ہیں، نہ کہ حضرت مسیح، آپ ہی درحقیقت دنیا کے سردار بن کر آئے آپ کی آمد سے حضرت مسیح کی شریعت منسوخ ہوگئی اس لیے تمام اقوام عالم پر واجب ہے کہ آپ کی اتباع کریں کیونکہ سچا دین آپ ہی کے پاس ہے اور یہود و نصاریٰ کے پاس گھڑا ہوا باطل دین ہے اور جو کچھ حق کی باتیں وہ رسول ﷺ کے آنے سے منسوخ ہو چکی ہیں۔

حضرت مسیح اور حضور ﷺ کے اقوال میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس کی چند زندہ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں جس سے دونوں نبیوں کی صداقت کا قوی ترین مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عادل حاکم اور منصف امام بن کر تمھارے درمیان نازل ہوں گے۔ اور کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے بعینہ آخری بات حضرت عیسیٰ نے اپنی پیشگوئی میں آپ کے متعلق کہی ہے کہ وہ نبی کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔

(۲) حضرت مسیح نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پتھر جس کو معماروں نے آخر میں رکھا تھا وہ مکان کی بنیاد ٹھرا۔

یہ قول رسول ﷺ کے اس قول سے کس قدر مشابہ ہے آپ نے فرمایا کہ میری اور اگلے انبیاء کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کو مکمل کیا البتہ صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پھر اس کے ارد گرد گھومنے پھرنے لگے اور اس کے حسن تعمیر کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور مالک مکان سے یہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں وہ اینٹ رکھ دی تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی، وہ اینٹ میں ہی ہوں۔

(۳) حضرت مسیح نے فرمایا کہ یہ چیز ہماری آنکھوں میں تعجب خیز معلوم ہوتی ہے، لیکن سن لو خدا کی بادشاہت تم سے چھین لی جائے گی اور دوسری امت کے حوالے کردی جائے گی یہی بات

قرآن حکیم میں اللہ رب العالمین نے اس طرح فرمایا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (الانبیاء۔105)

اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

دوسری جگہ ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور۔55)

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اس طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس امثال لایا ہوں لیکن وہ تم سے تاویل بیان کریگا۔ بعینہ اس کی صداقت قرآن سے ہمیں ملتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل۔89)

اور ہم نے تمہارے اوپر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

دوسری جگہ ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (یوسف۔111)

جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انھیں کی تصدیق ہے اور چیز کی تفصیل ہے اور ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

چنانچہ جب ہم توراۃ وانجیل سے قرآن کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے بالکل واضح ہو جاتی ہیں کہ توراۃ وانجیل کے اندر اجمال سے کام لیا گیا ہے۔ اور قرآن میں ان تمام اجمال کی تفصیل امثال کی تاویل اور رموز کی تشریح موجود ہے جو توراۃ وانجیل کے اندر پائی جاتی تھیں۔

(۵) حضرت مسیح نے آئندہ آنے والے حوادثات کے متعلق خود اجمالاً انھیں باخبر کیا تھا، لیکن پیشنگوئی میں آپ نے فرمایا کہ وہ نبی تم کو ان تمام چیزوں کے متعلق خبر دیگا جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اس کی روشنی میں جب آنحضورﷺ کے ان تمام بیانات کو دیکھا جائے جو آپ نے جنت و جہنم ثواب وعقاب کے متعلق تفصیل سے دیئے ہیں۔ تو دونوں نبیوں کی صداقت کا زبردست ترین مظاہرہ ہوتا ہے۔

غرض کہ ان کی پوری پیشنگوئی آپ پر صادق آتی ہے، انہوں نے واضح طور پر آپ کی نبوت کی شہادت دی ہے آپ کی صفات وعلامات کی مکمل نشاندہی کی ہے اور آپ کے اتباع کرنے اور نہ کرنے کے انجام سے بھی باخبر کیا ہے، چنانچہ اتباع کرنے والے کے لیے دائمی کامیابی اور خدا کی بادشاہت کے ملنے کی بشارت دی ہے اور نافرمانی کرنے والوں کے لیے بادشاہت کے چھن جانے اور ذلت ونکبت کی زندگی گزارنے کی وعید سنائی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○ (آل عمران۔55)

خدا نے کہا کہ اے عیسیٰ اب میں تجھے واپس لونگا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالونگا اور جنھوں نے تیرا

انکار کیا ہے ان سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کردونگا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھونگا جنھوں نے تیرا انکار کیا ہے، پھر تم سب کو آخرکار میرے پاس آنا ہے۔ اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔

اور چونکہ حضرت عیسیٰ اور تمام نبیوں کے حقیقی متبع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی ہی ہیں اس لئے ان کے لئے یہ بشارت ہے کہ ان صلیب پرست نصاریٰ کے اوپر قیامت تک ان کی بالادستی رہے گی جو نصاریٰ کی حقیقی طور پر حضرت مسیح کے دشمن ہیں کیونکہ انھوں نے ان کو نبی اور بندہ ماننے اور حقیقی مرتبہ دینے کے بجائے ایک معبود کا درجہ دیا ہے، اور پھر ایسا معبود جس پر ذلت کی مار پڑی ہے اور طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار ہوا ہے۔

(۶) حضرت مسیح نے فرمایا، عنقریب دنیا کا سردار آنے والا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کون وہ شخص ہے جو پوری دنیا کا سردار رہا ہو۔ اور خواستہ ناخواستہ کھلے چھپے ہر حال میں لوگوں نے اسکی اطاعت کی ہو۔ اور اس کی زندگی میں ہر بھی اور موت کے بعد بھی یہی جلوہ کارفرما نظر آیا ہو، وہ کون ہے جس کی دعوت ہر اس گوشے تک جا پہنچی ہو۔ جہاں دن رات کی آمد ہوتی ہے۔ وہ کون ہے جس کے سامنے سب قبائل واُمم سرنگوں ہوئے ہوں۔ ان کی اطاعت وغلامی کے لیے کمربستہ ہوئے ہوں۔ بت پرستی وشیطان پرستی باطل ہوگئی ہو، خدا کا دین غالب ہوا ہو، ملحدین وکافرین کو ندامت ہوئی ہو، مومنوں کو عزت ملی ہو بلکہ توحید اور تکبیر وتحلیل کی آواز سے ہر شہر وقریہ گونج اٹھا ہو، ظلم کی بدلیاں چھٹ گئی ہوں تاریکی کافور ہوگئی ہو اور حق وانصاف کی روشنی نے دنیا کو منور کردیا ہو۔

یہ صفات درحقیقت صرف اور صرف نبیﷺ کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور آپ کا یہ دعویٰ بالکل سچا ہے۔ انا دعوة ابراهيم وبشرى عيسى۔ میں ابراہیم کی دعوت ہوں اور عیسیٰ کی خوشخبری ہوں۔

حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کی روشنی میں آپ کا یہ قول ملاحظہ ہو۔ آپ نے فرمایا:

انا سید ولد ادم ولا فخر ادم فمن دونه تحت لوائی، وانا خطیب الانبیاء اذا وفد و امامهم اذا اجتمعوا ومبشرهم اذا ایسوا لواالحمد بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی

میں آدم کی اولاد ہوں اور میں بطور فخر نہیں کہتا ہوں، آدم اور ان کے علاوہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہیں، میں انبیاء کا خطیب ہوں جب وہ وفد کی شکل میں جائیں اور ان کا امام ہوں جب وہ اکٹھا ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے اور اللہ کے نزدیک بنی آدم میں سب سے معزز ہوں۔

نصاریٰ ایک ایسے مسیح پر ایمان رکھتے جس کا کوئی وجود نہیں اور یہود دجال کے منتظر ہیں

(۷) حضرت مسیح نے اپنی پیشگوئی میں فرمایا: مجھے کچھ بھی اختیار نہیں ہے اس میں در حقیقت توحید کا اثبات مقصود تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ تمام معاملات کا وقوع اللہ کی ذات سے ہے میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔

یہی بات رسول ﷺ کے متعلق اللہ رب العالمین نے کہی:

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (ال عمران۔128)

اے نبی خدا کے معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔

غرض کہ رسول ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کے اقوال میں اس قدر موافقت پائی جاتی ہے کہ دونوں کو رسول تسلیم کئے ہوئے ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، ایک کے انکار سے دوسرے کی تکذیب لازم ہے، اور ایک کا مصداق ثابت کرنے کے لیے دوسرے کی تصدیق ضروری ہے، صرف تنہا ایک کی تصدیق ایمان کے لیے کافی نہیں ہو سکتی بلکہ جس نے بھی حضور کی تکذیب کر کے حضرت مسیح کے

پیرو ہونے کا دعویٰ کیا وہ یقیناً حقیقی مسیح کا منکر ہے البتہ وہ خود ساختہ مسیح کا پیرو بن سکتا ہے، جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔

یوحنا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی کتاب اخبار الحواریین (جس کو ان کی زبان میں اقرا کیس کہا جاتا ہے) اپنے احباب کو نصیحت کرتے ہوئی کہا تھا:

میرے دوستوں! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم ہر روح پر ایمان لاؤ البتہ اللہ کی جانب سے جو روح اس کو اس کے غیر سے ممتاز کر لو اور یہ جان لو کہ جو روح اس بات کا اقرار کرے کہ عیسیٰ بن مریم آئے ہیں اور وہ جسم والے تھے تو وہ روح خدا کی جانب سے ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ خدا کی جانب سے نہیں ہے بلکہ مسیح کذاب کی جانب سے جو اس وقت دنیا میں ہے۔

چنانچہ مسلمان حقیقی مسیح پر ایمان لائے جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے کلمے اور روح ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور نصاریٰ ایک ایسے مسیح کذاب پر ایمان لائے جو اپنے اور اپنی ماں کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اور میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایسے کسی مسیح کذاب کا وجود ہے تو وہ اسی مسیح دجال کا بھائی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور وہی مسیح دجال یہودیوں کا نبی ٹھہرے گا جس کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔

پس حق نہ قبول کرنے کا بدلہ اسی طرح باطل سے دیا جاتا ہے۔

ابلیس و نصاریٰ اور حق سے اعراض کرنیوالے کا بدلہ

حق نہ قبول کرنے کے نتیجہ میں باطل پسندوں کا کیا انجام ہوتا ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ابلیس نے تکبر کی بناء پر حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔لیکن صرف ایک سجدہ نہ کرنے کے نتیجے میں اسے ہمیشہ کے لئے فاسقین و مجرمین کی بدترین قیادت ملی۔

اسی طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو بندہ ماننے سے انکار کیا اس کے نتیجے میں ان کو ایک ایسے معبود پر قانع ہونا پڑا جو بیچارہ یہودیوں کے ہاتھوں ایسے ظلم کا شکار ہو چکا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے کلیجہ منھ کو آتا ہے۔مثلاً اسے طمانچے سے مارا گیا، اسکے چہرے پر تھوکا گیا، اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، یہاں تک کہ اس کو سولی بھی دے دی گئی۔

یہ نصاریٰ کے اس تکبر اور خودداری کا ذلت آمیز انجام ہے جوانھوں نے حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننے سے انکار کیا تھا، اللہ کے لئے انھوں نے بیوی اور بیٹا مان رکھا تھا، حالانکہ اپنے پادریوں کو اس سے منزہ قرار دیتے تھے۔اللہ رب العالمین وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت کو چھوڑ کر ان پادریوں کی باتوں کو انھوں نے اپنے لئے قول حق سمجھ رکھا تھا جنھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو اپنی طبیعتوں سے حرام کر لیا تھا۔

اسی طرح جہمیہ نے اللہ کے لئے صفت علو کا انکار کیا اور قرآن کریم کی ان آیتوں کی مخالفت کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات سے جدا ساتویں آسمان پر عرش کے اوپر ہے، کیونکہ ان کے خیال باطل کے مطابق ایسی صورت میں خدا کو محصور و محدود ماننا پڑے گا۔لیکن پھر انھوں نے، کنواں، تالاب، قید خانہ اور تمام نجاسات کے اندر خدا کو محصور کر دیا یہ درحقیقت اسی حق سے اعراض کرنے کا نتیجہ تھا جس کی بناء پر وہ رتوندھ کے مرض میں مبتلا رہے اور حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی۔بلکہ ایسی ایسی بے تکی اور بے بنیاد باتیں کہیں جن کو سن کر عاقل آدمی کو بیساختہ ہنسی آتی ہے۔اور شیطان ان کا خوب مذاق اڑاتا ہے۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب میں جاؤں گا تو اس رسول کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اس سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ مسیح کو اختیار حاصل تھا اور انھوں نے آپ کو بھیجا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ انھیں تمہارے پاس بھیج دے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی حاکم کے بھیجنے پر وہ یقینا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کو بھیجا ہے۔کیونکہ وہی درحقیقت بھیجنے کا سبب بنا ہے۔ بالکل یہی حیثیت حضرت مسیح کی بھی ہے۔

اللہ رب العالمین کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے ان اسباب میں ایک سبب دعا بھی ہے۔جس کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اجابت کے شرف سے نوازتے ہوئے اپنے اس فیصلے کو پورا کر دیتا ہے جس کو اس نے پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا۔اس طرح مومن کی دعا اس کام کے وقوع پزیر ہونے کے لئے صرف ایک وسیلہ بن جاتی ہے۔جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (البقرۃ۔129)

اے ہمارے رب ان کے درمیان انھیں میں کا ایک رسول بنا کر بھیج جو ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت کرے اور کتاب وحکمت کی باتیں سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بھیجنے کا فیصلہ پہلے ہی کر رکھا تھا۔اور آپ کے نام کا اعلان بھی کر دیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نبی کب ہوئے۔آپ نے فرمایا میں اس وقت نبی ہوا جب کہ آدم روح اور جسم کے

درمیان تھے۔ آپ نے مزید یہ فرمایا کہ میرا نام خاتم النبیین اس وقت لکھ دیا گیا تھا جب کہ آدم ابھی گیلی مٹی میں لپٹے ہوئے تھے۔

اسی طرح اللہ نے مسلمانوں کے لئے غزوہ بدر میں فتح و نصرت پہلے ہی سے مقدر کر دی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری مدد کے لئے سبب بنی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بارش کے نازل کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، لیکن بندوں کی دعائیں نزول رحمت کا سبب بنتی ہیں۔

اسی طرح کسی کو بخشنا اور ہدایت دینا چاہتا ہے لیکن اس کو معلق کر دیتا ہے اس بندے کی دعا اور توبہ واستغفار پر۔

چنانچہ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی حضرت ابراہیمؑ کے مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے دعا کی تھی لیکن چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں دعا کی تھی اس لئے اس کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے کیا اور حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد فریاد کئے ہوں گے۔ اس لئے اس کا تذکرہ اللہ نے نہیں کیا۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔ ان کا یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے کس قدر موافق ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح تمہارے درمیان عادل حکم اور منصف امام کی حیثیت سے نازل ہونگے اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے، جزیہ اتار دیں گے آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ جو بھی اس نبی سے ملاقات کرے وہ میرا اسلام ان تک پہونچا دے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس نے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہیں۔

فصل

توراۃ کا یہ جملہ بیان کیا جاچکا ہے کہ سینا سے اللہ نمودار ہوا اور ساعیر سے اس کی تجلی پھوٹی اور فاران کی چوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا۔ علماء اسلام نے اس قول کی تشریح کی ہے۔

چنانچہ ابو محمد قتیبہ کہتے ہیں کہ ہر صاحب بصیرت پر یہ بات واضح ہے کہ سینا پر خدا کے نمودار ہونے سے مراد توراۃ کا نزول ہے جو طور سینا میں حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور اس بات پر اہل کتاب اور مسلمان سب متفق ہیں۔

اور ساعیر سے روشنی پھوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں انجیل کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا حضرت مسیح عیر کے علاقے میں ناصرہ نامی ایک گاؤں میں رہتے تھے جو حضرت ابراہیم کا مسکن تھا اسی مناسبت سے ان کے متبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

اسی طرح خدا کا فاران سے ظاہر ہونے کا مطلب یہ تسلیم کرنا واجب ہوگا کہ اس سے مراد قرآن کا نزول ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔

اور جبال فاران سے مراد مکہ کے پہاڑ ہیں جس کو مسلمان اور اہل کتاب سب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس ثابت شدہ حقیقت کا بھی یہ لوگ انکار کر بیٹھیں تو ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تو تحریف اور دروغ گوئی کے خوگر ہو چکے ہیں، لیکن بہرحال ہم ان کے خلاف دلیل قائم کریں گے اور پوچھیں گے کہ کیا توراۃ کے اندر یہ مذکور نہیں کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو فاران میں ٹھہرایا تھا۔ پھر آخر وہ مقام فاران کہاں ہے، جہاں اللہ کا ظہور ہوا اور وہ نبی کون ہیں جن کے اوپر مسیح کے بعد کتاب نازل ہوئی اور وہ کون سا دین ہے جو اسلام کی طرح مشرق و مغرب میں غالب ہوا۔

بعض علماء اسلام کا کہنا ہے کہ ساعیر شام کے اندر ایک پہاڑ کا نام ہے، جہاں سے حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اس کے جانب قریہ بیت لحم ہے۔ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ جسے آج ساعیر

ہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔اور وہاں جو پہاڑ ہے ان کو بھی ساعیر کہا جاتا ہے۔

توراۃ میں مذکور ہے کہ بنو عیص ساعیر ہی میں آباد تھے اور اللہ نے حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توراۃ کے اس بیان میں تینوں پہاڑوں کا تذکرہ موجود ہے۔

حراء مکہ کا سب سے بلند پہاڑ ہے، یہیں نزول وحی کی ابتداء ہوئی اور اس کے اطراف میں بہت سے پہاڑ ہیں۔اس مقام کو آج تک فاران کہا جاتا ہے اور مکہ اور طور سینا کے درمیان جو آبادی ہے اس کو بیابان فاران کہا جاتا ہے اور کوئی بھی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ ان مقامات میں کوئی کتاب نازل ہوئی ہے۔یا کسی نبی کا ظہور ہوا ہے۔

لہٰذا یہ بات متعین ہوگئی کہ جبال فاران سے ظہور کا مطلب درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی کی پیشین گوئی ہے۔اس طرح اللہ نے توراۃ میں تینوں نبوتوں کے زمانے کو بالترتیب ذکر کیا ہے پہلے توراۃ پھر انجیل پھر قرآن کا تذکرہ، اور یہی تینوں کتابیں سرچشمہ ہدایت ہیں۔

توراۃ کے لئے نمودار ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے، اور انجیل لے لئے چمکنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور قرآن کے لئے ظہور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ان تینوں لفظوں کے لانے میں ایک حکمت ہے وہ یہ کہ توراۃ کا نزول طلوع فجر کی مانند ہے اس لئے نمود کا لفظ استعمال کیا اور انجیل کا نزول سورج کے چمکنے کے مانند ہے اس لئے اس کے لئے ظہور وغلبے کا لفظ استعمال کیا۔

قرآن کو فضیلت دینے کی وجہ یہ ہے کہ توراۃ وانجیل کے مقابلے میں قرآن کے ذریعے خدا کے دین کو سب سے زیادہ حاصل ہوا اور ہدایت الٰہی کی تکمیل ہوئی، اس لئے اس کو نصف النہار میں چمکتے ہوئے سورج سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس کا نام سراجاً منیراً بھی رکھا گیا کیونکہ اس کی روشنی ہر جگہ اور ہر حالت میں انسان کے لئے ضروری ہے، اس کے مقابلے میں سورج کو "سراجاً وھاجاً"

کہا گیا، کیونکہ اس کی ضرورت ہر حالت میں نہیں پڑتی۔

ان تینوں مقاموں کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے:۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝

(التین۔3-1)

انجیر اور زیتون کی قسم طور سینا اور اس بلد امین کی قسم۔

انجیر اور زیتون سے مراد ان پھلوں کے پیدا ہونے کی جگہ یعنی فلسطین اور اس کے اطراف کے علاقے ہیں۔جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔اور انجیل کا نزول ہوا تھا۔

طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ رب العلمین حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہو، اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جو حضرت ابراہیم ان کے بیٹے اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کا مسکن ہے اسی کو فاران بھی کہتے ہیں۔

توراۃ کی پیشین گوئی میں بالترتیب تینوں نبوتوں کا تذکرہ زمانے کے اعتبار سے ہے اور یہاں درجے اور مرتبے کے اعتبار سے ہر ایک کی قسم بالترتیب کھائی گئی ہے۔ابن قتیبہ اور دیگر علماء اسلام نے یہ مذکورہ باتیں کہیں ہیں۔

توراۃ کے اندر ہے کہ ابراہیم نے وعدہ کیا اور اسماعیل کو ہاجرہ کے حوالے کر دیا اور کچھ روٹی پانی کا انتظام کر کے انھیں دیا اور حکم دیا کہ تم چلی جاؤ چنانچہ وہ چل پڑیں اتفاق سے پانی ختم ہو گیا انھوں نے بچے کو ایک درخت کے نیچے لٹا دیا اور خود اس کے برابر میں پتھر پھینکنے کی مقدار کی دوری پر جا بیٹھیں تاکہ وہ بچے کو مرتا ہوا نہ دیکھ سکیں اور زور سے رونے لگیں، بچے کی چیخ اللہ نے سن لی اور فرشتے نے ان سے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور بچے کو اٹھا لو اور خوب نگرانی سے اس کو اپنے پاس رکھو اس لئے کہ اس کے ذریعہ اللہ ایک بہت بڑی امت پیدا کرنے والا ہے اور اللہ نے ان کی آنکھ کھول دی، انھوں نے پانی کا چشمہ دیکھا اور بچے کو پانی پلایا، پھر اپنا مشکیزہ بھی بھرا۔اس طرح اللہ کی مہربانی ہمیشہ بچے کے ساتھ رہی۔یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور بیابان فاران میں سکونت پزیر

ہو گئے۔ توراۃ کا یہ اقتباس صاف صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اسماعیل وادی فاران ہی میں پلے بڑھے اور وہیں مستقل قیام بھی آپ کا رہا اور یہی وہ مقام ہے جہاں وہ پیاس سے مر رہے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کو پانی کے چشمے سے سیراب کیا۔ اور توراۃ کے علاوہ خبر متواتر سے یہ چیز جانی جاتی ہے کہ حضرت اسماعیل مکہ ہی میں پلے بڑھے اور انھوں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ اس لئے حتمی طور پر فاران سے مراد مکہ ہی ہے۔

اس قسم کی بشارت شمعون کے کلام میں بھی ہے جس کا ترجمہ ان کے یہاں مقبول مانا جاتا ہے۔ وہ بشارت یہ ہے۔

فاران سے اللہ کا ظہور ہوا اور اس کی تسبیح اور اس کے امتیوں کی تسبیح سے آسمان و زمین بھر گئے۔

اور یہ دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سرزمین فاران میں کوئی ایسا شخص نمودار نہیں ہوا جس کی اور جس کی امت کی تسبیح سے آسمان و زمین بھر گئے ہوں، کیونکہ قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ اس سرزمین میں حضرت عیسیٰ کا ظہور نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت موسیٰ مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ کوہ طور پر اللہ رب العالمین ان سے ہم کلام ہوا تھا جو کہ سرزمین فاران میں نہیں ہے اگر چہ مکہ اور طور کے درمیان جو آبادی ہے اس کو بیابان فاران کہا جاتا ہے لیکن توراۃ کا نزول اس میں نہیں ہوا تھا پھر توراۃ کی بشارت طور کے ساتھ اور انجیل کی بشارت ساعیر کے ساتھ پہلے ہی دی جا چکی ہے، اس لئے لامحالہ یہاں فاراں سے مراد قرآن کریم کا نزول ہے۔

اس کی تصدیق حتقوق کے قول سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ظہور تیمن سے ہوا اور قدس کا ظہور جبال فاراں سے ہوا، ساری زمین احمد مرسل کی تحمید و تقدیس سے یہ منور ہو گئی۔ اور وہ اپنے زور بازو سے روئے زمین کے تمام اقوام کے مالک بن گئے۔ اور ان کے (مجاہدین کے) گھوڑے سمندروں میں حفاظت خداوندی کے ساتھ تیرائے جائیں گے۔ اور بعض اہل کتاب نے کلام حتقوق میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم عنقریب اپنی کمانوں کو تیروں سے

بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہوں گے، یہاں آپ کے اسم ذات اور صفات دونوں کی تصریح ہے۔ اگر یہودی یہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی محمد ﷺ عربی نہیں ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ احمد کون ہیں جن کی حمد و ثنا سے تمام زمین پر ہو گئی اور جو جبال فاراں سے ظاہر ہوئے اور تمام روئے زمین اور رقاب امم کے مالک بن گئے۔

فصل

توراۃ کا یہ بیان نقل کیا جا چکا ہے کہ حضرت ہاجرہ جب سارہ سے جدا ہوئیں تو فرشتہ ان کے سامنے نمودار ہوا اور ان سے دریافت کرنے لگا کہ ہاجرہ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے حضرت ہاجرہ نے صورت حال بیان کر دی فرشتے نے کہا کہ لوٹ جاؤ، تمہاری فریاد اللہ نے سن لی اب وہ تمہیں بے شمار اولاد دے گا اور غور سے سن لو کہ تو حاملہ ہو گی اور ایک بچہ جنے گی جس کا نام اسماعیل ہوگا، جس کی لوگ اطاعت کریں گے اور جس کا ہاتھ سب پر برتر ہوگا۔

اس بشارت کے ناقلین کا کہنا ہے کہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنو اسماعیل کو بنو اسحٰق پر کبھی فضیلت حاصل نہیں ہوئی، کیونکہ نبوت اور کتاب بنو اسحٰق ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہ سلسلہ حضرت یعقوب اور یوسف سے لے کر حضرت عیسیٰ تک چلتا رہا۔ ابتداء میں وہ مصر میں حضرت یعقوب کے ساتھ حضرت یوسف کی بادشاہت میں رہے، پھر مصر سے نکلنے کے بعد حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی معیت میں رہے، حضرت موسیٰ کے بعد یوشع کا زمانہ آیا۔ یوشع کے بعد حضرت داؤد نبی ہوئے، داؤد کے بعد حضرت سلیمان انھیں میں نبی بنا کر بھیجے گئے، جن کو پوری دنیا کی بادشاہت حاصل تھی، ان میں آخری نبی حضرت عیسیٰ ہوئے پھر ان میں آخری نبی حضرت عیسیٰ کے بعد ان پر زوال آنا شروع ہوا کیونکہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کے نبوت کی تکذیب کی تھی جس کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے ان پر ذلت کی مار پڑی اور بادشاہت چھین لی گئی اور دیگر قومیں ان پر مسلط کر دی گئیں، چنانچہ اہل فارس اور روم کے ظلم و ستم کا شکار

ہوئے، لیکن ابھی تک اس طویل عرصے میں بنو اسماعیل کو بنو اسحٰق اور دیگر اقوام پر فضیلت حاصل نہیں ہوتی تھی، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو بنو اسماعیل تمام اقوام عالم پر سبقت لے گئے ان کی بادشاہت تمام لوگوں میں غالب ہوئی۔ فارس و روم، ترک و دیلم سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔

یہود و نصاریٰ بت پرست و صابئہ اور مجوس سب مغلوب ہو گئے اور تورات کی یہ پیشین گوئی پوری اتری کہ آپ کا ہاتھ تمام لوگوں کے اوپر ہوگا، اور یہ حالت آخری زمانے تک باقی رہے گی۔

یہود کا کہنا ہے کہ اس میں حضرت ہاجرہ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دی جا رہی ہے جس کو بادشاہت سے نوازا جائے گا اور اس میں نبوت و رسالت کی بشارت نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہت کی دو قسمیں ہیں ایک تو مطلق بادشاہت ہے، جس کا نبوت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کی بنیاد جبر و ظلم پر ہوتی ہے۔

اور ایک بادشاہت بذات خود نبوت ہے۔ ان دونوں قسموں میں پہلی قسم کی بادشاہت بذات خود بری ہے اور دوسری قسم بذات خود احسن ہے۔ اور چونکہ بشارت اچھی چیزوں کی دی جاتی ہے اس لئے یہاں پہلی قسم کی بادشاہت کی بشارت مراد نہیں ہو سکتی، خاص طور سے ایسا بادشاہ جو بادشاہت کی پہلی قسم سے تعلق رکھتا ہو اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کرے تو وہ خدا کے نزدیک مخلوقات میں سب سے برا ہوگا، اس لئے خدا اس کی بشارت کیوں دے گا بلکہ اس سے تو ایسے ہی بچنے کی تلقین کرے گا جیسے کہ دجال کے فتنے سے بچنے کی تلقین ہے اور وہ تو بخت نصر سنجاریب اور تمام ظالم و جابر بادشاہوں سے بھی بدتر ہوگا۔ لہٰذا ایسے آدمی کی خبر بشارت نہیں ہو سکتی اور نہ حضرت ہاجرہ اور ابراہیم کو اس سے خوشی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی یہ ان کے گریہ وزاری اور خشوع و خضوع کا بدلہ ہو سکتا ہے، جب کہ اللہ نے ان کی فریاد سن لی تھی اور ان کو اس مولود کے متعلق یہ بشارت سنائی تھی کہ وہ اسے ایک عظیم مرتبے سے نوازے گا، اور اس کی نسل سے ایک بڑی امت وجود میں آئے گی۔

لہٰذا اگر بشارت کا مطلب یہی ہے جسے اہل کتاب سمجھتے ہیں تو یہ ایسے ہی خبر دینا ہوگا جیسے حضرت ہاجرہ سے کہا گیا ہو کہ تم ایک جابر ظالم فاسق اولاد جنو گی جو تمام لوگوں پر جبراً و ظلماً حکومت کرے گا، اللہ کے نزدیک نیک بندوں کو قتل کرے گا اور معصوموں کو قید کرے گا۔ باطل طریقے سے لوگوں کا مال چھینے گا اور انبیاء کے دین کو بدل ڈالے گا۔ اللہ پر جھوٹی باتیں کہے گا اور جس شخص نے بشارت کو اس پر محمول کیا اس نے اللہ پر سب سے بڑی بہتان طرازی کی۔

اور یہ طریقہ بہتان طراز افتراء پرداز انبیاء کے قاتلین یہودیوں ہی کا ہو سکتا ہے جو اس طرح کی دروغ گوئی کے ذکر ہو چکے ہیں۔

زبور میں ہے۔

اللہ کی نئی اور تازہ تسبیح کرو۔ اسرائیل کو اپنے خالق پر خوش ہو جانا چاہئیے اور صہیون والے گھروں پر، کیونکہ اللہ نے اپنے آخری پیغمبر کے لئے ان کی امت کو چن لیا ہے۔ اور ان کو نصرت و اعانت سے نوازا ہے۔ اور ان کی بدولت صالحین کو کرامت و عزت کے ساتھ مضبوط و توانا کر دیا ہے۔ اس امت کے افراد خوابگاہوں مین اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہیں گے، اور بلند آواز سے اس کی تکبیر جاری رکھیں گے، ان کے ہاتھوں میں دو دھاری تلواریں ہوں گی، ان کے ہاتھوں اللہ ان لوگوں سے بدلہ لے گا، جو اس کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ وہ ایسے باغی قوموں کے بادشاہوں کو قید کریں گے، ان کے معزز لوگوں کو بیڑیاں پہنائیں گے۔ یہ صفات درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں ہی پر صادق آتی ہیں کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ اپنی اذان میں بلند آواز سے اللہ کی تکبیر بیان کرتے ہیں اور یہی وہ حضرات ہیں کہ جب بلند جگہوں پر چڑھتے ہیں تو اللہ اکبر بلند آواز سے کہتے ہوئے چڑھتے ہیں، جیسے کہ حضرت جابر کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ کی تکبیر بیان کرتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے، چنانچہ نماز میں بھی یہی حالت رکھی گئی ہے۔

یہی وہ حضرات ہیں جو اذان کے علاوہ عید الفطر عید الاضحیٰ عشرہ ذی الحجہ اور ایام منیٰ میں ہر

نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر بیان کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت آئی ہے کہ وہ منیٰ میں اتنی زور سے تکبیر کہتے کہ تمام مسجد والے سن لیتے اور وہ بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے، پھر ان لوگوں کی آواز بازار تک پہونچ جاتی اور اہل بازار بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے، یہاں تک کہ پورا منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر عشرہ ذی الحجہ میں جب بازار کی طرف نکلتے تو تکبیر کہتے ہوئے جاتے۔ ان کی تکبیر سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیر کہنے لگتے یہی وہ امتی ہیں جو قربانیاں کرتے ہوئے کنکریاں مارتے ہوئے صفاومروہ کی سعی کرتے ہوئے، حجر اسود کو چومتے ہوئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے رہتے ہیں۔ یہ وصف درحقیقت مومنوں کے علاوہ کسی امت کے اندر نہیں پائی جاتی۔

کیونکہ یہود لوگوں کو بگل بجا کر اکٹھا کرتے ہیں اور نصاریٰ ناقوس بجا کر۔ البتہ صرف مسلمان ہی بلند آواز سے اذان میں تکبیر کہتے ہیں۔

حضرت داؤد نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ان ہاتھوں میں دودھاری تلواریں ہوں گی، اس سے مراد وہ عربی تلواریں ہیں جن کے ذریعے صحابہ کرام نے تمام ممالک فتح کئے اور جو آج تک مشہور ہے۔

اسی طرح حضرت داؤد نے فرمایا تھا کہ وہ اپنی خوابگاہوں میں اللہ کی تسبیح جاری رکھیں گے۔ بعینہ یہی صفت اللہ رب العالمین نے مومنین کی بتلائی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران۔191)

مومن وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے پہلو کے بل ہر حالت میں اللہ کی تکبیر بیان کرتے ہیں۔

یہ بشارت نصاریٰ پر ہرگز صادق نہیں ہوسکتی، کیونکہ اولاً نہ تو وہ بلند آواز سے اللہ کی بڑائی

بیان کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے ہاتھوں میں تلوار اٹھانا اچھا سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے برعکس تلوار کے ذریعہ کفار سے قتال معیوب سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں کہ یہ تلوار سے مدد لیتے ہیں، انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ سے پہلے حضرت موسیٰ ان کے بعد یوشع بن نون ان کے بعد داؤد وسلیمان اور بہت سے نبیوں نے کفار سے قتال کیا ہے۔ اور ان تمام حضرات سے پہلے ان کے جدامجد حضرت ابراہیم نے بھی کفار سے قتال کیا ہے۔

ایک جگہ حضرت داؤد نے فرمایا۔

اسی بناء پر تمہارے لئے اللہ نے ہمیشہ کے لئے برکت دے رکھی ہے، پس اے جبار تلوار لٹکا لو۔ اس لئے کہ تمہاری عزت وعظمت اور شرائع واحکام کا اجراء تمہارے زور بازو کے ساتھ وابستہ ہے، تم کلمہ حق کے شہسوار ہو اور خدا کی تسبیح بیان کرنے والے ہو، تمہارا فرشتہ اور تمہاری شریعت رعب ودبدبے والی ہے اور تمہارے تیر تیز کئے ہوئے ہیں اور اقوام عالم تمہارے سامنے تعظیما جھکنے والی ہیں۔

پس کون ہے تلوار کا لٹکانے والا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، وہ کون سی امت ہے جن کے سامنے تمام قومیں سرنگوں ہوئیں، آپ کی امت کے علاوہ، وہ کون ہے جس کے احکام و شرائع اس ہیبت وشوکت سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف وہی نبی ہیں جن کا مخالفوں کے لئے صرف یہ پیغام ہوتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ یا جزیہ دے کر رعایا بن جاؤ اور یا پھر تلوار کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔

بعینہ یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے اندر بیان فرمائی ہے۔

نصرت بالرعب مسرة شهر

میری مدد تقریباً ایک مہینے کی مسافت تک رعب ودبدبہ دے کر کی گئی ہے۔

حضرت داؤد کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پاس فرشتہ آئے گا اور آپ کی شریعت ایک مستقل شریعت ہوگی۔

یہاں حضرت داؤد کا آپ کو جبار کہہ کر خطاب کرنے کا مقصد دو حقیقتوں پر اشارہ کرتا تھا۔ کہ آپ اللہ کے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوا دیں گے اور ان پر غالب ہوں گے آپ کی طاقت ایک بڑی طاقت ہوگی، آپ کمزور اور مغلوب نہیں ہوں گے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے رحمت بھی تھے اور ان کے مقابلے میں زبردست جنگ جو بھی تھے۔ آپ کے صحابہ کفار کے لئے سخت گیر تھے، لیکن آپس میں رحیم تھے، مومنوں کے لئے منکسر المزاج تھے اور کفار کے لئے بارعب تھے۔

برخلاف ان ذلیل مغلوب متکبرین کے، جو اللہ کے دشمنوں کے لئے تو نرم خو ہیں لیکن حق کے قبول کرنے سے سرکشی اور تکبر کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مزمور داؤد میں ہے:

ان اللہ سبحانہ اظہر من صہیون اکلیلا محموداً

اللہ نے صہیون (یعنی عرب سے) ایک قابل تعریف اکلیل کا ظہور کیا۔

لفظ اکلیل سے آپ کی حکومت اور امامت کی طرف اشارہ ہے۔ اور محمود سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ زبور کے ایک اور باب میں یوں منقول ہے کہ

آنے والے نبی کی بادشاہت ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک، دریاؤں سے لے کر زمین کے کناروں تک ہوگی، اس کے سامنے تمام اہل جزائر گھٹنہ ٹیک دیں گے اس کے دشمن خاک بوسی کریں گے۔ فارس کے بادشاہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے، تمام امتیں اس کا مطیع وفرمانبردار بن جائیں گی محتاج و پریشان حال کمزور اور بے سہارا لوگوں کو زبردستوں اور ظالموں کے پنجہ استبداد سے نجات دلائے گا۔ اور ان کے ساتھ نرمی برتے گا۔ اور اس پر ہر وقت درود بھیجی جائے گی، اور برکت کی دعا کی جائے گی۔

ان صفات کو دیکھنے کے بعد عقل سے کام لینے والا آدمی جس نے امور مملکت اور امور نبوت نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کی سیرت کا گہرا مطالعہ کیا ہوگا، اس کے سامنے یہ

بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اس سے مراد درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی ہی ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کوئی دوسرے نبی اس سے مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ درحقیقت آپ ہی کی بادشاہت بحر روم سے بحر فارس تک اور دریائے جیحوں و سیحوں سے لے کر مغرب میں زمین کے کنارے تک پہنچ گئی تھی جس کی پیشین گوئی آپ نے ان الفاظ میں کی تھی کہ میرے لئے پوری زمین سمیٹ دی گئی ہے، چنانچہ میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے کو دیکھا اور عنقریب میرے امتیوں کی بادشاہت اس حصے تک پہنچے گی جہاں تک مجھے زمین سمیٹ کر دکھائی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول حضرت عیسیٰ کے قول کے کس قدر موافق ہے۔

اس کے علاوہ حضرت داؤد کی بیان کردہ تمام صفات آپ پر صادق ہوئیں۔ آپ ہی کی ذات وہ ذات ہے جس پر پانچوں نمازوں میں اور اس کے علاوہ تمام اوقات میں برابر درود بھیجی جاتی ہے، جس کے لئے مسلسل برکت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ جن کے سامنے پورا جزیرہ عرب ہی نہیں بلکہ جزیرہ اندلس جزیرہ قبرص اور دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع تمام اہل جزائر نے گھٹنے ٹیک دیئے، جس کا کلمہ تمام شاہان فارس کو بھی پڑھنا پڑا، یہاں تک کہ بجز اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے کے ان کے سامنے کوئی چارہ نہ رہا۔

آپ کی صداقت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت داؤد نے بشارت میں اہل فارس کی اطاعت کو خاص کر دیا تھا چنانچہ وہی معاملہ آپ کے ساتھ پیش آیا، تمام شاہان فارس نے تو سر تسلیم خم کر دیا تھا لیکن ان کے مقابلے میں شاہان روم میں بہت لوگوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ ہی انھیں جزیہ دینا پڑا لیکن بہر حال جس نے بھی آپ اور آپ کے امتیوں کا نام اور تذکرہ سنا وہ تو آپ پر ایمان لے آیا یا آپ سے مصالحت کر لی یا آپ کے ساتھ رہ کر منافق کا رول ادا کیا۔ یا آپ سے ہمیشہ خائف رہا۔ آپ ہی نے کمزوروں کو ظالموں کے پنجے سے نجات دلائی۔

یہ مذکورہ صفات حضرت مسیح پر کبھی چسپاں نہیں ہو سکتی کیونکہ انھیں نہ تو ایسا غلبہ اپنی زندگی میں حاصل ہوا اور نہ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد آپ کے متبعین کو حاصل ہوا اور نہ ہی وہ مقامات

ان کی سلطنت کے قلمرو میں داخل ہوئے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر ان پر دن رات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح) درود بھی بھیجا نہیں جاتا۔

دوسرے مزمور میں ہے۔

تمام اہل بادیہ خوش ہو جائیں گے اور قیدار کی سرزمین رواج دینے والی ہو جائے گی (یعنی تمام باتیں وہیں سے رائج ہوں گی) کھوہوں اور غاروں میں رہنے والے باشندے خدا کی تسبیح وتحمید پہاڑ کی چوٹیوں سے بلند کریں گے، اور اس کی تسبیح فضا میں بکھیر دیں گے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علاوہ کون اہل بادیہ ہیں، اور سوائے حضرت اسماعیل کے ایک صاحبزادے اور حضور کے جدامجد کے علاوہ قیدار کس کا نام ہے۔ اور کس کا ذکر آپ کے علاوہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ ناممکن ہے ناممکن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور بھی ہو جس پر یہ صفات صادق آئیں۔

ایک دوسرے مزمور داؤد میں ہے:

ہمارے رب نے محمود کی تعظیم کی۔

دوسری جگہ ہے۔

ہمارا معبود قدوس ہے اور محمد نے پوری روئے زمین کو خوشی سے ڈھانپ لیا۔

ان دونوں پیشین گوئیوں میں حضرت داؤد نے آپ کے نام اور شہر کی صراحت کر دی ہے۔

آپ ہی کے ذکر اور کلمے نے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لیا۔

زبور میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:۔

کہ تمہارا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے لئے لوگ باپ ٹھہرائیں گے اور میرے لئے بیٹا ٹھہرائیں گے حضرت داؤد نے عرض کیا کہ اے اللہ تو سنت کا قائم کرنے والا بھیج۔ تا کہ لوگ جان لیں کہ وہ لڑکا بشر ہی ہے۔

یہ درحقیقت حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیشین گوئی کئی صدیوں

پہلے دی جارہی ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے حضرت داؤد دعا کر رہے ہیں تا کہ آپ کے ذریعہ حضرت مسیح کی یہ حقیقت لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے کہ وہ محض ایک انسان ہیں، انسان ہی کے بیٹے ہیں۔ وہ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ اللہ رب العالمین نے امت کے ہادی غم کی بدلیوں کو دور کرنے والے آخری نبی جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ نے حضرت عیسیٰ کی پوری حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی اور یہ واضح کر دیا کہ وہ محض اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور آپ نے غلو پسند نصاریٰ اور بہتان طراز یہود کے خیالات کو باطل ٹھہرایا۔

صحف شعیا علیہ السلام میں ہے۔

''مجھ سے کہا گیا کہ کھڑے ہو کر مشاہدہ کرو اور بتلاؤ کیا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں دو سواروں کو آتے ہوئے دیکھتا ہوں، ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ بابل کے بت دریا میں گر گئے۔

صاحب حمار سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں، جس پر مسلمان اور نصاریٰ سب متفق ہیں تو صاحب جمل سے مراد لامحالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے کیونکہ آپ اونٹ کی سواری کرنے میں اس سے زیادہ مشہور ہیں جتنا کہ حضرت عیسیٰ گدھے کی سواری کرنے میں مشہور ہیں، اور آپ ہی کی ذات سے بابل کے تمام بت ڈھادیئے گئے، حالانکہ اس سرزمین میں حضرت ابراہیم کے زمانے سے لے کر بعثت محمدی تک برابر بت کی پوجا ہوتی رہی ہے اس دوران حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں وہاں کی بت پرستی قطعاً ختم نہیں ہوئی تھی، بلکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے اس فریضے کو انجام دیا، لہٰذا اس سے حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہو سکتے۔

صحف شعیا علیہ السلام میں ہے۔ اے مکہ کی زمین تو ذرا اپنی نگاہ چاروں طرف دوڑا اور اپنی رونق کو دیکھتے ہوئے خوش ہو جا۔ کیونکہ اللہ تمہاری طرف سمندر کے خزانے لا جمع کرے گا۔ اور بڑی تعداد میں لوگ فوج در فوج تمہارے پاس حج کرنے لے لئے آئیں گے، اور قطار در قطار

آنے والے اونٹوں سے یہ سرزمین اس قدر بھر جائے گی کہ تنگ ہو جائے گی، اور مدین کے مینڈھے تمہاری جانب ہانک کر لائے جائیں گے، اور اہل سبا تمہارے پاس آئیں گے اور فاران کی بکریاں یہاں لائی جائیں گی اور نباوتی خاندان کے لوگ تیری خدمت کریں گے۔''

یعنی نبت بن اسماعیل کی اولاد کا آدمی خانہ کعبہ کا متولی ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے یہ تمام صفات مکہ مکرمہ کو حاصل ہوگئیں، سمندر کے خزانے اس کی طرف لائے گئے۔ بڑی تعداد میں لوگ وہاں حج کرنے کی غرض سے آئے، فاراں کی بکریاں قربانی کے لئے لائی گئیں، باربرداری قربانی اور سواری کے اونٹوں کی کثرت اور قطار در قطار آمد سے وہاں کی سرزمین تنگ ہوگئی اور اہل سبا یعنی یمن کے لوگ بھی یہاں آئے۔

مکہ مکرمہ کے متعلق صحف شعیا میں ایک جگہ ہے۔

میں نے اپنے نفس پر ایسے ہی قسم کھا رکھی ہے، جیسے کہ حضرت نوح کے زمانے میں زمین کو طوفان میں غرق کرنے کی قسم کھا رکھی تھی، یہ کہ میں تجھ پر ناراض نہیں ہوں گا، اور نہ تجھے چھوڑوں گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں۔ قلعے زمین بوس ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرے انعامات و احسانات تجھ سے زائل نہیں ہو سکتے۔

اے مسکین و مضطرب مکہ اب تیرے اوپر خوبصورت پتھر ہوں گے۔ تو جواہرات سے مزین کی جائے گی۔ تیرا چھت اور دروازہ موتیوں اور زمرد سے آراستہ کیا جائے گا، تجھ پر کوئی ظلم نہیں کرے گا، لہٰذا خوف نہ کھا، اور تو کمزور و بے بس نہیں رہے گی لہٰذا عجز و ناتوانی کا احساس ختم کر دے، جو بھی ہتھیار بنانے والے بنائیں وہ تجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے اور جو بھی زبان و لعنت تیرا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی تو اس پر غالب آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تیرا ایک نام رکھے گا۔

(چنانچہ اللہ نے اس کا نام بیت الحرام رکھا) پس تو بلند ہو جا اور خوب چمک کیونکہ تیرا نور اور خداداد وقار کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ اپنی آنکھوں سے اپنے اردگرد ذرا دیکھ کہ کس طرح لوگ اکٹھا ہیں۔ اور تیری اولاد تیرے پاس حاضری کے لئے جمع ہو رہی ہے اور تیرے بیٹے بیٹیاں

سویرے سویرے تیرے پاس پہونچنے ہی والے ہیں۔ اس وقت تو خوش اور تروتازہ ہو جائے گی، تیرے دشمن تجھ سے خوف کھائیں گے۔ اور تیرا دل کشادہ ہو جائے گا، اور قیدار کی تمام بکریں تیرے پاس اکٹھا ہو جائیں گی۔ اور نبو نباوت کے سردار تیری خدمت کریں گے۔

نباوت سے بنت بن اسماعیل کی اولاد مراد ہیں اور قیزار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور بنت بن اسماعیل کے بھائی ہیں، مزید یہ بھی کہا کہ تیرا دروازہ دن رات کھلا رہے گا۔ اور کبھی بند نہ ہوگا۔ تجھے لوگ قبلہ بنائیں گے اور تو مدینۃ الرب (خدا کا شہر) کے نام سے موسوم کی جائے گی۔

ایک جگہ مکہ ہی کے متعلق حضرت اشعیا کا یہ قول مذکور ہے۔

چل اور جھوم جھوم جا اے بانجھ جس نے ابھی کوئی لڑکا نہیں جنا اور نہ حاملہ ہوئی اور تسبیح بیان کر اور خوش ہو جا کیونکہ تیرے اہل و عیال میرے اہل سے زیادہ ہوں گے۔ یعنی اہل بیت المقدس کی نسبت اہل بیت اللہ زائد ہوں گے۔ مکہ مکرمہ کو ایک ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو عاقر وعقیم ہو اور کسی بچے کو نہ جنم دیا ہو۔ اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل صرف حضرت اسماعیل شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے تھے۔ (جب کہ وہ بانیان کعبہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہیں) اس میں بانجھ سے مراد بیت المقدس نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو انبیاء کا گھر ہے اور نزول وحی کا محل و مرکز ہے۔ لہٰذا اسے عقیم عورت سے تشبیہ دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہو سکتی۔

ایک جگہ مکہ مکرمہ کے متعلق اشعیا کا یہ قول ہے۔

''میں اس بادیہ کو لبنان کی کرامت اور کترمال کی شادابی بخشوں گا۔'' ان دونوں مقاموں سے مراد شام و بیت المقدس ہیں، جہاں انبیاء کو وحی سے نوازا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں انہیں کرامت والی جگہوں کی طرح اس بادیہ کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اور فریضہ حج کی وجہ سے برکت و رحمت سے موازوں گا۔

اس میں یہ بھی ہے کہ اس بادیہ میں چشمے پھوٹیں گے اور سیراب کرنے والے نالے ندیاں بہنے لگیں گی۔ خشک چٹیل اور پیاسے صحرا پانی اور چشموں سے بھرپور ہوں گے اور یہ جگہ حج کا مقام و

محل ہوگا، حرم کی راہ پر امم واقوام کی نجاستوں اور غلاظتوں کا گزر نہیں ہوسکتا اور نہ حرم کی قدر و منزلت سے بے خبر لوگوں کا نہ اس میں درندے ہوں گے نہ شیر، اس پر صرف صالحین ومخلصین کا گزر ہوگا۔

ایک جگہ اس میں ہے کہ:

بیشک بھیڑ اور اونٹ اس کے اندر ایک ساتھ چریں گے۔

یہ درحقیقت سرزمین مکہ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ نے اس کو تمام جگہوں کے مقابلے میں مامون ومحفوظ بنایا ہے، اور اس کو بلد امین کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ
(العنکبوت۔ 67)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک مامون حرم بنایا ہے جب کہ لوگوں کو اس کے آس پاس کی جگہوں میں اُچکا جاتا ہے۔

اور اللہ نے اس کو بندوں پر ایک نعمت واحسان شمار کیا ہے، ارشاد ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ o اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ o فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ o الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ o (القرش)

چونکہ قریش مانوس ہوکے یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس لہٰذا ان کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انھیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا۔ اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

ایک جگہ صحف اشعیا میں آپ کا نام صراحتًا آیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اے محمد میں نے تمہارا نام سراپا حمد بنا دیا ہے اے رب کے برگزیدہ اور پاکیزہ تمہارا نام ابد سے موجود ہے۔

کیا صراحتًا آپ کا نام مل جانے کے بعد کج رو اور لعنت زدہ حضرات کو اب بھی چوں وچرا کرنے کی گنجائش ہے۔

اشعیا کا یہ قول کہ تیرا نام ابد سے موجود ہے بالکل حضرت داؤد کے اس قول کی طرح ہے جو انھوں نے آپ کے متعلق کہا تھا کہ آپ کا نام سورج کے وجود سے پہلے ہے۔

ایک جگہ صحف اشعیا میں حجر اسود کے متعلق یہ بیان آیا ہے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا، میں صہیون یعنی بیت اللہ میں ایک باعزت گوشے کے اندر ایک عظیم الشان پتھر نصب کرنے والا ہوں، پس جو مومن ہو وہ ہم سے عجلت نہ طلب کرے میں شاقول اور میزان کی طرح عدل قائم کروں گا۔ وہ لوگ ہلاک ہوجائیں گے جو جھوٹ ہی پر فریفتہ رہیں گے۔

صہیون سے اہل کتاب مکہ مراد لیتے ہیں، اور پتھر سے مراد حجر اسود ہے، جس کی کرامت یہ ہے کہ بادشاہ اور عوام سے اسے چومتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کے لئے خاص کیا گیا ہے۔

ایک جگہ اسی میں ہے۔

عنقریب دیہات وشہر قیذار کے محلات سے بھر جائیں گے۔ جو ہمہ وقت تسبیح میں مشغول رہیں گے، پہاڑوں کی چوٹیوں سے خدا کا نام بلند کریں گے، وہی لوگ ہیں جو اللہ کی عزت اور تکریم اس کے شایان شان کریں گے اور اس کی تسبیح وتقدیس کو بحر وبر میں پھیلائیں گے۔

مزید اس میں یہ ہے۔ ”میں تمام امتوں کے لئے دور سے ایک علم ونشان قائم کروں گا اور انھیں زمین کے اطراف واکناف سے ندا دی جائے گی، پس وہ جلدی کرتے ہوئے آئیں گے۔

بنو قیذار سے مراد اہل عرب ہیں، کیونکہ تمام لوگوں کے نزدیک قیذار حضرت اسماعیل کے لڑکے ہیں اور وہ علم جس کے بلند کرنے کا وعدہ اللہ نے کیا ہے اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے، اور لوگوں کو اطراف واکناف ارض سے ندا دینے کا مطلب انھیں حج بیت اللہ کے لئے بلانا ہے، چنانچہ وہ بڑی سرعت کے ساتھ آئیں گے۔ یہی بات اللہ رب العالمین نے قرآن میں اس طرح بیان کیا۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالاً وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ٥ (الحج۔27)

اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔

ایک جگہ ہے۔

میں بادصبا کے چلنے کی جگہ سے ایسی قوم کو بھیجوں گا جو مشرق سے گروہ در گروہ لبیک کہتے ہوئے آئیں گے اور جن کی کثرت ذرہ ہائے خاک کے مانند ہوگی۔ اور وہ آدمی کی طرح ہوں گے جو اپنے پاؤں سے تر مٹی روندتا ہے، بادصبا مشرق کی طرف سے چلتی ہے۔ اللہ نے وہاں سے ایک مشرقی قوم بھیجی جو پکار پر لبیک کہتے ہوئے آئی، جس کی کثرت ذرہ ہائے خاک کے مانند تھی۔

اور مٹی روندنے والے کی مثال دیگر ان کی طواف وسعی میں تیز رفتاری مراد ہے، یا اس سے مراد دور دراز سے آنے والے لوگ ہیں جن کے پاؤں زیادہ چلنے سے تھک چکے ہوں گے۔

ایک جگہ اسی صحف اشعیا میں ہے۔

وہ میرا بندہ خاص ہے اور پسندیدہ جو میری مسرت اور خوشی ہے۔ اس پر میں اپنا روح مخصوص نازل کروں گا، یا اس میں یہ ہے کہ میں اس پر وحی نازل کروں گا، جس سے لوگوں میں میرا عدل ظاہر ہوگا۔ وہ لوگوں کو مختلف وصیتیں کرے گا۔ وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسے گا، اور نہ ہی اس کی آواز بازاروں میں سنی جائیگی اندھی آنکھوں کو نور عطا کرے گا، حق کے استماع سے بہرے کانوں کو قوت سماعت عطا کرے گا اور مردہ دلوں کو حیات وزندگانی، عوام سے مشرف کرے گا۔ میں اسے جو بخشوں گا وہ کسی کو نہیں دوں گا۔ نہ وہ کمزور ہوگا اور نہ مغلوب نہ خواہشات نفس کی طرف مائل ہوگا، اس کی آواز بازار میں نہیں سنی جائے گی تو ضع اختیار کرنے والوں کے لئے نرم خو ہوگا، غرض کہ وہ اللہ کا ایسا نور ہے جس کو بجھایا نہ جا سکے گا۔ اور نہ ان کا مقابلہ کیا جا سکے گا۔

یہاں تک کہ زمین میں میری حجت قائم ہو جائے گی اور جہالت ولاعلمی کا عذر منقطع ہو

جائے گا یہ صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان صفات کو کوئی بھی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی پر منطبق یقینی کر سکتا۔ بلکہ یہ صفت آپ کے امتیوں کے اندر قیامت تک باقی رکھی گئی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسری امت کو یہ چیز حاصل نہیں ہوئی۔

مثلاً یہاں آپ کو میرا بندہ کہ کر خطاب کیا گیا، چنانچہ قرآن میں بھی آپ کو متعدد جگہ میرا بندہ کہا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (البقرۃ۔23)

اگر تم اس چیز کے بارے میں شک کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ٥ (الفرقان۔1)

نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا۔ تاکہ سارے جہاں والوں کے لئے خبردار کر دینے والا ہو۔

سورۂ جن میں ہے۔

وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ یَدْعُوْہُ (الجن۔19)

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (بنی اسرائیل۔ 1)

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں اللہ نے آپ کو (خیرتی ورضا نفسی) اپنا پسندیدہ اور برگزیدہ کہا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بالکل مطابق ہے، آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اولاد اسماعیل میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو منتخب کیا۔ اور قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا۔ اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں ہے کہ وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسے گا، یہ قول حضرت عائشہ کی اس حدیث کے بالکل موافق ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کے حلق کا کوا ظاہر ہوا ہو، بلکہ آپ صرف مسکراتے تھے۔

کیونکہ زیادہ ہنسی روحانی ہلکا پن اور کم عقلی کی دلیل ہے اس کے مقابلے میں مسکراہٹ آدمی کے حسن اخلاق اور کمال ادراک کو ظاہر کرتی ہے۔

البتہ گذشتہ بعض کتابوں میں آپ کی صفت جو یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ بہت زیادہ ہنسنے والے ہوں گے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ جائز طریقے سے جہاں ہنسنے کا مقام ہوگا وہاں ہنسیں گے بھی، اور جہاں مسکرانے کا مقام ہوگا وہاں مسکراہٹ سے کام لیں گے، کیونکہ مطلق ہنسی چھوڑ دینا تکبر غرور، بد خلقی اور نحوست کی علامت ہے اور زیادہ ہنسی آدمی کی کم ظرفی ناقص العقلی اور ہلکا پن ظاہر کرتی ہے، اس لئے آپ اعتدال کا راستہ اپناتے ہوئے دونوں طریقے موقع و محل دیکھ کر استعمال کرے۔ (لیکن آپ کا ہنسنا بھی تبسم کے قریب ہوتا تھا)۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں ہے کہ میں اس پر اپنی روح نازل کروں گا، یہ ان قرآنی آیتوں کے بالکل مطابق ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ۔52)

اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم سے روح کی وحی کی۔

دوسری جگہ ہے:۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ○ (النحل۔2)

اور فرشتے اللہ کے حکم سے وحی لیکر اس بندے پر اترتے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے تاکہ لوگوں کو ڈرائے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا وہ مجھ ہی سے ڈریں۔

ایک جگہ ہے:

يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ○

(المؤمن۔15)

وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سے لوگوں کو ڈرائے۔

ان آیات میں وحی کو روح کہا گیا ہے کیونکہ دلوں کی تر و تازگی اور روح کی بلیدگی اسی سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ ابدان کی زندگی ارواح کی بقا پر منحصر ہوتی ہے۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں یہ مذکور ہے کہ اس سے میرا عدل امتوں میں ظاہر ہوگا، یہ قول اس آیت کریمہ کے مطابق ہے۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ

(الشوریٰ۔15)

پس اس لئے آپ انکو دعوت دیں اور ثابت قدم رہیں جیسے کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں، اور کہہ دیجئے کہ میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔

دوسری جگہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ

(المائدہ۔42)

اے نبی اگر اہل کتاب آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کیجئے، یا ان سے اعراض کیجئے، اگر آپ نے ان سے اعراض کیا تو یہ آپ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کریں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی لوگوں کو مختلف وصیتیں کرے گا۔ یہ قول ان آیات کے موافق ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ۔13)

تمہارے لئے وہی دین مشروع کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جس چیز کی وحی ہم نے تمہاری جانب کی اور جس چیز کی وصیت ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی وہ یہ ہے کہ دین کو قائم کرو اور اس کے اندر تفرقہ نہ ڈالو۔

سورہ انعام میں اللہ رب العالمین نے آیت کریمہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے لے کر فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تک مسلسل وصیتیں کی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے مراد وہ عہد ہے جو آپ نے اپنے امت سے لیا۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ سے ڈریں اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کے بھیجے ہوئے دین حق اور ہدایت کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اللہ پر نیز اس کی کتابوں رسولوں اور ملائکہ پر ایمان لائیں، قیامت کے دن کا اقرار کریں۔ وغیرہ۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس کی آواز سنی نہیں جائے گی۔ یعنی بلند آواز سے نہیں چیخے گا، جیسے کہ غیر سنجیدہ لوگ چیختے ہیں۔ بلکہ اس کی آواز نرم اور آہستہ ہوگی (چنانچہ آپ کی یہی خصلت تھی)

اسی طرح ہے کہ اندھی آنکھوں کا پردہ کھول دے گا۔ بہرے کانوں کو سننے والا بنادے گا اور مردہ دلوں کو زندہ کردے گا۔

یہاں بتانا مقصود ہے کہ چونکہ وہ نبی ہدایت کے تینوں بند راستے آنکھ کان اور دل کو یکسر کھول دے گا اس لئے اس کی دعوت سے کچھ لوگ مکمل فائدہ اٹھائیں گے، جس سے علم و ہدایت کے

مراتب کی تکمیل ہوجائیگی اور ان کے مقابلے میں بدنصیب اندھے بہرے گونگے جن کے دل مردہ ہوچکے ہیں وہ اس خدا کی بارش کے چھینٹوں سے محروم رہ جائیں گے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھی آنکھوں کو بینائی عطا کی، جس سے اللہ کی معرفت انھیں حاصل ہوئی، بہرے کانوں کے پردے کھول دیئے جس سے انھوں نے اللہ کے متعلق نبیوں کے بیانات سنے، مردہ دلوں میں جان پیدا کردی جس سے انھوں نے اللہ کے بارے میں سوچا سمجھا اور پھر اپنے قول وعمل اور اعتقاد میں خدا کی خوشنودی کو اس طرح مدنظر رکھا کہ اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے اور اسی کے ہوکر رہے۔ اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ میں اس کو ایسی چیزوں سے نوازوں گا جو کسی کو نہیں دوں گا۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے موافق ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے وہ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں اس کی تصدیق فرشتوں کی زبانی آپ کے خواب میں سنی تھی انھوں نے آپ کے بارے میں مثال بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس نبی کو ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی بہت سی خصوصیتیں ہیں، مثلاً آپ کو پوری روئے زمین کا نبی بنا کر بھیجا گیا جب کہ ہر نبی کو مخصوص قوم وقبیلہ اور علاقے کی طرف مبعوث کیا گیا، آپ کی ذات پر ترسیل رسل کا اختتام ہوا، آپ پر ایسا قرآن نازل ہوا جس کے مثل آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی، وہ آپ کے دل پر محفوظ ومتلو شکل میں نازل ہوا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی۔ آپ کو ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبہ دے کر منصور و غالب کیا گیا۔

نماز میں آپ کے امتیوں کی صفیں آسمان میں فرشتون کی صفوں کے مانند بنائی گئیں، آپ اور آپ کے امتیوں کے لئے پوری روئے زمین قابل نماز اور قابل طہارت بنائی گئی، آپ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، جہاں آپ نے ایسی چیزیں دیکھیں جنھیں آپ سے پہلے کسی نے

نہیں دیکھا تھا، تمام نبیوں پر آپ کا مرتبہ بلند کیا گیا۔ آپ بنی آدم کے سردار بنائے گئے، آپ کی دعوت زمین کے مشرق اور مغربی کونے تک پہنچی۔ آپ کے متبعین کی تعداد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہے۔

جنت میں دو ثلث آپ کے امتی ہی ہوں گے۔ آپ کو وسیلہ اور مقام محمود کے ساتھ فضیلت و برتری عطا فرمائی۔ جس پر تمام متقدمین و متاخرین رشک کرتے رہے۔ آپ کو قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کا اختیار دیا گیا، جب کہ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء اس سے محروم ہوں گے، اللہ نے آپ کے ذریعہ حق اور حق پسندوں کو ایسی عزت بخشی اور باطل اور باطل پسندوں کو ایسی سزا دی جو آپ سے پہلے کسی نبی کے ہاتھوں نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو جو علم، بہادری، صبر دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت نیز عبادت قلبیہ اور معارف الٰہیہ سے نوازا گیا، وہ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا تھا۔

آپ اور آپ کے امتیوں کی نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ کر دی گئیں، آپ کے امتیوں سے خطا و نسیان کو درگزر کر دیا گیا آپ پر خود اللہ نے اور اس کے فرشتوں نے درود و سلام بھیجا اور لوگوں کو بھی آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا، اللہ نے آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔ چنانچہ خطبہ تشہد اور اذان میں جب بھی اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے ان حالتوں میں آپ کے لئے اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کا اقرار نہیں کیا تو نہ اس کی اذان درست ہوگی، اور نہ ہی اس کا خطبہ اور تشہد صحیح ہوگا۔ اسی طرح آپ کی شریعت کے ہوتے ہوئے متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کے دین و شریعت کے اتباع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ جنت کا حصول صرف آپ کی اتباع اور اقتداء پر منحصر کیا اور حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا، جس کے نیچے قیامت کے دن آدم اور تمام انبیاء ہوں گے۔ آپ ہی سب سے پہلے شافع و مشفع ہیں آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آپ ہی کی شفاعت سے تمام متقدمین و متاخرین جنت میں داخل ہوں گے، آپ کو اللہ کی جانب سے

یقین و ایمان، صبر و استقامت کی جو قوت احکام الٰہی کے نافذ کرنے میں جو عزیمت اس کی رضا مندی اور قبولیت کی جو نعمت کھلے چھپے ہر حال میں اس کی اطاعت اور خوشنودی کے حصول کے لئے سر تسلیم خم کر دینے کا جو جذبہ حاصل تھا وہ کسی نبی کو نہیں ملا۔

غرض کہ جس نے بھی دنیا کے حالات گذشتہ انبیاء اور ان کے امتیوں کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوگا، اس کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ مبالغہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت اس سے بھی زیادہ ہے۔

اور جب قیامت آئے گی تو لوگوں کے سامنے ان چیزوں کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے گی، پھر وہ ایسی چیزیں دیکھیں گے۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔ اور نہ ہی کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ کمزور اور مغلوب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل یہی حالت تھی آپ نے اللہ کے معاملے میں کبھی کمزوری نہیں دکھائی، آپ تن تنہا بھی ثابت قدم رہتے اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر بھی بڑے سے بڑے لشکر کے مقابلے میں جمے رہتے، آپ کی دلیری و بہادری کا اندازہ جنگ احد کے واقعے سے ہو سکتا ہے جب کہ آپ کے بیشتر اصحاب مقتول اور زخمی ہو گئے تھے لیکن آپ اس وقت بھی ثابت قدم رہے اور خود زخمی ہونے کے باوجود بھی پیچھے ہٹنے کے بجائے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے دوسرے دن دشمن کا پیچھا کرنے نکل گئے، جس سے آپ کے دشمنوں پر آپ کا رعب جم گیا اور وہ کمزور مسلمانوں کے مقابلے میں کثرت تعداد رکھنے کے باوجود ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

جنگ حنین کا واقعہ بھی آپ کی بہادری پامردی اور جوانمردی کی شہادت دیتا ہے جب کہ دشمن کے تیروں سے مسلمان منتشر ہو گئے تھے، لیکن آپ بمشکل دس آدمیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ کفار ہزاروں کی تعداد میں آپ کو گھیرے ہوئے تھے لیکن آپ اپنی بہادری کا مظاہرہ اچھل اچھل کر ان الفاظ میں کر رہے تھے۔

انا النبی لا کذب ۔۔۔ انا ابن عبد المطلب

میں جھوٹا نبی نہیں ہوں۔ ۔۔۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

پھر آپ نے ایک مٹھی مٹی لی اور ان کے چہروں پر پھینک دیا جس سے وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگے، آپ کی سیرت اور غزوات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ بہادر، ثابت قدم، اور صبر کرنے والا کوئی دنیا میں پیدا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے صحابہ جو تمام قوموں میں سب سے بہادر تھے وہ بھی گھمسان کی لڑائی میں بچنے اور کترانے لگتے لیکن آپ اس حالت میں بھی دشمن کے سب سے قریب ہوتے، اور ان کے مقابلے میں بھاگنے کے بجائے ثابت قدم رہتے۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ خواہشات نفس کی طرف مائل نہیں ہوگا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ لہو ولعب سے بہت دور رہتے تھے۔ آپ کا ہر کام انتہائی جد وجہد مستقل مزاجی اور عزم پر مبنی ہوتا۔ آپ کی ہر مجلس حیاء، وشرافت، علم وایمان، وقار وسنجیدگی کی مجلس ہوتی۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس کی آواز بازار میں نہیں سنی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام طالبین دنیا کی طرح بازار میں چیخ چیخ کر دنیا کی طلب وحرص نہیں کرے گا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے منکسر المزاج اور نرم خو ہوگا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا جس نے بھی مطالعہ کیا ہوگا اس نے چھوٹے بڑے مسکین بیوہ آزاد غلام ہر ایک کے سامنے سب سے منکسر المزاج اور متواضع آپ ہی کو پایا ہوگا۔ آپ ان کے سامنے زمین پر بیٹھ جاتے ان کی دعوت قبول فرماتے، ان کی باتیں سنتے ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے ان کے ساتھ جاتے، اور ایسے شخص سے ان کا حق دلواتے جس سے مطالبہ کرنا ان کے بس میں نہ ہوتا، آپ اپنا جوتا اور کپڑا خود سیتے۔

اسی طرح پیشین گوئی میں کہ وہ ایسا اللہ کا نور ہوگا جس کو نہ بجھایا جاسکے گا، نہ مغلوب کیا

جاسکے گا، یہاں تک کہ زمین کے اندر اللہ کی حجت قائم ہو جائے گی اور اس کے ذریعہ لاعلمی کا عذر منقطع ہو جائے گا۔

آپ کی یہی حالت قرآن کریم کی ان آیتوں میں بھی بیان کی گئی ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ (التوبہ۔32)

یہ کفار اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پورا پھیلا کر رہے گا۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

اسی طرح ایک جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ○ (الاحزاب۔46-45)

اے نبی ہم نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے ان کی طرف دعوت دینے والا بنا کر، اور روشن چراغ بنا کر۔

ایک جگہ ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ○ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ (المائدۃ۔16-15)

تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کتاب مبین آپہنچی۔ اللہ اس کے ذریعے اس شخص کو سیدھے راستے کی ہدایت دے گا، جس نے اس کی خوشنودی تلاش کی۔

ایک جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ○ (النساء۔174)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے روشن دلیل آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیجی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

اسی طرح ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف۔157)

پس جولوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی حمایت ومدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔

اس طرح مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس نبی کے آنے سے عذر منقطع ہو جائے گا اور حجت قائم ہو جائے گی۔ بعینہ یہی بات قرآن میں ہیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَي اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ (النساء۔165)

ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں تاکہ لوگوں کے لئے رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ کے سامنے حجت کرنے کا موقعہ نہ رہ جائے۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ (المرسلٰت۔5-6)

(قسم ہے ان ہواؤں کی) جو پھرے دلوں میں خدا کی یاد ڈالتی ہیں عذر کے طور پر یا ڈرانے کے طور پر۔

یہی مفہوم ان دونوں آیتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (القصص۔47)

اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر اپنے اعمال کی بدولت کوئی مصیبت آجائے تو وہ کہیں کہ اے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہل ایمان میں سے ہو جاتے۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰي طَاۗىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰي مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ (الانعام۔156-157)

اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں کو دی گئی تھی اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے اور اب تم یہ بہانہ نہیں کر سکتے کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی گئی ہوئی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوتے، تمہارے رب کی طرف سے ہدایت اور رحمت آگئی ہے۔

غرض کہ نبیوں کی آمد سے مخلوق کے اوپر خدا کی حجت قائم ہو چکی اور ان کا عذر منقطع ہو گیا، اب اگر کسی شخص کے پاس ان کی دعوت پہنچ چکی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر اس نے مخالفت کی ہے تو اس کے لئے قیامت کے دن عذر کی گنجائش نہیں رہے گی اور نہ ہی اس کا عذر مقبول ہوگا۔

یہ بشارت صحیح بخاری میں مذکور اس حدیث کے موافق ہے، جس میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے توراۃ میں مذکور رسول اللہ ﷺ کی صفات کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ آپ توراۃ میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اے نبی ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ مومنوں کے لئے پناہ اور ملجا وماذی ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔

میں نے آپ کو متوکل کے نام سے موسوم فرمایا، آپ نہ سخت کلام ہیں اور نہ سنگ دل، اور نہ بازاروں میں شورہ شغب کرنے والے ہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں، بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے بھلائی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس رسول کریم کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ ان کی بدولت کجروامت کو درست نہیں کر دے گا، میں ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینا کروں گا، بہرے کانوں کو شنوا بناؤں گا، اور غفلت کے پردے میں لپٹے ہوئے دلوں کو علم وحکمت کا گہوارہ

بتاؤں گا تاکہ وہ معبودان باطلہ سے بیزار ہو کر لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کا یہ فرمانا کہ یہ مذکورہ چیزیں توراۃ میں موجود ہیں اس سے وہ مخصوص توراۃ مراد نہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی، بلکہ توراۃ و انجیل زبور و قرآن بول کر کبھی وہی مخصوص کتاب مراد لی جاتی ہے اور کبھی جنس کتب سماویہ مراد لیا جاتا ہے۔

چنانچہ کبھی قرآن کہہ کر زبور مراد لیا جاتا ہے اور توراۃ کہہ کر قرآن مراد لیا جاتا ہے اسی طرح کبھی انجیل کہہ کر قرآن مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس حدیث کے اندر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کہہ کر زبور مراد لیا ہے۔

خفف علی داؤد القرآن فکان مابین ان تسرج دابته الی ان یر کبها یقرئا القرآن

حضرت داؤد پر قرآن تخفیف کر دیا گیا چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسے جانے اور اس پر سوار ہونے کے وقفے میں قرآن پڑھ لیتے تھے۔

اسی طرح توراۃ کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بشارت اللہ نے دی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

بنی اسرائیل کے لئے میں انھیں کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اس پر موسیٰ کی طرح توراۃ نازل کروں گا۔

یہاں توراۃ کہہ کر قرآن مراد لیا گیا ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی صفات جو اگلی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ان جیلهم جی صدورهم ان کے اناجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے۔

یہاں بھی انجیل کہہ کر قرآن مراد لیا ہے۔

غرض کہ عبداللہ بن عمرو سے لوگوں کا سوال یا تو توراۃ معینہ میں مذکور آپ کی صفات کے

متعلق تھا یا جنس کتب سماویہ میں لیکن بہر حال دونوں صورتوں میں ان کا جواب عام تھا، صرف مخصوص توراۃ موسیٰ میں مذکور صفات کے ذکر پر انھوں نے اکتفا نہیں کیا۔ کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں توراۃ کے اندر نہیں ہیں، بلکہ اشعیا کی کتاب میں ہیں جن کا بیان گذر چکا ہے، اور اس کا ایک دوسرا ترجمہ بھی لوگوں نے کیا ہے، جس میں کچھ مزید چیزیں ہیں وہ ترجمہ یہ ہے۔

وہ میرا ایسا بندہ اور رسول ہے، جس کی وجہ سے میری ذات خوش ہو گئی ہے، میں اس پر اپنی وحی نازل کروں گا، جس سے امتوں میں میرا عدل ظاہر ہوگا اور وہ لوگوں کو وصیتیں کرے گا، وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسے گا۔ اور نہ ہی اس کی آواز بازار میں سنی جائے گی، اندھی آنکھوں کو نور عبرت عطا کرے گا، بہرے کانوں کو حق کے لئے قوت سماعت عطا کرے گا، اور مردہ دلوں کو زندہ کرے گا، میں اس کو جو چیزیں دوں گا وہ کسی کو نہیں دوں گا، وہ اللہ کی حمد انوکھے انداز و اسلوب میں کرے گا، وہ زمین کے انتہا یعنی ساحل سمندر کے قریب ظہور فرما ہوگا، جس کی آمد سے تمام اہل صحرا خوش ہو جائیں گے۔ ان کی امت بلند مقام پر چڑھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا نغمہ الاپیں گی، اور مکان رفیع پر اللہ کا نعرہ بلند کرنے والے ہوں گے۔ وہ ضعیف و ناتواں نہیں ہوگا اور نہ مغلوب، نہ ہی خواہشات نفس کی طرف مائل ہوگا، وہ مشفح ہے۔ صلحاء و اخیار کو خواہ وہ قصب قلم سے بھی ضعیف کیوں نہ ہوں ذلیل و رسوا نہیں کرے گا، بلکہ وہ مخلصین و صدیقین کو قوی و توانا بنائے گا، وہ عاجزی کرنے والوں تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے ملجا و ماوی ہوگا وہ اللہ کا ایسا نور ہوگا جس کو بجھایا نہ جا سکے گا اور نہ اس کا مقابلہ کیا جا سکے گا، اس کی سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی۔

مشفح یہ مکرم کے وزن پر عبرانی لفظ ہے جو عربی میں لفظاً و معناً ''محمد'' کے مشابہ ہے، جیسے کہ لفظ ''موذ موذ'' محمد کے مشابہ ہے، چونکہ عبرانی زبان کا یہ لفظ ''حا'' اور ''ھا'' کے درمیان ہے اور اس کاف فتحہ اور ضمہ کے درمیان ہے اس لئے اس کی ادائیگی اہل عرب کے لئے دشوار ہے، لیکن کوئی بھی عالم اس لفظ کے محمد کے مشابہت ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔

ابو محمد ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ مشفح یقیناً محمد ہی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ الحمد للہ کی جگہ کہتے

ہیں "سفحلا اھا" لہٰذا جب شفح بمعنی حمد ہے۔ تو مشفح بمعنی محمد ہے۔

علاوہ ازیں جن صفات نبوت کا وہ اقرار کرتے ہیں اور جن کی موجودگی ایک نبی کے اندر ضروری قرار دیتے ہیں، وہ ساری کی ساری بلا کمی و زیادتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات احوال و افعال زمانہ بعثت و ہجرت نیز شریعت میں پوری طرح پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر ان کا موصوف و مصداق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں تو ہمیں بتلائیں کہ ان صفات کا مالک کون سا نبی ہے، کون وہ مقدس نبی ہے، جس کی سلطنت اس کے کندھے پر تھی۔

درحقیقت اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہی ہیں جن کی سلطنت یعنی مہر نبوت چکور کے انڈے کی طرح کندھے پر دیکھی گئی۔ لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو حق کے سمجھنے کے بعد اندھے اور گمراہ بن جاتے ہیں سچ ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور۔40)

جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو روشنی نہیں مل سکتی۔

غرض کہ اہل کتاب آنحضور ﷺ کی صفات کمال زمان سعادت مقام ولادت اور آپ کے امتیوں کی صفات کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان کے صحیفوں میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں، جن کی وہ تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں نہ ان چیزوں کا انکار ان کے عالم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ابھی تک اس نبی کا ظہور نہیں ہوا۔ جس کی صفات ہماری کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن عنقریب اس کا ظہور ہونے والا ہے اس وقت ہم اس کی اتباع کریں گے۔ ابن اسحٰق نے عبد اللہ بن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ یہود مدینہ اوس و خزرج کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے آپ کی بعثت سے قبل آپ کے ساتھ توسل کرتے اور آپ کے نام کا وسیلہ دے کر اللہ رب العالمین سے فتح و نصرت کی التجا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث فرمایا تو کفر و انکار کے درپے ہوئے۔ اور پہلے جو کچھ کہتے تھے اس سے منحرف ہو گئے۔

تب معاذ بن جبل، بشر بن براء بن معرور اور داؤد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا کہ

اے گروہ یہود خدا سے ڈرو، اور اسلام لے آؤ تم تو ان کے نام اقدس کے وسیلہ سے ہمارے خلاف دعائیں کرتے تھے جب ہم مشرک تھے۔ اور ہمیں ان کے مبعوث ہونے کی خبریں دیتے تھے۔ اور ان کی مخصوص صفات و علامات بیان کرتے تھے۔

اس پر سلام بن مسلم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں جن کا تذکرہ ہم تمہارے سامنے کیا کرتے تھے۔ یہ تو ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں پیش کرتے جس کو جان کر ہم ان کی نبوت کا اعتراف کریں۔ تب اللہ رب العالمین نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل کی۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ۔89)

اس سے قبل ان کا حال یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے کفار کے خلاف توسل حاصل کرتے ہوئے مدد کی درخواست کرتے تھے۔ مگر جب ان کی جان پہچانی، ہستی، ان کے پاس آگئی تو ان کی نبوت کا انکار کر بیٹھے پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر

عاصم بن عمرو بن قتادہ انصاری اس آیت کا شان نزول اپنی قوم کے کچھ آدمیوں سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام کا موجب و باعث اللہ کی رحمت اور ہدایت کے ساتھ ساتھ یہود سے سنے ہوئے واقعات اور تفصیلات ہیں۔ ہم تو مشرک اور بت پرست تھے۔ اور وہ اہل کتاب، ان کے پاس جو علم تھا وہ ہمارے پاس نہیں تھا، ہمارے اور ان کے درمیان ہمیشہ لڑائی ہوتی رہتی جب ہم ان کو نقصان پہونچاتے جو انھیں شدت سے محسوس ہوتا تو وہ کہتے کہ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں عاد و ارم کی طرح نیست و نابود کر دیں گے۔ یہی بات ہم بار ہا ان سے سنا کرتے تھے، لیکن جب اللہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا تو ہم نے فوراً آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور اس چیز کو پہچان لیا۔ جس کا وعدہ وہ ہمیں دیتے تھے۔ چنانچہ ایمان لانے میں ہم نے سبقت کی اور انھوں نے آپ کا انکار کر دیا، لہٰذا یہ آیت کریمہ ہمیں دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی صحف شعیا میں مذکور ہے۔

میں اپنے حبیب اور بیٹے احمد کا شکریہ ادا کرتا ہوں اسی بناء پر حضور ﷺ کی نبوت کا تذکرہ صحف شعیا میں جتنا مذکورہ ہے وہ کسی بھی صحیفہ نبوت میں نہیں۔ حضرت شعیا نے آپ اور آپ کے امتیوں کے ذکر اور اوصاف کو خوب بیان کیا۔ کھلے چھپے آپ کی نبوت کا اعلان کرتے رہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک آپ کا کیا مرتبہ اور مقام ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

میں نے زمین کے کنارے سے محمد کی آواز سنی ہے۔

یہاں صراحتاً آپ کے نام کا تذکرہ پایا جاتا ہے، اب ہم اہل کتاب سے پوچھتے ہیں کہ ذرا بتاؤ کہ حضور کے علاوہ وہ کون سے نبی گزرے ہیں جن کے نام وصفات سیرت وکردار نیز ان کے امتیوں کی صفات واحوال کا تذکرہ انبیاء نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

حضرت حبقوق کی کتاب میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ظہور یمن سے قدوس کا ظہور جبال فاراں سے ہوا، محمد کی تروتازگی اور شادابی سے آسمان منور ہو گیا اور ان کی تحمید وتقدیس سے ساری زمین منور ہو گئی۔ ان کی جگمگاہٹ نور کے مثل پھیل گئی۔ ان کے شہر کی عزت کے ساتھ نگرانی کی جائے گی۔ موت ان کے سامنے چلے گی۔ شکاری پرندے ان کے لشکر کے پیچھے چلیں گے، وہ زمین کو ہموار کرنا شروع کریں گے تو قدیم پہاڑ اور بلند ٹیلے بھی ان کے سامنے جھک جائیں گے اور عاجز و پست ہو جائیں گے۔ مدین کی فصیل ہل جائیں گے۔ اور تمام پرانے امور ومعاملات ان کے قبضے میں آجائیں گے۔

اس میں یہ بھی ہے۔ تمہارا رعب ودبدبہ دریاؤں اور سمندروں میں بھی ہوگا۔ تم گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اور متقیوں کے سواریوں سے سبقت لے جاؤ گے۔ تم عنقریب اپنے کمانوں کو تیروں سے بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہونگے۔ تم کو پہاڑ نے دیکھا تو اس پر خوف طاری ہو گیا۔ سیلاب کے دھارے تم سے مڑ گئے، اور مہاری اونٹوں کے اگلے دونوں پاؤں خوف سے اٹھ گئے (مہاری سے مراد مہرہ بن حیدان کی طرف منسوب اونٹ ہیں جو تیز رفتار

ی میں بے مثال اور بے نظیر مانے جاتے ہیں) تمام لشکر تیرے نیزوں کی چمک کے تحت ہوں گے۔ جو زمین پر غلبہ حاصل کریں گے اور تمام امتوں کو روند ڈالیں گے۔ اس لئے کہ تمہارا ظہور اپنی امت کو بچانے کے لئے ہوا ہے۔

پس اگر کوئی شخص اس واضح بشارت کا رسول اللہ ﷺ کے اوپر منطبق ہونے سے انکار کرتا ہے، تو وہ یقیناً دن ہی کی اندر سورج کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور سمندروں کو ڈھانپنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کی یہ بات کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے، جب کہ ایسے واضح صفات بیان کی گئی ہیں۔ جن کو دیکھ کر صاحب بصیرت فوراً آپ کی شخصیت کی تعیین کر دے گا، یہاں تک کہ نام کی بھی دو مرتبہ تصریح کر دی ہے تاکہ حیرت زدہ لوگوں کا شبہ بالکل دور ہو جائے، اور آپ کے امتیوں کی قوت کا تذکرہ بھی ان الفاظ میں کر دیا گیا ہے کہ موت ان کے سامنے چلے گی۔ اور شکاری پرندے ان کے پیچھے چلیں گے۔ یہ صفات صرف اور صرف آپ ہی کی ذات پر منطبق ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر یہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی کریم ﷺ نہیں ہیں۔ تو ان کی مثال ایسے ہوگی جیسے کہ وہ دریا کو اس کے اصل جاری ہونے کی جگہ سے دوسری طرف موڑنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے آخری سرے سے اسے بہنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ صفات محمد عربی پر منطبق نہیں ہوتی ہیں۔ تو آپ کے علاوہ وہ کون نبی ہے، جس کی حمد سے روئے زمین بھر گئی، اور وہ کون نبی ہیں جن کے امتی نماز میں، خطبہ میں نماز کے بعد کھلے چھپے بہر حال میں اللہ کی حمد کیا کرتے ہیں اور وہ کس کے امتی ہیں، جن کو کثرت حمد کی بناء پر حمادین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، وہ کون نبی ہیں جن کا چہرہ سورج در چاند کے مثل منور اور روشن رہا ہے۔ وہ کون ہیں جن کے سامنے موت چلتی تھی اور جن کے پیچھے شکاری پرندے ہو لیتے تھے، کیونکہ انھیں کامل یقین ہوتا تھا کہ اب کفار کی شامت آنے والی ہے اور وہ ذبح کئے جانے والے ہیں، وہ کون نبی ہیں، جن کے سامنے پہاڑ اور ٹیلے سب پست ہو گئے، وہ کون ہیں جنھوں نے مشرکین وکافرین کو پامال کر دیا۔

اور ظالم کو اپنے قبضہ میں کرلیا، وہ کون ہیں جن کو نبوت سے لوگوں کی بادشاہی ختم ہوگئی، اور جنھوں نے امت کو شرک وکفر جہالت وظلمت سے چھٹکارا دلایا۔

حضرت حزقیل کی کتاب میں یہ بیان مذکور ہے کہ انھوں نے یہودیوں کے سامنے امت محمدیہ کے اوصاف بیان کر کے انھیں یہ دھمکی دی کہ اللہ ان کو تمہارے اوپر غالب کرے گا، اور ان میں ایک نبی بھیجے گا جس پر کتاب نازل ہوگی، ان کو تمہاری گردنوں کا مالک بنادے گا۔ وہ تم پر حق کے ساتھ غالب آئیں گے۔ اور تمہیں ذلیل ورسوا کریں گے۔ بنوقیدار کے آدمی جماعت کی شکل میں نکلیں گے ان کے ساتھ فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور تمہارے اوپر حملہ کر کے تمہیں واصل جہنم کریں گے۔

ذرا بتاؤ کہ نبی کریم کے علاوہ وہ کون نبی ہیں جن کو اللہ نے یہودیوں پر غالب کیا اور جن کے ہاتھوں ان پر ذلت کی مار پڑی۔ اور مقہور ومغلوب ہوئے۔ بنواسماعیل کے علاوہ وہ کون بنوقیدار ہیں۔ جو اپنے نبی کے ساتھ ایک بڑی تعداد میں جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ اور جن کی مدد جنگ بدر، احزات، حنین کی طرح سفید گھوڑوں پر سوار فرشتوں کو بھیج کر کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے چاروں طرف شدید حملہ سے ۳۱۳ نہتے مسلمان ایک ہزار ہتھیار بند چلتے ہوئے۔ عرب کے شہ سواروں پر غالب آئے اور ان کو مقتول اسیر یا شکست خوردہ بنا کر چھوڑا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب میں یہ بشارت مذکور ہے۔ جس میں آپ کے نام کا تذکرہ صراحتاً کیا گیا ہے۔

''اے محمد'' تم عنقریب اپنی کمانوں کو تیروں سے بھر لوگے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہوں گے۔

کتاب دانیال میں ایک قصہ بھی مذکور ہے کہ بخت نصر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا۔ دانیال علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ خواب بتلایا گیا، چنانچہ انھوں نے بادشاہ کو اس کے متعلق خبر دی اور اس کی تاویل بھی بتلائی۔

انھوں نے کہا کہ اے بادشاہ تو نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک موت تیرے سامنے کھڑی

ہے جس کا سر خالص سونے کا ہے اور دونوں کلائیاں چاندی کی ہیں، اور اس کا پیٹ اور ران تانبے کے ہیں۔ اور پنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے پاؤں ٹھیکری کے ہیں اور تو اس عجیب وغریب مورت کو دیکھ کر حیران ہے، یکایک ایک پتھر نکلا اور اس نے مورتی کو کاٹنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ریزہ ریزہ کردیا۔ اور وہ بھوسے کے مانند ہوگیا، پھر ہوا اسے اڑا کر لے گئی۔ یہاں تک کہ اس کا پتہ نہ مل سکا اور وہ پتھر جس نے اس موت کو فنا کیا، ایک بڑا انسان بن گیا ہے جس سے زمین بھر گئی، اے بادشاہ یہ وہ خواب ہے جسے تو نے دیکھا ہے۔

بخت نصر نے خواب کا اقرار کیا۔ اور اس کی تاویل دریافت کی حضرت دانیال علیہ السلام نے اس کی تاویل یہ بیان کی کہ اس خواب میں یکے بعد دیگرے پانچ سلطنتوں کی طرف اشارہ ہے، سونے کے سر سے بابل کا بادشاہ مراد ہے، اور تیری سلطنت سونے کے مانند ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت آئے گی۔ جو تیرے لڑکے کی ہوگی۔ وہ چاندی کے مانند ہوگی، اس کے بعد اور ایک اور سلطنت آئے گی، جو تیرے لڑکے کی ہوگی، وہ چاندی کے مانند ہوگی۔ اسکے بعد ایک اور سلطنت آئے گی جو تانبے کے مانند ہوگی، پھر ایک چوتھی سلطنت آئے گی جو لوہے کی مانند مضبوط ہوگی۔ پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں ٹھیکری کے ہوں گے یعنی اس سلطنت میں ضعف اضطراب ہوگا اور وہ پتھر جو بت کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اس سے مراد ایک نبی ہے۔ جس کو اللہ رب العالمین ایک قوی شریعت دے کر مبعوث فرمائے گا۔ جو دنیا کی تمام سلطنتوں اور امتوں کو پیس کر رکھ دے گا، اور وہ اس کے متبعین پوری روئے زمین پر چھا جائیں گے۔ اور اس کی بادشاہت قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔ یہ پیشین گوئی درحقیقت نبی کریم کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتی ہے۔ آپ ہی ایک قوی شریعت کے ساتھ مبوث کیے گئے، آپ ہی نے دنیا کی تمام سلطنتوں اور امتوں کو پیس کر رکھ دیا، آپ ہی کے متبعین سے پورے روئے زمین بھر گئی۔ آپ ہی کی بادشاہت قیامت تک رہے گی۔ اور یہود ونصاریٰ وصابئہ اور بت پرستوں کی سلطنت کی طرح کبھی زائل نہیں ہوگی۔

ایک جگہ حضرت دانیال علیہ السلام کا قول ہے کہ میں نے اللہ رب العالمین کے سامنے یہ دریافت کرنے کے لئے گریہ وزاری کی کہ مجھے بنو اسرائیل کے متعلق جو چیز میں ہونے والی ہیں۔ اس سے باخبر کر دے کہ کیا اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اور ان کے اندر نبیوں کو مبعوث فرمائے گا یہ نعمت ان سے چھین کر غیر کے ہاتھ میں دے دے گا۔ اتنے میں میرے سامنے خوبصورت جوان آدمی کی ایک شکل میں ایک فرشتہ نمودار ہوا اور کہنے لگا کہ اے دانیال تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنو اسرائیل نے میری سرکشی کر کے اور میرے علاوہ غیر کی پوجا کر کے مجھے غضب آلود کر دیا ہے، وہ جاننے کے باوجود بھی جہالت کے راستہ پر چل پڑے اور سچائی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی کذب کا طریقہ انھوں نے اختیار کیا، اس لئے میں نے ان کے اوپر بخت نصر کو مسلط کر دی۔ جس نے یکسر ان کا صفایا کر دیا، ان کے مردوں کو قتل کر دیا، ان کی اولاد کو قید کر لیا، ان کی مسجدوں کو ڈھا دیا اور ان کی کتابوں کو جلا دیا۔ لہٰذا بعد میں آنے والے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں گے، کیونکہ میں ان سے راضی نہیں ہوں، اور نہ ان کی غلطیوں کو درگزر کروں گا، بلکہ وہ میرے غضب میں ہمیشہ رہیں گے، یہاں تک کہ میں عیسیٰ بن مریم کو بھیجوں گا، اس وقت ان کے اوپر ذلت اور ناراضگی کی مہر لگا دی جائے گی۔

اور ذلت و نکبت سے دوچار ہوتے رہیں گے، یہاں تک بنو اسرائیل میں ایک نبی مبعوث کروں گا، جس کی بشارت میں نے ہاجرہ کو فرشتہ کے ذریعے دی تھی، میں اس نبی پر وحی کروں گا۔ اور اسماء کا علم دوں گا تقویٰ سے انھیں مزین کروں گا، بر و نیکی ان کا طرز عمل اور شعار ہوگا، تقویٰ و پرہیز ان کا ضمیر ہوگا۔ صدق و وفا ان کی طبیعت و فطرت ہوگی۔ اعتدال و میانہ روی ان کی سیرت ہوگی۔ رشد و ہدایت ان کی سنت ہوگی، میں ان پر ایک ایسی کتاب نازل کروں گا۔ جو اپنے پہلے کے کتابوں کی تصدیق کرے گی اور ان کے بہت سے احکام کو منسوخ کر دے گی۔ میں ان کو اپنے پاس بلاؤں گا۔ اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک چڑھتے ہوئے آئیں گے، یہاں تک کہ مجھ سے قریب آجائیں گے میں ان پر سلامتی بھیجوں گا، اور ان پر وحی کروں گا، پھر ان کو اپنے بندوں

تک خوشی بخوشی لوٹا دوں گا ان کو جس چیز کا بھی امین بنایا جائے گا اس کی حفاظت کریں گے۔ جس چیز کا حکم دیا جائے اس میں سچے ہوں گے لوگوں کو میری وحدانیت کی طرف نرم لہجے میں اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دیں گے۔ وہ سخت کلام اور سنگ دل نہیں ہوں گے۔ نہ بازاروں میں شور کریں گے، وہ اس شخص کے لئے سخت ہوں گے، جس نے ان کی مخالفت کی، اپنی قوم کو میری توحید اور میری عبادت کیطرف بلائیں گے اور نشانیوں کی خبر دیں گے۔ ان کی قوم کے لوگ انھیں جھٹلائیں گے اور تکلیف دیں گے۔ اس طرح حضرت دانیال نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرشتے کے بیان کردہ تمام باتوں کی وضاحت کر دی، یہاں تک کہ آخری زمانہ میں آپ کے امتیوں کی حالت اور دنیا کے فنا ہونے کا بھی تذکرہ کر دیا۔ یہ بشارت یہود و نصاریٰ کے سامنے موجود جس کی وہ تلاوت کرتے رہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ ابھی اس نبی کا ظہور نہیں ہوا ہے۔

ابو العالیہ کا بیان ہے کہ جب مسلمانوں نے تستر کو فتح کیا تو حضرت دانیال علیہ السلام کو مردہ پایا اور ان کے پاس ایک کتاب بھی دستیاب ہوئی۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس مصحف کو پڑھا، اس کے اندر امت محمدیہ کے صفات و اخبار، سیرت و طرز کلام بیان کئے گئے تھے، ان کی لاش باہر پائی جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے لوگ جب قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو ان کی قبر کھود کر انھیں نکال لیتے، پھر ان کے اوپر بارش کا نزول ہونے لگتا۔ اسکی اطلاع حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر بن خطاب کے پاس لکھ کر بھیجا تو حضرت عمر نے اس کا جواب یہ دیا کہ تم دن میں تیرہ قبریں کھود ڈالو، پھر رات میں، ان کو ایک قبر میں دفن کر دو تا کہ لوگ اس سے فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

حضرت کعب احبار سے منقول ہے کہ تورات میں آپ کی صفات اس طرح مذکور ہیں۔

(یہ یاد رہے کہ تورات سے مراد مخصوص تورات نہیں، بلکہ عام تورات مراد ہے۔)

احمد میرے مخصوص اور برگزیدہ بندے ہیں، وہ سخت کلام اور دشنام طراز نہیں ہیں۔ اور نہ سخت دل اور بے رحم، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں، اس حبیب کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔ اور مقام

ہجرت (طابا) مدینہ منورہ اور دار السلطنت شام ہے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد وثناء کرنے والی ہوگی، ہر بلندی پر چڑھتے وقت وہ نعرہ تکبیر کریں گے اور ہر نشیب میں اترتے وقت تسبیح وتحمید بجالائیں گے، اپنے اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے، ان کے تہبندان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔

(نماز کے اوقات معلوم کرنے کیلئے) ہر وقت سورج کا خیال رکھیں گے ان کا مؤذن فضاؤں میں میرے نام کو بلند کرنے والا ہوا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور نماز میں ایک جیسی ہونگی۔ رات میں وہ خدا کی عبادت کریں گے اور دن میں شیر کی طرح دشمن پر حملہ کریں گے، ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہوگی۔ جوں ہی نماز کا وقت آئے گا، نماز ادا کرینگے اگرچہ خس وخاشاک کے ڈھیروں ہی پر کیوں نہ ہوں۔

ابن ابولزاناد نے عبدالرحمن بن حارث عن عمر بن حفص کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے، عبد الرحمن بن حارث کہتے ہیں کہ عمر بن حفص جو بڑے اچھے لوگوں میں سے تھے انھوں نے بتلایا کہ میرے باپ دادا کے پاس ایک ورق تھا جو زمانہ جاہلیت سے ان کی وراثت میں چلا آرہا تھا اس میں یہ لکھا تھا۔

آغاز اللہ کے نام سے ہے۔ اور اس کا فرمان حق ہے اور مخالفین کا قول تباہی و بربادی میں ہے یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگی، وہ اپنی نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھیں گے اپنے اعضاء واطراف کو وضو میں دھوئیں گے، اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کیلئے سمندروں میں بھی کود پڑیں گے ان میں نماز پڑھنے کا معمول ہوگا، اگر قوم نوح میں وہ معمول ہوتا تو طوفان سے ہلاک نہ کی جاتی، اگر قوم ثمود میں اس پر عمل ہوتا، تو وہ بھی شدید آواز سے تباہ نہ کئے جاتے۔

حضرت شعیا نے عرب کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اصحاب نبی تمام امتوں کو ایسے پامال کریں گے، جیسے کہ بیل کھلیان میں بھوسہ بناتے ہیں اور کفار عرب ومشرکین پر بلائیں نازل ہونگی۔ اور سونتی ہوئی تلواروں سے چلہ چڑھی کمانوں سے

اور جنگ کی شدت وسختی سے بھاگ نکلیں گے۔

یہاں درحقیقت حضرت شعیا نے بدر، حنین، وغیرہ جنگوں کا تذکرہ کیا ہے، جس میں اصحاب رسول کو فتح وغلبہ حاصل ہوا۔ اور کفار، مشرکین، ہزیمت وشکست سے دوچار ہوئے۔

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ مسیح نے حواریوں سے کہا، جس نے مجھے ناراض کیا اس نے رب کو ناراض کیا۔ اور اگر میں ان کے سامنے یہ پیغام نہ رکھتا تھا تو ان کا کوئی گناہ نہیں ہوتا لیکن انہوں نے اس کی تکفیر کی پس ضروری ہے کہ وہ کلمہ پورا ہوکر رہے جو ناموس میں ہے، اس لئے کہ انھوں نے بدسلوکی کرکے مجھے ناراض کردیا۔ لیکن جب "المنحمنا" آئے گا جس کو اللہ تمہاری جناب بھیجے گا تو وہ میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دینا اسلئے کہ تم میرے ساتھ پہلے سے رہے ہو۔ یہ قول میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں تا کہ اس کے آجانے کے بعد تم شک نہ کرو۔

لفظ "المنحمنا" سریانی ہے اس کی تفسیر رومی زبان میں بارقلیط سے کی جاتی ہے اور عبرانی زبان میں بارقلیط کے معنی احماد، محمود، حمد کے ہیں۔

انجیل میں ایک جگہ ہے۔

حضرت مسیح نے یہود سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ ہم نے انبیاء کے قتل پر اپنے آباء کی موافقت ومدد نہیں کی ہے، لہذا تم اپنے باپ کے ناپ وتول کو پورا کرو۔ اے اژدھا سانپ کی اولاد جہنم کے عذاب سے تم کیسے نجات پاؤ گے۔ عنقریب میں تمہاری جانب انبیا، اور علماء کو بھیجوں گا، تم ان میں سے بعض کو قتل کروگے، بعض کو سولی دوگے اور بعض پر کوڑے برساؤ گے اور انھیں ایک شہر سے دوسرے شہر تلاش کرتے پھروگے تاکہ تمہارے اوپر مومنوں کا خون پورا ہوجائے جو ہابیل صالح کے خون سے لے کر حضرت زکریا کے خون تک زمین میں بہایا گیا ہے، جن کو تم نے قربان گاہ کے پاس قتل کیا ہے۔

مؤلف اور یہودی کے درمیان ایک مناظرہ کا بیان

مصر کے اندر مجھ سے یہود کے ایک بڑے عالم کا مناظرہ ہوا، میں نے دوران مناظرہ اس سے کہا کہ تم نے محمد ﷺ کی تکذیب کر کے اللہ رب العالمین پر بڑی سخت و ست باتیں کہیں ہیں، انہیں یہ بات بڑی عجیب لگی اور کہنے لگے کہ آپ جیسے لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا ذرا اس کی تفصیل سنو جب تم محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کے بجائے ایک جابر ظالم بادشاہ مانتے ہو، جن کی تلوار سے لوگوں پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ وہ ۲۳ برس تک مسلسل یہ دعویٰ کرتے رہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، وہ میرے اوپر بذریعۂ وحی احکام نازل کرتا ہے، اس نے فلاں چیز کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے اور فلاں چیز کے کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ میری مدد کرتا ہے حالانکہ یہ تمام چیزیں (تمہارے کہنے کے مطابق) غلط تھیں۔ پھر وہ مستقل طور سے انبیاء کے دین کو بدلنے ان کی امتوں سے مخالفت کرنے ان کی شریعتوں کو منسوخ کرنے میں کوشاں رہے، اب ذرا یہ بتاؤ کہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کو معلوم تھیں کہ نہیں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کو معلوم نہیں تھیں تو تم نے اللہ رب العالمین کی ذات پر قبیح ترین جہالت کا الزام لگایا کیونکہ اللہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ کو معلوم تھیں اور جو کچھ ہو رہا تھا اسے وہ دیکھ رہا تھا تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اس کے منع کرنے پر قادر تھا یا نہیں۔ اگر تم کہتے ہو کہ وہ روکنے پر قادر نہیں تھا تو تم نے اللہ کو عاجز بنا دیا، جب کہ اس کی ربوبیت کے یہ چیز منافی ہے، اور اگر وہ روکنے پر قادر تھا لیکن روکنے کے بجائے اس کو مزید غلبہ دیتا رہا، اس کی مدد کرتا رہا، اس کے کلمہ کو بلند کرتا رہا، اس کی دعاؤں کو سنتا رہا، دشمنوں پر فتح دیتا رہا، اس کے ہاتھ سے مختلف معجزات کا ظہور کرتا رہا، تو یہ اس کی جانب سے ظلم ہوا۔ کیونکہ تمہارے کہنے کے مطابق وہ ایک ظالم کی مدد کر رہا تھا لہٰذا اگر تم نبی کریم ﷺ کو جھوٹا سمجھ رہے ہو تو اللہ کو بھی ظالم ماننا پڑے گا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ اللہ کی ذات پاک ہے، اس بات سے کہ وہ کسی کاذب، مفتری کی مدد کرے بلکہ وہ تو

سچے نبی تھے، جن کی اتباع میں کامیابی وفلاح ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم کیوں نہیں ان کے دین میں داخل ہوتے ہو، اس نے کہا کہ وہ نبی تو امیوں کے پاس بھیجے گئے تھے جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، ہمارے پاس تو کتاب موجود ہے جن کی اتباع ہمارے لئے کافی ہے۔ میں نے کہا کہ اب تم پوری طرح ہار گئے کیونکہ خاص و عام تمام لوگ یہ جانتے ہیں کہ اس نبی کا پیغام یہ تھا کہ میں تمام لوگوں کا رسول ہوں، اور جس نے میری اتباع نہیں کی وہ کافر اور جہنمی ہے پھر اس نے یہود و نصاریٰ سے قتال بھی کیا، باوجود یہ کہ وہ اہل کتاب تھے۔ لہٰذا تم اس کی رسالت کو صحیح مانتے ہو تو اس نے جن باتوں کی خبر دی ہے اس کو بھی صحیح مانو، بس اس سے کوئی جواب نہ بن سکا اور خاموش ہو گیا۔

ایک اور مناظرہ کا بیان جو اسی طرح بلاد مغرب میں چند مسلمان علماء اور یہودیوں کے درمیان ہوا۔

مسلمان نے یہودی عالم سے کہا کہ تمہاری تورات میں خود یہ مذکور ہے کہ میں بنی اسرائیل میں انہیں کے بھائیوں میں سے تیرے مثل ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ جو اس کی نافرمانی کرے گا میں اس سے بدلہ لوں گا۔ یہودی نے کہا کہ اس سے یوشع بن نون مراد ہیں۔ مسلمان نے کہا کہ یوشع بن نون کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ اولاً توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے مثل بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں ہوا اور یہاں موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ وہ نبی تیرے مثل ہوگا۔ اس لئے بنی اسرائیل کے نبی اس سے مراد نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا اور بنی اسرائیل کے بھائی یا تو اہل عرب ہیں یا اہل روم۔ اہل عرب سے مراد بنو اسماعیل ہیں اور اہل روم سے مراد بنو العیص ہیں۔ پیشین گوئی میں اہل روم مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سوائے حضرت ایوب کے کوئی نبی نہیں پیدا ہوا، جن کا زمانہ حضرت موسیٰ سے پہلے ہے اس لئے توراۃ کی بشارت بنو اسماعیل ہی کے حق میں ہے، جو حقیقت میں بنو اسرائیل کے بھائی ہیں، کیونکہ اللہ رب العالمین نے تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنا خیمہ اپنے

بھائی کے شہر کے بیچ میں رکھیں گے، یہاں بھائی سے مراد بنواسرائیل ہیں اور اس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بشارت ہے، جنہوں نے اپنا خیمہ اور اپنی بادشاہت بنواسرائیل کے وسط ملک شام میں رکھا اور یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ آپ کی پیشین گوئی میں یہ بھی ہے کہ ان کی بادشاہت شام میں ہوگی۔

یہودی عالم نے کہا کہ تمہارے قرآن میں ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا (الاعراف۔85)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا (ھود۔50)

اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا (الاعراف۔73)

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

اور عرب کہتے ہیں کہ اے بنوتمیم کے بھائی، جس سے وہ انہیں میں ایک فرد مراد لیتے ہیں، لہٰذا اسی طرح یہاں بھی بنواسرائیل کے بھائی سے مراد انہیں میں کا ایک فرد ہے۔

مسلمان عالم نے کہا کہ دونوں میں فرق ظاہر ہے کیونکہ یہ کہنا کسی صورت میں درست نہیں ہوسکتا کہ بنواسرائیل سے مراد بنواسرائیل کے بھائی ہیں۔ بنوتمیم، بنوتمیم کے بھائی ہیں۔ بنوہاشم، بنوہاشم کے بھائی ہیں۔

بلکہ یہ ساری دنیا کی لغت کے خلاف ہے۔ البتہ محاورہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید بنوتمیم کا بھائی ہے اور ہود قوم عاد کے بھائی ہیں اور صالح قوم ثمود کے بھائی ہیں یعنی اس قوم کے ایک فرد ہیں اور نسب کے اعتبار سے ان کے بھائی ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قوم عاد، قوم عاد کے بھائی ہیں اور ثمود، ثمود کے بھائی ہیں اور اصحاب مدین، اصحاب مدین کے بھائی ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ بنی اسرائیل، بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔ صریح نادانی اور جہالت ہے۔ یہودی عالم نے کہا کہ اس

پیشین گوئی میں یہ مذکورہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے برپا ہوگا اور محمد تو اہل عرب کے لئے بنا کر بھیجے گئے تھے۔ بنواسرائیل کیلئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ پیشین گوئی کے مستحق محمد نہیں ہیں بلکہ کوئی دوسرے ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے خاص طور سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

مسلمان عالم نے کہا کہ یہ دراصل آپ ﷺ کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں عرب وعجم اور تمام اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تورات میں اللہ نے بنواسرائیل کے لئے اس نبی کے برپا کرنے کا ذکر اس لئے کیا تاکہ وہ یہ گمان نہ کر بیٹھیں کہ یہ نبی صرف اہل عرب اور امیوں کے لئے خاص ہیں اور ہم اہل کتاب ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نہیں ہیں، بلکہ آپ ان کے بھی نبی ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ (القصص۔46)

تاکہ آپ ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔

یہاں بھی آپ کی قوم کو خاص کر دیا لیکن یہ نہیں کہا ہے کہ آپ ان کے علاوہ کے لئے نذیر نہیں ہیں۔ اور آپ نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں صرف اہل عرب کے لئے بھیجا گیا ہوں، تاکہ ان کے لئے آپ کا یہ قول حجت بن سکے بلکہ آپ نے تو علی الاعلان ہر خاص وعام کے سامنے یہ کہا کہ میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یہودی عالم نے کہا کہ ہاں اس بات کا اعتراف تو ہمارے تمام اسلاف نے کیا ہے لیکن عیسویہ (جو ابوعیسیٰ اسحٰق بن یعقوب الاصبہانی کی طرف منسوب ہے) فرقے کا صرف اعتقاد ہے کہ آپ صرف اہل عرب کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن ہم ان کی باتیں نہیں کہتے ہیں۔ پھر وہ یہودی عالم اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگا کہ ہم لوگ تو یہودی مذہب کے پیرو ہیں اور خدا کی قسم اس عربی سے نجات پانے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا، سوائے اس کے کہ ہم اس کو برا بھلا کہنے سے خاموش ہوجائیں۔

طبقات میں محمد بن سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت

کعب احبار سے دریافت کیا کہ توراۃ میں اوصاف محمدی کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مدینہ منورہ اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔ اللہ کے یہ رسول نہ فحش گو ہیں، نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ عفو ودرگزر کرنے والے ہیں۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے حضرت کعب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تورات میں مکتوب ومسطور ہے کہ محمد ﷺ نہ سخت کلام ہیں اور نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے ہیں، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لینے والے ہیں۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد وثناء کرنے والی ہوگی۔ یہ بلندی پر چڑھتے وقت نعرہ تکبیر بلند کریں گے اور ہر نشیب میں اترتے وقت وہ تحمید وتسبیح بجالائیں گے۔ ان کے تہبند ان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے اپنے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے ان کا مؤذن فضاؤں میں میرا نام بلند کرنے والا ہوگا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور غار میں ایک طرح ہوں گی رات کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی میں مشغول ومنہمک ہونے کی وجہ سے ان کی رسیلی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہوگی، ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دارالسلطنت شام ہے۔

دارمی نے دوسری سند سے کعب احبار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تورات کے حصہ اول میں آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ محمد ﷺ میرے پسندیدہ بندے ہیں، وہ نہ درشت کلام ہیں، نہ سنگ دل، نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے ہیں، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے ہیں بلکہ وہ پیکر عفو ومغفرت ہیں۔ ان کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے، محل ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔

اور حصہ ثانی میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ محمد ﷺ رسول خدا ہیں۔ ان کی امت اللہ کی بہت

زیادہ حمد وثناء کرنے والی ہے۔ وہ ہر منزل ومقام میں حمد خلائق بجالائیں گے اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہہ کر عظمت خالق کا اظہار کریں گے (نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لئے) ہر وقت سورج کا خیال رکھیں گے اور جوں ہی نماز کا وقت آئے گا نماز ادا کریں گے۔ اگرچہ خس وخاشاک کے ڈھیروں ہی پر کیوں نہ ہوں۔ اپنی چادروں کو نصف پنڈلیوں تک رکھیں گے، اپنے اطراف کا وضو کریں گے، ذکر الٰہی میں ان کے الفاظ رات کو فضائے آسمانی میں یوں سنائی دیں گے جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔

ابو نملہ نے کہا کہ یہود بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور اپنی اولاد کو آپ کی صفات اور اسماء بتلاتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ ان کا مقام ہجرت یہی ہمارا مسکن مدینہ منورہ ہے، لیکن آپ کا ظہور ہوا تو حسد کی آگ میں جل گئے اور اعتراف حق سے بغاوت وانکار کردیا۔

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد محترم مالک بن سنانؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بنی عبدالاشہل کے پاس آیا تا کہ ان سے بات چیت کروں اور ان دنوں ہم باہمی مصلح صفائی کرکے جنگ کو روکے ہوئے تھے تو میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نبی کریم کا زمانہ ظہور اور ولادت قریب آچکا ہے، جن کو احمد کے نام سے پکارا جائے گا جو حرم مکہ سے ظہور پذیر ہوں گے۔ اس سے خلیفہ بن ثعلبہ اشہل نے بطور مذاق کہا، اس نبی کی صفت کیا ہوگی تو اس نے کہا کہ وہ درمیانہ قد ہوں گے، نہ بہت طویل اور نہ بہت کوتاہ قامت۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہوں گی وہ چادر اوڑھیں گے اور گدھے کی سواری کریں گے اور یہ شہر (مدینہ) ان کا مقام ہجرت ہوگا۔

حضرت . لک بن سنان فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنی خدرہ کی طرف لوٹا، اور میں ان دنوں یوشع یہودی کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتا تھا، تو میں نے ایک دوسرے آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے خیال میں صرف یوشع یہ بیان کرتا ہے، یہ تو یثرب کے تمام یہودی کہتے ہیں۔ ابو سعید

فرماتے ہیں میرے باپ مالک بن سنان نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلا اور بنو قریظہ کے پاس آیا تو ان سب نے دوران گفتگو نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا اس پر زبیر بن باطا نے کہا وہ سرخ ستارہ جو صرف نبی کے ظہور ولادت کے وقت ہی طلوع ہوتا ہے وہ طلوع ہو چکا ہے اور اب سوائے احمد کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور یہ (مدینہ منورہ) ان کا دار الہجرت ہے۔

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو میرے باپ نے آپ سے زبیر بن باطا کی بات عرض کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر زبیر اور ان کے قریبی ایمان لے آئے، تو سارے یہودی ایمان لے آئیں گے کیونکہ وہ سب ان کے تابع ہیں۔

محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل میں صرف ایک یہودی شخص تھا، جس کو یوشع کہا جاتا تھا، میں نے اس کو اپنے زمانہ طفولیت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر اس نبی کے ظہور کا وقت آپہونچا جو اس گھر یعنی بیت اللہ کی طرف سے ظہور فرمائیں گے اور بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا، تم میں سے جو بھی ان کو پائے تو ضرور ان کی تصدیق کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ہم مشرف باسلام ہو گئے۔ مگر وہی یہودی ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود اسلام سے مشرف نہ ہوا اور حسد وبغض سے کام لیتے ہوئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جا گرا۔

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ اوس وخزرج میں ابو عامر راہب سے بڑھ کر محمد ﷺ کی (قبل از بعثت) تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ یہود کا دوست تھا اور ان سے دین ومذہب کے متعلق دریافت کرتا رہتا۔ چنانچہ وہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی صفات وعلامات بیان کرتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ یہی مدینہ ان کا دار الہجرت ہے، پھر وہ تیماء کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی بتلایا پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا، تو انہوں نے بھی یہی بتلایا۔ پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی علامات ونشانیاں بتلائیں اور انہوں نے بھی آپ کا دار الہجرت یثرب بتلایا، ابو عامر راہب وہاں سے لوٹا، تو راہبوں کی طرح زندگی گزارنے لگا اور کھردرا لباس پہننا شروع کیا اور یہ کہا کہ

میں ملت حنیفیہ اور دین ابراہیم پر ہوں اور نبی آخر الزماں کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں، جب رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں ظہور ہوا تو آپ کی خدمت میں وہ حاضر نہ ہوا اور اسی روش پر قائم رہا، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو حسد وعناد اور منافقت سے کام لیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں آپ نے فرمایا دین حق اور ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ تم خالص ملت ابراہیمی پر نہیں بلکہ اس کو غلط ملط کرنے والے ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اس کو اختلاط واقتباس، شکوک وشبہات سے منزہ اور روشن طریقہ سے پیش کرنے والا ہوں۔ وہ صفات وعلامات (تیرے ذہن سے کیونکر نکل گئیں) جو یہود ونصاریٰ کے علماء اور احبار نے تجھے بتلائی تھیں، اس نے کہا کہ تم وہ نہیں ہو، جس کی صفات انہوں نے بیان کی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، اس نے کہا میں نے جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ویرانوں میں تنہائی کی موت مارے اس نے کہا آمین۔

پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا دین اپنا لیا اور سابقہ دین چھوڑ بیٹھا پھر جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہ شام کی طرف چلا گیا اور وہیں تنہائی میں مسافرت کی حالت میں مرا۔

مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں مقوقس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ بیشک محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور اگر آپ رومیوں اور قبطیوں پر چڑھائی کریں گے تو وہ آپ کے مذہب وملت کی اتباع کریں گے۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا، وہاں کے ہر معبد میں داخل ہوا اور ان عبادت گاہوں کے اندر موجود تمام علماء سے دریافت کیا کہ وہ محمد ﷺ کے کون سے اوصاف اپنی کتابوں اور صحیفوں میں پاتے ہیں۔ ایک قبطی عالم ابو یحنس والے کنیسے کا سب سے بڑا عالم مانا جاتا تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے مریض لاتے وہ ان کے لئے دعا کرتا، میں نے

اس سے زیادہ خشوع وخضوع کے ساتھ کسی کو نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا، میں نے اس سے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ انبیاء کرام میں سے کسی کا ظہور ہونا ابھی باقی ہے، اس نے کہا ہاں آخری نبی ابھی ظہور فرما ہوں گے۔ ان کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہیں۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی امی عربی ہیں، نام نامی ان کا احمد ہے۔ نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ بالکل کوتاہ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ نہ بالکل سفید ہیں اور نہ خالص گندم گوں اپنے سر اور داڑھی کا بال بڑھائیں گے، موٹے کھردرے کپڑے استعمال کریں گے، اور قلیل ترین خوراک پر کفایت وقناعت فرمائیں گے۔ ان کی تلوار ہر وقت ان کے کندھے پر ہوگی اور انہیں اس امر کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ میری مڈبھیڑ کس سے ہو رہی ہے۔ وہ خود قتال و جہاد میں شریک ہوں گے۔ اور ان کے یار جاں نثار ان پر اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے۔ آپ ان کے نزدیک اپنی اولاد اور آباء سے بھی زیادہ محبوب ہوں گے۔ ایسی زمین میں ان کا ظہور ہوگا جہاں خاردار درخت زیادہ ہوں گے اور ایک حرم (مکہ مکرمہ) سے دوسرے حرم (مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہوں گے اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جس میں چٹان ہوگا اور کھجوریں۔ نیز دین ابراہیم علیہ السلام پر کاربند ہوں گے، وہ اپنا تہبند نصف پنڈلیوں تک باندھیں گے، وضو کریں گے، اور ایسے مخصوص کمالات کے ساتھ ممتاز کیے جائیں گے جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں ہوں گے۔ ان سے قبل ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور وہ تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے۔ ان کے لئے تمام روئے زمین جائے نماز اور موجب طہارت بنا دی گئی ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہوگا تیمم کر لیں گے اور نماز ادا کر سکیں گے۔ اور جو ان سے قبل مبعوث ہوئے ان پر یہ پابندی عائد تھی کہ وہ صرف اپنی عبادت گاہوں ہی میں نماز ادا کر سکتے تھے۔

طبرانی نے یہ روایت کی ہے کہ زید بن عمر اور ورقہ بن نوفل دین حق کی تلاش اور معلومات حاصل کرنے کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے، اس نے حضرت

زید سے دریافت کیا تم کہاں سے آئے ہو، انہوں نے کہا ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔ اس نے کہا کس امر کی تلاش ہے انہوں نے کہا دین حق کی۔ اس نے کہا گھر واپس جاؤ کیونکہ تم جس دین برحق کی تلاش کر رہے ہو، وہ عنقریب تمہارے علاقے میں ظاہر ہو جائے گا پھر وہ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے۔ "لبیک حقا حقا تعبداً ورقاً" اے دین برحق تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ تجھ پر کاربند ہو کر یہ کہ اللہ کے عبادت گزار بندے بنیں گے اور خدمت گزار غلام۔

ابن قتیبہ نے کتاب الاعلام میں یہ روایت نقل کی ہے کہ خلیفہ ابن عبدہ المنقری نے کہا میں نے محمد بن عدی سے دریافت کیا، تجھے تیرے باپ نے محمد کے نام سے کیوں موسوم کیا (جب کہ یہ نام پہلے سے معروف و مروج نہیں تھا) اس نے کہا کہ میں نے یہی سوال اپنے باپ سے کیا تھا، انہوں نے کہا کہ ہم بنی تمیم کے چار آدمی گھر سے نکلے ایک میں تھا اور دوسرا مجاشع بن دارم، تیسرا یزید بن عمرو بن ربیعہ چوتھا اسامہ بن مالک بن جندب۔ ہم ابن جفنہ غسانی سے ملنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب ہم شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اترے جس کے اردگرد چند چھوٹے چھوٹے درخت تھے اور اس کے قریب میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب موجود تھا اس نے ہماری طرف دیکھا اور کہا تمہاری بولی اس علاقہ اور شہر کی نہیں ہے۔ ہم نے کہا واقعی ہم اجنبی لوگ ہیں اور مسافر۔ ہم قوم نضر سے تعلق رکھتے ہیں، اس نے کہا قبیلہ نضر کی دو شاخوں میں کون سی شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ ہم نے کہا خندق سے اس نے کہا آگاہ رہو ابھی تمہارے درمیان ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں لہٰذا جلدی ان کی بارگاہ میں داخل ہو جاؤ، ان سے اپنا نصیب و حصہ حاصل کر لو، سیدھی راہ پالو گے، بیشک وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔ جب ہم ابن جفنہ کے پاس سے لوٹے اور گھر پہنچے تو ہم چاروں کے نرینہ اولاد پیدا ہوئی، اور ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا (کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارا ہی بیٹا ہو اور ہمارا مقدر جاگ اٹھے)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم

ﷺ ایک کنیسہ میں داخل ہوئے وہاں یہود کا مجمع لگا ہوا تھا ایک یہودی ان کے سامنے تورات پڑھ رہا تھا جب اس میں آپ کی نعت وصفات کا بیان آیا تو وہ سب چپ ہو گئے اس کنیسہ کے ایک گوشہ میں ایک مریض آدمی بھی بیٹھا تھا۔ جب آپ نے فرمایا کیا بات ہے تم کیوں رک گئے ہو، اس مریض نے کہا یہ نبی آخرالزماں کی تعریف پر پہنچے ہیں، تو رک گئے ہیں۔ حتیٰ کہ مریض گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آیا توراۃ کو اپنے ہاتھ میں لیا اس کی تلاوت کی اور حضور کی نعت وصفات کی تلاوت کی، عرض کیا کہ یہ ہے آپ کی صفت وثناء، اور آپ کی امت کے محامد ومحاسن اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور بیشک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، پھر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ اپنے اس بھائی کو دفن کرو۔

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جب تبع مدینہ طیبہ میں آیا اور وادی قناۃ کے کنارے اترا تو علماء یہود کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ میں اس شہر کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہودیت یہاں جڑ نہ پکڑ سکے اور مذہبی معاملہ فقط دین عرب کی طرف لوٹ آئے تو اس سے شموال یہودی جوان سب میں سب سے بڑا عالم تھا، کہنے لگا۔ اے بادشاہ اس شہر کی طرف اولاد اسمٰعیل میں پیدا ہونے والے پیغمبر ہجرت کریں گے جن کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے اور یہ شہر ان کا دارالہجرت ہے اور تو جس مقام پر اس وقت موجود ہے یہاں عظیم قتال ہوگا اور لوگ ہلاک وزخمی ہوں گے۔ کچھ اس نبی کے اصحاب اور کچھ ان کے اعداء ومخالفین تبع نے پوچھا تو ان کے ساتھ قتال کون کرے گا جب کہ بقول تمہارے وہ نبی ہوں گے تو یہودی عالم نے جواب دیا کہ اس قوم کے کفار ومشرکین ان پر حملہ آور ہو کر یہاں آئیں گے اور قتال کریں گے۔ تبع نے پوچھا، جب ان سے قتال کیا جائے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کس کا پلڑا بھاری ہوگا، اس نے کہا کبھی ان کے حق میں اور کبھی ان کے خلاف اور اس مقام میں جہاں تو موجود ہے ان کے اصحاب و جاں نثار اس طرح شہید کئے جائیں گے کہ اس قسم کا قتل کبھی ان پر وارد نہیں ہوا ہوگا، انجام کار غلبہ وفتح انہیں کی ہوگی حتیٰ کہ پھر کوئی ان سے نزاع واختلاف کی جرأت نہ کر سکے گا۔

تبع نے دریافت کیا ان کے اوصاف وعلامات کیا ہیں۔ اس یہودی عالم نے کہا۔ وہ درمیانہ قد ہوں گے، نہ بہت دراز قد اور نہ پستہ قامت، ان کی آنکھوں میں سرخ دھاریاں ہوں گی، اونٹ پر سواری فرمائیں گے اور سادہ کھردری چادر استعمال فرمائیں گے ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی، وہ اس امر کی پرواہ نہیں کریں گے کہ ان کا مقابلہ ومخالف کون ہے، خواہ حقیقی بھائی ہو یا چچازاد بھائی ہو یا چچا ہو حتیٰ کہ ان کا دین ومذہب غالب ہو کر رہے گا۔ تبع نے جب یہ تفصیلات سنی تو کہا پھر اس شہر کا تباہ کرنا میرے بس سے باہر ہے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ اس کی خرابی میرے ہاتھوں ہو، پھر وہ یمن کی طرف لوٹ گیا۔

عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ تبع نے جب تک آنحضرت ﷺ کی حقانیت نبوت کا اعتراف واقرار نہ کرلیا، دنیا سے رخصت نہیں ہوا کیونکہ یہود یثرب اس کو خبر واطلاع دیتے تھے اور یقیناً تبع حالت اسلام میں دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت جعفرؒ بیان کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا جو سب یہود سے زیادہ صاحب علم وبصیرت تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک صحیفہ دیکھا جو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں احمد مرسل ﷺ کا ذکر اس طرح تھا وہ نبی ہیں جو خاردار درختوں والے علاقہ میں ظہور فرما ہوں گے اور ان کی فلاں فلاں علامات ہیں پھر زبیر بن باطا لوگوں کو اس صحیفے کے مندرجات بیان کیا کرتا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ جوں ہی اس نے آنحضرت ﷺ کا مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہونا سنا تو اس صحیفے کو مٹا دیا اور آنحضرت ﷺ کی شان وصفات کو چھپانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ وہ نبی موعود نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بنوقریظہ وبنونضیر اور فدک وخیبر کے یہود آنحضرت ﷺ کے اوصاف کمال کو قبل از بعثت جانتے تھے اور یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ آپ کا مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تب بھی علماء یہود نے اعلانیہ تسلیم کیا اور بشارت دی کہ آج رات احمد مجتبیٰ ہی پیدا ہو گئے اور یہ ستارہ جوان کی علامت ولادت ہے، طلوع ہو چکا ہے۔

جب آپ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو انہوں نے اس امر کا اعلان بھی کیا کہ انہوں نے اب دعویٰ نبوت کیا ہے اور ان کے اعلان نبوت کی نشانی وعلامت اس ستارہ کا طلوع ہے۔ مگر اس قدر معرفت کے حصول اور بارہا اقرار و اعتراف اور لوگوں کے سامنے آپ کی توصیف و تعریف کرنے کے باوجود محض عناد کی بناء پر انہوں نے انکار کر دیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ شریف میں سکونت پذیر ہو گیا جو کہ وہاں مختلف اشیاء کی تجارت کرتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی شب ولادت آئی تو قریش کی ایک مجلس میں آ کر کہنے لگا کہ تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں ہے اس نے کہا اے گروہ قریش دیکھو، اور میری اس بات کو اچھی طرح یاد کر لو، جو میں بیان کرنے والا ہوں۔ آج کی رات اس امت کا نبی مرسل پیدا ہوا ہے، اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ ہے، جس میں چند بال ہیں۔

قوم قریش کے وہ افراد جو اس مجلس میں بیٹھے تھے، تیزی سے اٹھے اور وہ اس کی بات پر متعجب و حیران تھے، گھر جا کر اپنے گھر والوں سے بات کی تو ان میں سے بعض کو بتلایا گیا کہ آج رات عبداللہ بن مطلب کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، اور ان کا نام محمد رکھا ہے۔

وہ قریش اس یہودی کے پاس آئے اور کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہم میں ایک بچہ کی پیدائش ہوئی ہے اس نے کہا کہ میرے بتلانے سے قبل یا اس کے بعد، انہوں نے کہا اس سے قبل اور اس کا نام احمد ہے، اس نے کہا مجھے بھی وہاں لے چلو، وہ قریش اس کو ساتھ لے کر چلے۔ حتیٰ کہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت آمنہ نے آپ کو انہیں دکھلایا، یہودی نے اپنی بیان کردہ علامت آپ کے اندر (یعنی کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت جس پر چند بال تھے) دیکھی پھر اس پر غشی طاری ہو گئی، جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے ماجرا دریافت کیا، اس نے کہا نبوت اور آسمانی کتاب بنو اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی۔ عرب نبوت و رسالت کے ساتھ بہرہ ور ہو گئے۔ اے جماعت قریش، کیا تم اس خبر سے خوش ہوئے کہ نہیں، آگاہ رہو، بخدا وہ تمہیں ان بلندیوں تک

پہنچائیں گے جن کی خبر مشرق و مغرب تک پھیلے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہود کے دارالتدریس میں تشریف لائے اور فرمایا، میرے پاس وہ شخص لاؤ جو تم میں سب سے زیادہ صاحب علم ہو۔ انہوں نے کہا ایسا شخص عبداللہ بن صوریا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے علیحدگی میں بات کی اور اس کو اس کے دین یہودیت کا اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص انعامات کا من وسلویٰ کھلانے کا اور بادلوں کے ذریعہ سایہ کرانے اور دھوپ کی کلفت سے بچانے کا واسطہ دے کر پوچھا کہ تو میری نبوت پر یقین رکھتا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا بخدا میں یقین رکھتا ہوں اور قوم یہود بھی وہ جانتی ہے جو میں قلبی طور پر جانتا ہوں اور آپ کے اوصاف وصفات ان کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن حسد وعناد کی وجہ سے زبانی اعتراف نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو کیوں نہیں مجھ پر جان و دل سے ایمان لے آتا، اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کہ وہ عنقریب تمہاری اتباع کریں اور مسلمان ہو جائیں تو میں بھی اسلام لے آؤں گا۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں یہود کے پاس درس تورات کے وقت میں آتا تھا۔ میں تورات کی قرآن مجید سے موافقت پر حیران ہوتا، انہوں نے کہا اے عمر تم سے بڑھ کر ہمیں کوئی شخص محبوب و پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ تم ہمارے پاس آتے ہو اور درس سنتے ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تورات کے ذریعہ قرآن مجید کی تائید و تصدیق سن کر سرور حاصل کروں۔ میں ایک دن ان کے پاس موجود تھا، اتفاق سے آنحضرت ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے کہا یہ ہیں تمہارے رسول، تو میں نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور اس کتاب کی جو تم پر نازل کی گئی کیا تم یقیناً جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ ان کے رئیس اور سردار نے کہا کہ اب انہوں نے اللہ کے نام کی قسم دی ہے، لہٰذا ان کو سچی باتیں بتلاؤ تو انہوں نے کہا تو ہمارا بڑا رئیس اور فاضل ہے لہٰذا تو ہی بتلا اس نے کہا سچی بات یہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ پھر تمہیں ہلاکت اور گمراہی میں کس نے ڈالا ہے۔ جب تم

یقین رکھتے ہو کہ وہ سچے رسول ہیں تو اتباع کیوں نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا ملائکہ میں سے بعض ہمارے دشمن ہیں اور بعض دوست، دشمن تو ہمارا جبرئیل ہے جو کہ عذاب وعقاب نازل کرنے والا ہے اور دوست ہمارا میکائیل ہے جو کہ راحت ورحمت کا مالک ہے۔ میں نے کہا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ جبرئیل علیہ السلام کے لئے یہ حلال وجائز نہیں کہ میکائیل علیہ السلام کے دوستوں سے عداوت رکھیں اور نہ میکائیل علیہ السلام کے شایان شان ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دشمنوں سے صلح کریں اور دوستی قائم کریں۔

پھر میں اٹھ کھڑا ہوا آنحضرت ﷺ مجھے سامنے سے تشریف لاتے ہوئے ملے اور فرمایا کیا میں تجھے وہ آیت نہ پڑھاؤں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر نازل ہوئی ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

(البقرۃ۔97)

اے نبی کریم ﷺ آپ فرمادیں کہ جو جبرئیل علیہ السلام کا دشمن بنتا ہے بے (وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ کا دشمن ہے) کیونکہ انہوں نے تو کلام مجید کو آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے امر سے نازل کیا ہے۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو آپ کی خدمت میں اسلئے حاضر ہو رہا ہوں تا کہ یہودی بات آپ سے عرض کروں، لیکن اللہ نے تو آپ کو پہلے ہی بتلادیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان واقعات کے بعد اپنے آپ کو دین اسلام کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت پایا۔

حضرت عمرو بن عنبہ سے مروی ہے کہ زمانہ قبل اسلام میں اپنی قوم کے معبودوں سے بیزار ہوگیا اور اس امر کا یقین کرلیا کہ یہ باطل محض ہیں، میری قوم پتھروں کی پوجا کرتی ہے، جو نہ ہی نفع دیتے ہیں اور نہ ہی نقصان، میں ایک اہل کتاب سے ملا اور افضل ترین دین کے متعلق دریافت کیا اس نے بتلایا کہ مکہ مکرمہ سے ایک شخص ظہور پذیر ہوگا، جو اپنی قوم کے معبودوں کی مخالفت کرے گا اور سب سے افضل دین پیش کرے گا اور جب تمہیں ان کے مبعوث ہونے کی خبر ملے تو ان کی اتباع کرنا۔

(اس بات کے کان میں پڑنے کے بعد) میرا اور کوئی کام ہی نہ تھا ماسوا مکہ مکرمہ کی راہ پر چلنے کے، میں وہاں آتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کیا وہاں کوئی نئی بات، کوئی نیا واقعہ ہوا ہے۔ جواب نفی میں ملتا، میں پھر واپس چلا جاتا، سوار آتے دکھائی دیتے ان کی راہ پر کھڑا رہتا اور دریافت کرتا کہ مکہ سے آنے والو، کوئی نئی خبر کوئی نیا واقعہ، وہ بھی نفی میں جواب دیتے یوں ہی سوچ میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک سوار کا میرے قریب سے گزر ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو، اس نے کہا مکہ مکرمہ سے۔ میں نے کہا وہاں کوئی نیا امر وقوع پذیر ہوا ہے، اس نے کہا ہاں۔ ایک آدمی نے اپنی قوم کے معبودات سے اعلان برأت کرکے انہیں ایک اور دین کی دعوت دے رکھی ہے۔ میں نے کہا یہی میرا مقصود مطلوب ہے، جس کا مدتوں سے انتظار ہے، پھر میں سواری پر بیٹھا اور تیزی سے دوڑاتا ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ میں سے آٹھ علماء وفضلاء بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، جن میں سید و عاقب نام والے دو شخص بھی تھے، جنہوں نے آپ کی صداقت نبوت پر بحث تمحیص کی، تو اللہ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل کی۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝

(آل عمران۔آیت 61)

آپ فرمادیجئے آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

جب انہوں نے مباہلہ کا نام سنا تو تین دن تک کی مہلت طلب کی اس دوران بنونضیر، بنو قریظہ اور بنوقینقاع نے قبائل یہود کے ساتھ صلاح ومشورہ کیا ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ صلح کرلو اور مباہلہ مت کرو کیونکہ یہ وہ نبی ہے جن کا ذکر ہم تورات وانجیل میں پاتے ہیں، چنانچہ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے، بلکہ ہم رعایا بن کر رہیں گے اور ہزار حلہ و

پوشاک صفر کے اندر اور ہزار ہی رجب میں اور اسکے علاوہ کچھ درہم بھی ہم بطور جزیہ ادا کرینگے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے کافی لوگ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان لے آئے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو کفر وعناد کی راہ پر چل پڑے۔ انہیں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (ال عمران۔106)

اور وہ لوگ جن کے چہرے کفر ونفاق کی وجہ سے سیاہ ہو گئے ہیں، کیا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا، لہٰذا اپنے کفر کی وجہ سے عذاب چکھو۔

حدیث سہل مولی عثمہ النصرانی

سہل مولی عثمہ کہتے ہیں کہ میں نصرانی تھا اور یتیم تھا، میرا چچا میری کفالت کرتا تھا اور وہ انجیل پڑھا کرتا تھا۔ میں نے چچا والا مصحف اٹھایا اور پڑھنے لگا، دوران قرأت ایک ورق ایسا آیا جو بہت موٹا تھا اور مجھے اس کی موٹائی عجیب سی لگی، غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں جوڑ ہے اور دو ورق باہم چپکا دیئے گئے ہیں اس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درمیانی صفحوں پر رسول اللہ ﷺ کی صفات مرقوم ہیں اور وہ مضمون یہ تھا۔

وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے اور نہ ہی طویل القامت، سفید (سرخی مائل) ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ بیٹھتے وقت احتباء والی صورت کو عام طور پر اختیار کریں گے، صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔ گدھے اور اونٹ کی سواری کریں گے۔ بکری خود دوہیں گے اور پیوند لگی قمیض استعمال کریں گے اولاد اسماعیل سے ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں میرا چچا آیا اور کتاب کا ورق کھلا ہوا دیکھا تو مجھے زدوکوب کیا اور کہا تجھے یہ ورق کھولنے کی کیا غرض تھی۔ میں نے کہا اس میں احمد مرسل کی تعریف تھی اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔

وہب بن منبہ سے منقول ہے اللہ رب العالمین نے حضرت شعیا کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ایک نبی بھیجنے والا ہوں جن کی بدولت بہرے کانوں کو شنوا بناؤں گا، اور غفلت و جہالت کے پردوں میں بند دلوں کو علم وحکمت کی معرفت کے لئے کھول دوں گا، سکینت و وقار ان کا لباس ہوگا، نیکی ان کا طرز عمل اور شعار ہوگا، تقویٰ و پرہیزگاری ان کا ضمیر ہوگا، حکمت و دانائی ان کا مطمع فکر وفہم ہوگی۔ صدق وصفا ان کی طبیعت وفطرت ہوگی، عفوودرگزر اور بھلائی ان کا خلق ہوگا، عدل و انصاف ان کی سیرت ہوگی، حق وصدق ان کی شریعت ہوگی، رشد وہدایت ان کی رہنما ہوگی، ملت اسلام ان کی ملت ہوگی، ان کا نام مقدس احمد ہوگا، انہیں کے ذریعہ گمراہی کے بعد ہدایت کا نور لوگوں تک پہنچاؤں گا اور جہالت کے بعد علم وحکمت سے لوگوں کو مالا مال کروں گا اور اہل حق کی قلت کے بعد ان کو کثرت میں تبدیل کروں گا، بچھڑے دلوں کو ملاؤں گا، جو دور ہیں انہیں قریب کروں گا، جن کے دلوں میں عداوت ودشمنی ہے، انہیں ان کے ذریعہ الفت ومحبت میں تبدیل کروں گا۔

مختلف الخیال اور متضاد نظریات کی حامل امم واقوام کو متحد ومتفق کروں گا، ان کی امت کو سب سے بہترین امت بناؤں گا وہ اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے سورج کا خاص طور پر خیال رکھیں گے، مبارک ہے ان مقدس دلوں کے لئے جو ان نعمتوں سے مالا مال کئے گئے ہیں۔

عثمان بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ شام کے نصاریٰ میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ حاضر ہوا، وہ چند عورتوں کے پاس سے گزرا، جو عید کے موقع پر جمع تھیں، ان کے شوہر اپنے بعض امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غائب تھے، اس نے عورتوں سے کہا اے قریشی عورتو! تمہارے قبیلہ وقوم میں عنقریب ایک نبی ظہور فرما ہونے والا ہے، جن کا نام احمد ہوگا تم میں سے جو نیک بخت ان کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے، وہ ضرور بن جائے۔ حضرت خدیجہؓ نے اس کی بات کو یاد رکھا، اور نبی کریم ﷺ کی زوجیت کو اختیار کیا۔

حدیث وھب عن الزبور

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد کا یہ قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے حضرت داؤد کی طرف یہ وحی کی کہ اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام احمد اور محمد ہوگا جو صادق اور سردار ہوگا، میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور وہ نہ مجھ سے ناراض ہوگا، میں نے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں، قبل اس کے کہ وہ میری نافرمانی کرے اس کی امت رحم کی ہوئی ہے، میں نے اس کو نوافل سے نوازا ہے، جس سے اگلے انبیاء کو نوازا تھا۔ اس کے اوپر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جو اگلے انبیاء پر فرض کئے گئے تھے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اسی حالت میں آئیں گے کہ ان کے نور انبیاء کے نور کے مانند ہوں گے اور یہ اس بناء پر ہے کہ میں نے ان کے اوپر ہر نماز کے وقت وضو کے ذریعہ طہارت فرض کیا ہے، جیسے کہ اگلے انبیاء پر فرض کیا تھا۔ ان کو میں نے غسل جنابت کا حکم دیا ہے جیسے کہ اگلے انبیاء کو دیا تھا، اے داؤد میں نے محمد اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے میں نے ان کو چھ خصلتیں دی ہیں، جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں، ان سے خطا و نسیان پر مواخذہ نہیں کروں گا، اور ہر گناہ جو انہوں نے بلا ارادہ کیا ہے معافی طلب کرنے کے بعد میں انہیں معاف کروں گا، اور آخرت کے حصول کے لئے اپنی جو بھی پسندیدہ چیز وہ اللہ کے راستے میں پیش کریں گے میں اس سے کئی گنا اور اس سے افضل نعمت دینے میں ان کے لئے جلدی کروں گا اور ان کے لئے میرے پاس بطور ذخیرہ اس سے کئی گنا اور زیادہ افضل نعمتیں ہیں، جب وہ مصائب پر صبر کریں گے اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھیں گے تو میں ان کو رحمت و ہدایت سے نوازوں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول کروں گا۔

اے داؤد محمد کی امت سے جس شخص نے مجھ سے ملاقات اس حالت میں کی کہ وہ سچے دل سے میری وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے تو وہ میرے ساتھ میری جنت اور کرامت کی جگہ میں ہوگا اور جس شخص نے مجھ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کر رہا ہے ان

کے پیغام کو جھٹلا رہا ہے، میری کتاب کا مذاق اڑا رہا ہے میں اس کی قبر میں جب وہ زندہ کیا جائے گا اس پر عذاب نازل کروں گا، اور فرشتے اس کے چہرہ اور دبر پر ماریں گے، پھر جہنم کے نچلے طبقہ میں اسے ڈال دوں گا۔

حضرت دانیال ؑ کی قبر میں پائے گئے پتھر کی خبر

مطرف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں تستر کی فتح میں ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ تھا، مقام سوین میں ہمیں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ملی، وہاں کے لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو ان کو قبر سے نکال لیتے اور ان کے ذریعہ پانی کی دعا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک عبارت کندہ ملی، جس کے پڑھنے کے لئے نعیم نامی حیرہ کے ایک نصرانی شخص کو بلایا گیا، اس نے وہ عبارت پڑھی اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ o (ال عمران۔85)

جس نے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کیا وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔

یہ سنکر اس دن بیالیس علماء نصاریٰ ایمان لائے۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا واقعہ ہے۔

فصل

روایتوں میں امیہ بن صلت کے بارے میں مذکورہ ہے کہ اس نے آسمانی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی خبر پڑھی، چنانچہ وہ اس طمع میں کہ میں ہی نبی بنایا جاؤں گا، ٹاٹ کا لباس پہن کر خود عبادت کرنے لگا۔ لوگوں سے حضرت ابراہیم اور ان کی ملت حنفی کا تذکرہ خوب کرتا۔ شراب اور بت پرستی اس نے ترک کر دی اور دین کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ لیکن جب اللہ

نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، تو اس سے لوگوں نے کہا جس چیز کی تمہیں تلاش تھی اور جس کی بشارت دیتے تھے وہ یہی نبی ہیں تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کیونکہ نبی بننے کی اس کی جو دیرینہ خواہش تھی، وہ پوری نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے آپ کی نبوت سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ (الاعراف۔175)

آپ ان کے اوپر اس شخص کی خبر تلاوت کیجئے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں، وہ آیتوں سے نکل کھڑا ہوا تو شیطان نے اس کا پیچھا کیا اور وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا۔

یہی وہ امیہ بن ابی صلت ہے جو پہلے یہ کہا کرتا تھا۔

کل دین یوم القیامة عند اللہ الا دین الحنیفیة زور

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن دین حنیف کے علاوہ تمام ادیان باطل ہوں گے۔

ایک اور روایت ہے کہ امیہ بن ابی صلت کو دین کی تلاش تھی۔ اور خود نبی بننے کی طمع کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شام کا سفر کیا، تو راستہ میں ایک کنیسہ سے اس کا گزر ہوا۔ اس کے ساتھ قریش اور غیر قریش میں سے عرب کے چند آدمی اور تھے، امیہ نے کہا کہ ذرا میرا آپ لوگ انتظار کریں مجھے اس کنیسہ میں ایک ضرورت سے جانا ہے۔ چنانچہ وہ کنیسہ میں داخل ہوا، پھر لوگوں کے پاس آیا۔ وہ غمگین اور نڈھال تھا، اور بے تحاشہ گر پڑا۔ لوگ اس کے پاس ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ غم کی یہ کیفیت اس سے دور ہو گئی۔ پھر آگے بڑھے اور اپنی ضرورتوں کو پوری کیا، جب واپس ہوئے تو اس کنیسہ سے پھر ان کا گزر ہوا، اس نے پھر کہا کہ ذرا آپ لوگ میرا انتظار کریں میں اس کنیسہ میں جا رہا ہوں، چنانچہ اس کے اندر گیا اور کافی دیر سے لوٹا اس مرتبہ اس کی حالت پہلی مرتبہ سے زیادہ بری تھی۔

ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں تمہاری صحبت سے تنگ آ گیا ہوں، اس نے کہا مجھے چھوڑ

دو کیونکہ مجھے اپنی آخرت کی فکر ہے۔ یہاں ایک راہب نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد چھ زلزلے آئیں گے چنانچہ پانچ گزر چکے ہیں اور ایک باقی ہے میں اس امید پر نکلا تھا کہ میں نبی ہوں گا، لیکن مجھے خوف لاحق ہوا کہ میری امیدوں پر پانی نہ پھر جائے اس لئے مجھے وہ غم لاحق ہو گیا تھا جو تم لوگوں نے دیکھا، پھر لوٹتے ہوئے بھی میں نے اس سے ملاقات کی تو اس نے مجھے خبر دیا کہ وہ زلزلہ تو آ چکا اور عرب کے ایک نبی کی بعثت ہو چکی، چنانچہ میری امید خاک میں مل گئی اور بالکل مایوس اور نڈھال ہو گیا اس لئے تم مجھے رنجیدہ اور غمگین دیکھتے ہو۔

امام زہری نے بیان کیا ہے کہ امیہ ایک سفر میں شام کی طرف نکلا، لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، امیہ نے ایک شخص کی طرف قصد کیا اور ٹیلے پر چڑھ گیا، وہاں سے ایک کنیسہ نظر آیا پھر وہ وہاں سے کنیسہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اسے ایک بزرگ آدمی ملا، اس نے امیہ کو دیکھتے ہی کہا کہ تمہارا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ وہ شکل تمہارے پاس کس جانب سے نمودار ہوتی ہے امیہ نے کہا بائیں جانب سے۔ اس بزرگ آدمی نے کہا کہ وہ کون سا لباس زیادہ پسند کرتا ہے جس کو تم پہن کر اس سے ملاقات کرو، اس نے کہا کالا لباس۔ اس شخص نے کہا کہ امید تھی کہ تم عرب کے نبی ہو لیکن حقیقت میں نہیں ہو کیونکہ یہ جن ہے جو تمہارے پاس آتا ہے فرشتہ نہیں ہے کیونکہ عرب کے جو نبی ہوں گے ان کے پاس فرشتہ دائیں جانب سے نمودار ہو گا اور ملاقات کے وقت نبی کے لئے سفید لباس زیادہ پسند کرے گا۔

امام زہری کہتے ہیں کہ امیہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوبکر! خبر بالکل پوشیدہ ہے کیا آپ کچھ محسوس کرتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا نہیں خدا کی قسم۔

اس نے کہا میں نے اسکے متعلق یہ معلومات حاصل کی ہے کہ وہ اسی سال نمودار ہو گا۔

عمر بن شبہ، خالد بن یزید سے امیہ بن ابی الصلت کا یہی قصہ بیان کرتے ہیں جس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ امیہ جب راہب کے پاس سے نکلا تو بالکل بوجھل اور تھکا ماندہ لگتا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ تم اس طرح پریشان نظر آتے ہو اس نے کہا بالکل ٹھیک

ہوں مجھے ذرا بتاؤ کہ عتبہ بن ربیعہ کی عمر کتنی ہے ابوسفیان نے اس کی عمر بتا دی، اس نے پوچھا اچھا اس کے مال کے متعلق بتاؤ، ابوسفیان نے اس کے مال کا بھی تذکرہ کیا اس نے کہا کہ تم نے اس کو گرا دیا ابوسفیان نے کہا کہ نہیں میں نے اس کو بلند کر دیا، امیہ نے کہا کہ (جس نبی کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے) وہ نہ تو بوڑھا ہوگا اور نہ مال دار۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ راہب نے اسے ناامید کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ پیغمبر قریش سے ہوں گے۔

ابوسفیان بن حرب ؓ نے فرمایا کہ میں اور امیہ بن ابی صلت تجارت کے لئے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے، جب بھی دوران سفر ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے تو وہ اپنے سامان سے ایک صحیفہ نکال کر ہمیں سنانے لگتا۔ ہم اس طرح سفر کے منازل طے کرتے رہے یہاں تک کہ نصاریٰ کے ایک دیہات میں جا پہنچے۔ انہوں نے امیہ کو دیکھ کر پہچان لیا اور اس کے سامنے تحفہ پیش کیا اور پھر وہ ان کے ساتھ ان کی عبادت گاہ میں گیا، دوپہر کے وقت واپس آیا تو اس نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر پھینک دیئے اور دو نئے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر پہن لئے، پھر مجھ سے کہا اے ابوسفیان کیا تم نصاریٰ کے ایک ایسے عالم کی ملاقات میں کوئی دلچسپی رکھتے ہو جس پر دریافت علم ختم ہے، جو چاہو، اس سے پوچھو، اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب حاصل کرو۔ ابوسفیان نے کہا مجھے تو اس کی ملاقات کا کوئی شوق نہیں ہے، وہ اکیلا چل دیا اور رات گئے واپس آیا، اس نے کپڑے اتار پھینکے، پھر بستر پر دراز ہو گیا، مگر خدا کی قسم نہ اسے نیند آئی اور نہ ہی اٹھا، بلکہ صبح تک کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہوئی تو انتہائی نڈھال اور غمگین و پریشانی کی حالت میں اٹھا، نہ اس نے ہم سے کلام کیا، اور نہ ہی ہم نے اس سے۔ ہم نے دو رات سفر کیا مگر اسی رنج والم میں مبتلا تھا۔ پھر میں نے ہی اس سے کلام کرنا شروع کیا اور کہا کہ اس امر کے مانند موجب رنج والم کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی، جس کو لے کر تو اپنے نصرانی عالم کے پاس سے واپس لوٹا ہے، اس نے کہا میرا سارا رنج والم صرف اپنے انجام اور اخروی ٹھکانہ کی وجہ سے ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تیرا اور کوئی ٹھکانہ اور جائے بازگشت

ہے۔ اس نے کہا بخدا میں ضرور مروں گا اور مجھ سے اعمال و افعال کا حساب لیا جائے گا، میں نے اس سے کہا کیا تو میری پناہ و امان قبول کرتا ہے اس نے کہا کس بناء پر اور کس امر کی پناہ، میں نے کہا اس امر کی کہ تو مرنے کے بعد نہ تو اٹھایا جائے گا اور نہ تجھ سے حساب لیا جائے گا، وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا بخدا تم ضرور مرنے کے بعد زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے اور حساب کے لئے اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پھر وہ ایک گروہ (اہل طاعت کا) جنت میں ہوگا اور ایک گروہ (اہل معصیت کا) جہنم میں ہوگا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کس جماعت میں ہے، تجھے تیرے عالم نے کیا بتایا ہے، اس نے کہا یہ بات تو اسے نہ اپنے متعلق معلوم ہے اور نہ میرے متعلق معلوم ہے، ہم نے وہ رات اسی حالت میں گزاری، وہ ہماری جہالت پر تعجب کرتا تھا اور ہم بزعم خویش اس کی خلاف عقل بات پر ہنستے رہے۔ الغرض سفر کرتے کرتے غوطہ دمشق میں جا پہنچے۔ اپنا سامان بیچا اور دو ماہ وہیں قیام کیا، وہاں سے کوچ کیا تو پھر نصاریٰ کے ایک گاؤں میں اترے، جب انہوں نے امیہ کو دیکھا تو اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور ہدایا و تحائف پیش کئے وہ بھی ان کے ساتھ معبد میں چلا گیا۔ حتیٰ کہ دوپہر کو واپس ہوا، اپنے دونوں سیاہ کپڑے پہن کر پھر چلا گیا، اور کہیں رات گئے واپس آیا، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے، اور خود بھی دھڑام سے بستر پر گر پڑا۔ خدا کی قسم پھر وہ رات بھر نہیں سویا اور نہ اٹھا، صبح کو انتہائی پژمردگی اور غمگینی کی حالت میں اٹھا، نہ ہم سے اس نے کوئی کلام کیا اور نہ ہی ہم نے اس کو پوچھا۔ ہم نے چند راتیں سفر کیں پھر اس نے کلام کیا اور مجھ سے کہا اے صخر (ابوسفیان) مجھے عتبہ بن ربیعہ کے متعلق بتلایئے کہ کیا وہ حرام کاموں اور ظلم و زیادتیوں سے گریز کرتا ہے۔ میں نے کہا بخدا وہ ان امور سے مجتنب ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا وہ صلہ رحمی کرتا ہے اور اس کا حکم بھی دیتا ہے، میں نے کہا بالکل۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ نجیب الطرفین ہے اور اپنے قبیلہ میں افضل و اعلیٰ۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پھر پوچھا قریش میں اس سے کوئی شرف و فضیلت میں بڑا ہے، میں نے کہا واللہ ہرگز نہیں۔ اس نے کہا کیا وہ محتاج و فقیر ہے، میں نے کہا نہیں وہ تو بڑا مالدار آدمی ہے۔ اس نے دریافت کیا اس کی عمر کہاں تک پہنچی ہے، میں

نے کہا ستر کے قریب ہے۔ اس نے کہا تو پھر عمر اور مالداری نے اس کو نااہل کر دیا اور معیوب بنا دیا، میں نے کہا واللہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہی وہ چیزیں تو اس کے فضل وشرف کا موجب ہیں، اس نے کہا ہاں دنیاوی طور پر تو یوں ہی ہے۔

پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا تو نے جب مجھے دیکھا کہ میں نصرانی عالم کے پاس گیا تو میں نے اس سے اس پیغمبر کے متعلق دریافت کیا، جس کا شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ عرب سے ہوں گے اور اس گھر کے پڑوس سے ہوں گے جس کی عرب حج وزیارت کرتے ہیں۔

میں نے کہا ہمارے یہاں ہی وہ گھر ہے، جس کا حج کیا جاتا ہے، تو اس نے کہا وہ ہستی تمہاری برادری اور پڑوسی قوم قریش سے ہے نہ کہ تم سے، تو مجھے وہ غم واندوہ لاحق ہوا، جو کبھی نہیں ہوا تھا کیونکہ میرے ہاتھ سے دنیا وآخرت کی کامیابی نکل گئی کیونکہ یہ امید کر رہا تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر اس ہستی کے صفات کو بیان کرو، اس نے کہا کہ وہ بوقت اعلان نبوت، جوانی ڈھلتی عمر والے ہوں گے، ابتدائی حالت ان کی یہ ہوگی کہ بداعمالیوں اور ظلم وتعدی سے گریز کرنے والے ہوں گے، صلہ رحمی خود بھی کریں گے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیں گے، وہ ننھیال کی طرف سے بھی عظیم المرتبت ہوں گے اور آباء واجداد کی طرف سے بھی۔ اپنی قوم میں انتہائی عزت وعظمت کے مالک، ان کے لشکر میں عام طور پر ملائکہ ہوں گے، میں نے پوچھا ان کی علامت ظہور کیا ہے۔

اس نے بتلایا کہ سرزمین شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک اسی (۸۰) زلزلے آئے ہیں اور ہر ایک میں عظیم ابتلاء وآزمائش تھی اور ابھی ایک ایسا زلزلہ باقی ہے جو سارے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، اس کے بعد اس نبی کا ظہور ہوگا۔

میں نے کہا جو کچھ تو نے بیان کیا، یہ تو بالکل غلط اور باطل ہے، اگر اللہ کو نبی بھیجنا ہے تو لامحالہ

عمر رسیدہ اور شریف آدمی کو بھیجے گا، امیہ نے کہا، جس ذات اقدس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔

ہم وہاں سے چلے، حتیٰ کہ جب مکہ شریف اور ہماری قیام گاہ میں صرف دو دن کی مسافت تھی، ہمیں پیچھے سے ایک سوار آملا، اس نے یہ خبر دی کہ تمہارے آنے کے بعد شام کو ایک عظیم زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اہل شام کو تباہ کر دیا اور انہیں عظیم مصائب میں مبتلا کر دیا۔

امیہ بولا اے ابوسفیان کیا خیال ہے، میری بات درست ہے یا نہیں، میں نے کہا بخدا میرا گمان بھی یہی ہے کہ تیرے عالم نے تجھے صحیح اطلاع دی ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد چند روز قیام کیا اور میں پھر تجارت کے لئے حبشہ چلا گیا پانچ ماہ وہاں قیام کیا، واپس ہوا تو لوگ مجھ سے ملنے اور دعا وسلام کرنے آئے، اور سب سے آخر میں محمد ﷺ تشریف لائے اس وقت میری بیوی ہندہ اپنے بچوں کو کھیل کود میں مصروف رکھے ہوئے تھی۔

آپ نے سلام کیا، خوش آمدید کہا اور مجھ سے سفر اور واپسی کی تفصیلات دریافت کی، اور پھر تشریف لے گئے، میں نے دل میں سوچا، یہ جوان بھی عجیب ہے، قریش کے ہر فرد کا سامان تجارت میرے پاس تھا، ان سب نے ان کے متعلق اور قیمت فروخت کے متعلق دریافت کیا اور ان کا سامان بھی میرے پاس تھا اور یہ ان سے زیادہ مالدار بھی نہیں ہے، مگر انہوں نے اسکے متعلق بات ہی نہیں کی۔

ہندہ بولی تمہیں ان کی شان معلوم نہیں ہے، میں نے گھبرا کر پوچھا، اس کی شان کیا ہے۔

اس نے کہا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پھر مجھے نصاریٰ کی بات یاد آگئی اور میں غمگین ہو گیا۔ مکہ مکرمہ سے نکلا اور طائف پہونچا، امیہ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ نصاریٰ والی بات یاد ہے۔ بولا ہاں یاد ہے میں نے کہا پھر تو وہ پوری ہوگئی، اس نے پوچھا وہ کون ہیں، میں نے جواب دیا وہ محمد بن عبداللہ ہیں، یہ خبر سنتے ہی اس کو پسینہ چھوٹ گیا۔ میں نے کہا کہ اس ہستی کی شان وصفت تو وہی ہے جو تجھ کو معلوم ہو چکیں، تو پھر ان سے دور کیوں ہے۔

اس نے کہا کہ میں ثقیف کے علاوہ کسی قوم میں پیدا ہونے والے رسول کو ماننے کے لئے

تیار نہیں ہوں، امام ترمذی اور دوسرے لوگوں نے بحیرہ راہب کا قصہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ابو
طالب قریش کے چند لوگوں کے ساتھ شام کی طرف تجارت کے لئے نکلے، آپ کے ساتھ حضور
ﷺ بھی نکلے، جب وہ راہب کے قریب پہنچ گئے، تو اپنے کجاوں سے اترنے لگے، وہ راہب
اپنے عبادت خانہ سے ان کی طرف نکل کر آیا حالانکہ وہ اس سے پہلے ان کی آمد پر کبھی بھی اس
طرح نہیں نکلتا تھا اور نہ متوجہ ہوتا تھا، وہ اپنے کجاوں سے اتر رہے تھے اور وہ ان کے درمیان آ کر
لوگوں کو غور سے دیکھ رہا تھا جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ سید
العالمین ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ
سن کر قریش کے چند بڑے لوگوں نے اس سے کہا، تجھے کیسے معلوم۔ اس نے کہا جب تم گھاٹی سے
نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ہر درخت اور ہر پتھر ان کو سجدہ کر رہا ہے اور وہ اللہ کے علاوہ صرف
نبی کی ذات کے لئے ہی سجدہ ریز ہوتے ہیں اور میں ان کو خاتم نبوت کی بناء پر پہچانتا ہوں، جو
کندھے والی پتلی ہڈی کے نیچے سیب کے مانند ابھرا ہوا گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لئے کھانا تیار کیا اور اس کو اٹھا کر ان کی قیام گاہ میں لایا، آپ
ﷺ اس وقت اونٹوں کو چرانے گئے تھے، بحیرہ نے کہا، ان کو بلاؤ۔ جب آپ تشریف لا رہے
تھے تو بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار درخت
کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی۔ جب آپ تشریف لائے تو سایہ آپ
کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف مائل ہو گیا ہے، وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو
قسمیں اور واسطہ دے رہا تھا کہ ان کو رومیوں کی طرف مت لے جاؤ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں
گے تو ان کے کتب سابقہ میں مندرج صفات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور ان کو شہید
کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت جاری رکھے ہوئے تھے کہ سامنے سے اہل شام کے سات
آدمی دکھائی دیئے۔ راہب نے ان کا استقبال کیا اور کہنے لگا، کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے کہا ہمیں
معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں اس ماہ میں اس علاقہ میں آئیں گے۔ لہٰذا شام کے ہر راہ پر آدمی

مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں ان کے متعلق پتہ چلا تو ہمیں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس
نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل وفہم میں بہتر ہو، انہوں نے کہا نہیں، تو
راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل کا عزم مصمم
کرے، اس کو کوئی ٹال سکتا ہے، انہوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے
پاس ٹھہر گئے۔ وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں، ان
کا ولی وسرپرست کون ہے، لوگوں نے کہا ابو طالب۔ پھر اس نے ان لوگوں کو قسمیں دے دے کر
آپ کو وہیں سے واپس کر دیا۔

اس قصہ کو داؤد بن حصین نے تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابو طالب پہلی دفعہ
شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے، نبی کریم ﷺ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس وقت
آپ کی عمر بارہ سال تھی، جب ان سواروں کا قافلہ بصرہ پہنچا تو وہاں ایک صومعہ کے پاس پڑاؤ
ڈالا۔ اس میں ایک راہب رہتا تھا، جس کا نام بحیرہ تھا۔ علماء نصاریٰ بھی اس صومعہ کے یکے بعد
دیگرے وارث اس کتاب کے ذریعہ بنائے جاتے تھے جس کا وہ درس دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ
وہاں سے بکثرت گذرتے تھے مگر اس نے کبھی ان کی طرف التفات نہیں کیا تھا اور اس دفعہ صومعہ
کے قریب ہی قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے، اس نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا
اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ بادل تمام لوگوں کو چھوڑ کر
آنحضرت ﷺ پر سایہ فگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے تو وہ بادل درخت کے
اوپر کھڑا رہا، اور اس کو اپنے سایہ میں لے لیا پھر درخت کی شاخیں آپ پر جھک گئیں اور درخت
کے نیچے پوری طرح سایہ ہو گیا۔

جب بحیرہ نے یہ عجیب منظر دیکھا تو صومعہ سے نیچے اترا اور دستر خوان بچھوا کر قوم کو دعوت
طعام دی، اور کہنے لگا اے قوم قریش میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ
تم سب اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا آزاد یا غلام پیچھے نہ رہ جائے اور مجھے امید ہے کہ تم

میری دعوت قبول کر کے اعزاز و اکرام سے مجھے نوازو گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیرہ آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم مدتوں یہاں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے تو نے کبھی آج تک پوچھا بھی نہیں تھا۔ بحیرہ نے کہا، میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حق دار سمجھتے ہوئے یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں، سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ اپنی نوخیزی اور نوعمری کی وجہ سے وہیں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت نہ دیکھی، جس نے اسے دعوت پر مجبور کیا تھا یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخص پر بادل کا سایہ فگن ہونا، تو اس نے پھر غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا مگر بادل ان میں سے کسی پر سایہ فگن نظر نہ آیا۔ بلکہ اس نے دیکھا کہ وہ پیچھے کھڑا رسول اللہ ﷺ پر سایہ فگن ہے۔ بحیرہ نے کہا اے معشر قریش، تم میں سے کسی کو بھی میری دعوت سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہئے۔ انہوں نے کہا اور کوئی شخص پیچھے تو نہیں رہ گیا ہے البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے، جو ساز و سامان کی دیکھ بھال کر رہا ہے، وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ میری دعوت میں شرکت کرے۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ تم سارے لوگ شرکت کرو اور ایک شخص الگ تھلگ رہے حالانکہ وہ بھی تمہیں لوگوں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں نسب کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابو طالب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ حارث بن عبدالمطلب بولے ہمارے لئے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا فرزند پیچھے رہے، وہ اٹھ کر گئے اور آپ کو اٹھا کر لے آئے، اور دسترخوان پر بٹھا دیا، وہ بادل آپ کے اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا، بحیرہ آنحضرت ﷺ کو بڑے غور و انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات جو آپ کی اپنے یہاں کتب آسمانی میں لکھا ہوا پاتا تھا، اس کو تلاش کرتا رہا، جب سارے لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو راہب اٹھ کر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے بچے میں تمہیں قریش کے معبودات لات و عزیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، لہٰذا جو کچھ پوچھوں صاف

صاف بتلانا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لات و عزیٰ کا واسطہ اور قسم نہ دو، میں ان سے زیادہ کسی شئے کو مبغوض و ناپسند نہیں سمجھتا۔

راہب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم، میں جو کچھ پوچھوں ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ پھر جو اس نے پوچھا آپ ﷺ نے بتایا، اور وہ سب کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق تھا۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں کے درمیان غور سے دیکھا، پھر دونوں کندھوں کے درمیان علامت نبوت کو دیکھا اور اسے اسی حالت اور جگہ پر موجود پایا، جس طرح ان کی کتابوں میں مرقوم تھا، پھر خاتم نبوت کو بوسہ دیا۔

قریش نے کہا محمد ﷺ کا راہب کے نزدیک بڑا قدر و مرتبہ ہے۔ اور ادھر ابو طالب راہب کا طرز عمل دیکھ کر آنحضرت ﷺ کے متعلق اندیشوں میں گھر گئے۔ راہب نے پوچھا یہ بچہ تمہارے رشتہ میں کیا لگتا ہے۔ ابو طالب نے کہا۔ بیٹا، اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں، اور نہ ہی اس کی یہ شان ہے کہ اس کے باپ زندہ ہوں، اس وقت انہوں نے کہا، یہ میرے بھتیجے ہیں، راہب نے پوچھا، ان کے باپ کو کیا ہوا۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا، اس نے پوچھا اور ان کی والدہ، انہوں نے جواب دیا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا اس دنیا سے چل بسیں۔ راہب نے کہا تم نے سچ کہا ہے، اپنے اس بھتیجے کو لے کر واپس اپنے شہر چلے جاؤ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا، اگر یہود کو ان کے متعلق وہ چیزیں معلوم ہو گئیں، جو کچھ میں نے جانا ہے تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے یقین جانو تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہونے والی ہے، ہمیں یہ باتیں اپنی کتابوں سے معلوم ہوئی ہیں، اور جان لو میں نے اپنا حق نصیحت ادا کر دیا۔

جب یہ لوگ تجارت کے کاروبار سے فارغ ہوئے تو ابو طالب آپ کو لے کر فوراً وطن واپس ہوئے۔ چند یہودیوں نے آپ کو دیکھا اور ان صفات و علامات کو دیکھ کر پہچان لیا اور اچانک وار کر کے آپ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ بحیرہ کے پاس جا کر آپ کے متعلق بات چیت کی تو اس نے ان

کو اس ناپاک ارادہ سے سخت منع کیا اور ان سے پوچھنے لگا کہ کیا واقعی ان کے اندر وہی کتب منزلہ
میں مذکورہ صفتیں پاتے ہو، انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر وہ
اس برے ارادہ سے باز آ گئے اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ ابو طالب آپ کو صحیح سالم واپس
لے آئے اور اس کے بعد پھر کبھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے کہ کہیں آپ کو تکلیف
نہ پہنچ جائے۔

قیصر روم ہرقل کی خبر

حاکم اور بیہقی کی روایت ہے کہ ہشام بن عاص بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور ایک دوسرے
قریشی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہرقل قیصر روم کی طرف بھیجا تا کہ اسے اسلام کی دعوت دیں، ہم
مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جبلہ بن ایہم کے پاس پہنچے اس کو دیکھا کہ اپنے تخت و تاج پر
بیٹھا ہوا ہے اس نے ہمارے پاس ایک قاصد بھیجا تا کہ ہم اس سے بات کریں۔ ہم نے کہا خدا کی
قسم ہم قاصد سے ہرگز بات نہیں کریں گے۔ ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اگر اس نے بات
کرنے کی اجازت دی تو بات کریں گے، ورنہ قاصد سے ہم بات نہیں کریں گے۔ قاصد جبلہ کے
پاس گیا اور اس کو ان لوگوں کی باتیں بتائیں، پھر ہمیں اس نے بات کرنے کی اجازت دی، چنانچہ
ہشام بن عاص نے اس سے بات کرنا شروع کیا اور اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے سیاہ
کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت عاصم نے اس سے پوچھا کہ یہ سیاہ کپڑا تم نے کیوں پہن رکھا
ہے۔ اس نے کہا ہم نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام
سے باہر نہیں نکال دوں گا یہ لباس نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا اپنے اہل مجلس کو ذرا سنبھال اور
ہمارے ساتھ تعرض سے انہیں روک رکھ۔ خدا کی قسم ہم شام کا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم
سے چھین کر رہیں گے کیونکہ اس کی خبر ہم کو نبی کریم ﷺ نے دی ہے۔ اس نے کہا نہیں تم شام کے
فاتحین نہیں ہو، شام کے فاتحین وہ لوگ ہیں جو دن کو روزہ رکھیں گے اور رات میں افطار کریں گے،

پھر اس نے دریافت کیا کہ تمہارا روزہ کیسا ہے، ہم نے کیفیت صیام اس کو بتائی اسے سن کر اس کا
چہرہ سیاہ ہو گیا، جبلہ بن ایہم نے ہم سے کہا، اٹھو اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف ایک قاصد کے
ساتھ جانے کا حکم دیا، ہم وہاں سے نکلے جب شہر سے قریب پہنچے تو اس قاصد نے ہم سے کہا کہ تم
ان سواریوں کو لے کر بادشاہ کے شہر میں نہ جاؤ، اگر پسند کرو تو تمہارے لئے ترکی گھوڑے اور خچر مہیا
کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ جس پر سوار ہیں اسی پر بیٹھ کر بادشاہ
کے پاس جائیں گے، اس نے بادشاہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ یہ لوگ قبول کرنے سے انکار کرتے
ہیں۔ ہم اونٹنیوں پر سوار تلواریں لٹکائے ہوئے بالا خانے تک پہنچ گئے اور اپنی سواریوں کو بٹھایا۔ وہ
ہماری طرف دیکھ رہا تھا، ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں لگا کہ اس کا بالا
خانہ یوں لرز رہا ہے جیسے کہ کھجور کا خوشہ ہوا کے تھپیڑوں سے۔ بادشاہ نے ہماری جانب آدمی بھیج کر
کہلوایا کہ تمہیں یہ مناسب نہیں کہ اپنا دین میرے یہاں اس طرح ظاہر کرو، پھر ہمیں اندر داخل
ہونے کا حکم دیا جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بستر پر بیٹھا ہوا ہے اور روم کے پادری
اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کی مجلس کے اردگرد جتنی چیزیں ہیں سبھی سرخ ہیں اور وہ خود
سرخ لباس پہنے ہوئے ہے۔ جب ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم مجھ سے اگر اس
طریقہ کے مطابق سلام کرتے جو تم میں رائج تھی تو کون سی چیز تمہیں مانع ہوتی، وہ فصیح عربی بولنے
پر قادر تھا، ہم نے کہا کہ ہمارا تحیہ وسلام تیرے لئے درست نہیں ہے اور تحیہ وسلام کا جو طریقہ
تمہارے یہاں ہے، وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے اس نے کہا تمہارا باہم تحیہ وسلام کیا ہے،
ہم نے کہا السلام علیکم اس نے کہا کہ تم اپنے بادشاہ کو سلام کیسے کرتے ہو، میں نے کہا وہی ہدیہ سلام
ان کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ تمہارے سلام کا جواب کیا دیتے ہیں، میں نے کہا یہی
چیز وہ بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا تمہارے نزدیک سب سے عظمت والا کلام کون سا ہے۔ ہم نے
کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے یہ کلمہ کہا تو اللہ ہی حقیقت بہتر جانتا ہے بالا خانہ کی چھت
لرزنے لگی اور وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا، اس نے کہا کہ یہ کلمہ جب تم نے کہا تو ایسا لگا کہ

بالاخانہ لرز گیا ہے کیا جب بھی یہ کلمہ تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو تمہارا گھر لرز جاتا ہے۔ ہم نے کہا نہیں، ایسا تو ہم تمہارے پاس ہی دیکھتے ہیں، اس نے کہا میں نے سمجھا تھا کہ جب بھی تم یہ کلمہ کہتے ہو گے تو تمہارے اوپر ہر چیز لرز جاتی ہوگی۔ اب میری آدھی بادشاہت نکل گئی، ہم نے کہا کیوں اس نے کہا کہ اس کلمہ کی شان تو اس سے زیادہ بڑی ہے کہ ایسا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبوت کا معاملہ نہ ہو بلکہ لوگوں کا حیلہ ہو، پھر اس نے ہم سے کچھ چیزیں دریافت کیں۔ ہم نے اس کا جواب دیا، اس نے پوچھا تمہاری نماز اور روزہ کی کیا کیفیت ہوتی ہے، ہم نے اس کو نماز روزہ کی حالت بتلائی۔ پھر اس نے کہا کھڑے ہو جاؤ، ہم کھڑے ہو گئے، اس نے ہمارے لئے خوب خاطر مدارات کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کرنیکا حکم دیا تین دن ہم وہاں ٹھہرے رہے ایک رات اس نے ہمیں بلوایا اور ہم سے دوبارہ اپنی باتیں کہنے کیلئے کہا۔ ہم نے اپنی گفتگو دہرادی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اسکے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہرہ صندوق تھا جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے گھر تھے اور ان گھروں میں دروازے تھے۔ اس نے ایک گھر کا دروازہ کھولا اور اس سے ایک سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا اور پھیلا دیا، اس میں ایک سرخ رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی اور اس میں ایک ایسے شخص کی تصویر تھی، جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور چوتڑ خوب بڑے تھے، اس کے مثل لمبے گردن کا آدمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا، اس کی داڑھی نہیں تھیں، البتہ اسکے ایسے دو خوبصورت ناخن تھے جو کسی کو نہیں دیئے گئے، اس نے کہا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے۔

پھر دوسرا دروازہ کھولا اور ایک سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا، جس کے اندر ایک سفید تصویر تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص کی تصویر ہے جس کے بال بڑے گھنگھریالے، آنکھیں سرخ دھاری دار تھیں نیز جسم خوب موٹا تھا اور داڑھی بڑی خوبصورت تھی، اس نے دریافت کیا کیا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا جس سے سیاہ رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا اس پر سفید رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ

وہ ایک ایسے آدمی کی تصویر ہے جو خالص سفید رنگ، خوبصورت آنکھوں والا، کشادہ پیشانی، بھرا ہوا چہرہ اور سفید داڑھی والا آدمی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ مسکرا رہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر اس نے ایک دروازہ کھولا اور ریشم کا ایک ٹکڑا نکالا اس پر ایک سفید تصویر بنی ہوئی تھی اس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ ہم نے کہا ہاں، یہ محمد ﷺ ہیں، اس نے کہا بخدا یہ محمد ﷺ ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا، وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم کیا یہی تمہارے نبی ہیں، ہم نے کہا ہاں یہی ہمارے نبی ہیں، گویا کہ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں، پھر تھوڑی دیر رک کر وہ اسی تصویر کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا اور حضرت نوح والی تصویر اور اس تصویر کے درمیان بہت سی تصویریں تھیں لیکن میں نے اس بناء پر اس کے دکھانے میں جلدی کی تا کہ تمہاری رائے معلوم کروں، پھر اس نے ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے کالے رنگ کا ایک ریشمی ٹکڑا نکالا، اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی، جس کا رنگ گندم گوں تھا، اور اس کی عالی ظرفی ظاہر تھی، اس کے بال گھنگھریالے تھے، آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، نگاہیں تیز تھیں، دانت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔ دونوں ہونٹ ذرا سکڑے ہوئے تھے اور تیور چڑھے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ غصہ میں ہیں۔

اس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کس کی تصویر ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ موسیٰ بن عمران ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک دوسری تصویر تھی جو ان کے مشابہ تھی، البتہ آدمی کے سر میں تیل ملا ہوا تھا پیشانی کشادہ تھی اور اس کے دونوں آنکھوں کی نظر ایک دوسرے کی طرف مائل تھی، اس نے پوچھا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا، اور ایک سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا وہ ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جو سیدھے بالوں والے اور درمیانہ قد کے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ غصہ میں ہیں اس نے کہا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور

ریشم کا ایک سفید ٹکڑا نکالا اس میں ایک ایسے شخص کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک تھی۔ تھوڑی داڑھی والا تھا اور چہرہ خوبصورت تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم اس تصویر کو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا، اور اس سے ایک سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا، جس میں حضرت اسحٰق کے مثل ایک تصویر تھی، البتہ ان کا نچلا ہونٹ الگ تھا اس نے پوچھا اس شخص کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس سے سیاہ رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس کے اندر ایک ایسے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کا چہرہ بڑا خوبصورت اور سفید تھا، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک تھی، قد وقامت مناسب تھا۔ اس کا چہرہ نورانی تھا اور خشوع وخضوع کی علامت پائی جاتی تھی، جو سرخی مائل تھی، اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، پھر دوسرا دروازہ کھولا اور ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا جس میں آدم علیہ السلام کے مثل ایک آدمی کی شکل تھی اور اس کا چہرہ سورج کے مانند تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جو سرخ رنگ کا تھا اور اس کی پنڈلیاں سخت تھیں، آنکھیں تنگ تھی، پیٹ بھاری تھا، قد متوسط تھا اور تلوار لٹکائے ہوئے تھے، اس نے پوچھا کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے لاعلمی ظاہر کی اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور اس سے ایک سفید رنگ کا ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جس کے چوتڑ خوب بڑے تھے ٹانگیں لمبی تھیں اور گھوڑے پر سوار تھا اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے لاعلمی ظاہر کی اس نے کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں پھر دوسرا دروازہ کھولا اس سے ایک کالا ریشم کا ٹکڑا نکالا جس میں ایک سفید تصویر تھی غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک نوجوان شخص ہے جس کی داڑھی انتہائی سیاہ اور بال ملائم ہیں چہرہ اور آنکھیں خوبصورت ہیں اس نے پوچھا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو؟

ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ہم نے اس سے پوچھا کہ یہ تصویریں تمہیں کہاں سے ملیں، ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ تصویریں بالکل انبیاء کی صورتوں کے مطابق ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تصویر بھی ہمیں بعینہ آپ کی شکل وصورت کے مثل نظر آتی ہے۔

اس نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے التجا کی تھی کہ انہیں اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے ہر نبی کی صورت دکھا دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی تصویریں حضرت آدم کے حوالے کر دیا۔ ذوالقرنین نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے خزانہ میں غروب شمس کے مقام پر پایا۔ پھر دانیال علیہ السلام تک یہ تصویریں پہنچ گئیں۔

پھر کہنے لگا خدا کی قسم، میرا دل اپنے ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو گیا ہے اور اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ میں تم میں سے ایک زور آور اور مضبوط شخص کا غلام بنوں۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں میرا انتقال بھی ہو، پھر اس نے ہمیں بہت ہی اچھا انعام وعطیہ دیا اور رخصت کر دیا۔ جب ہم حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس واپس ہوئے اور ہرقل کے متعلق تمام باتوں کو بتایا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی وبہتری کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور اسلام لے آتا۔

یہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے متعلق وہ بیانات تھے جو مسلمانوں نے علماء اہل کتاب اور ان کے عوام کی زبانی سنی تھیں، اس سے پہلے اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور آپ کی نبوت کی پیشین گوئیاں بیان کی گئیں تھیں جس سے ان کے خلاف حجت قائم ہو گئی تھی۔ پھر ان کے علماء کے اعتراف واقرار کے بیان سے آپ کی نبوت کی مزید توثیق ہو گئی، وہ یا تو ان کے معزز ومکرم لوگوں میں سے تھے، یا وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت، مال ودولت سے مستغنی ہو کر ایمان کو اختیار کر چکے تھے اور باطل کو ٹھکرا چکے تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے علماء آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے، البتہ جاہلوں کو اس کا علم نہیں تھا۔

اگلی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت کی چار دلیلیں جن کا یہود و نصاریٰ نے غرور و تکبر کی بناء پر انکار کیا ہے!

یہ دعویٰ کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بشارت اگلی کتابوں میں موجود ہے، چار طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) پہلی دلیل یہ کہ صراحتاً خود ان کی کتابوں میں آپ کی نبوت کی بشارت موجود ہے جس کے چند اقتباسات پیش کیے جا چکے ہیں۔

(۲) دوسری دلیل یہ کہ نبی کریم ﷺ نہایت ہی یقین کے ساتھ دعویٰ کرتے تھے کہ تم اپنی کتابوں میں میرے متعلق پوری تفصیل لکھی ہوئی پاتے ہو اور میں وہی نبی ہوں جس کی بشارت تمہاری کتابوں میں دی گئی ہے اور تم مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو، اگر بالفرض آپ کی نبوت کی بشارتیں ان کتابوں میں مذکور نہ ہوتیں تو علماء یہود برملا آپ کی تردید کرتے اور یہ کہہ کر آپ کے متبعین کو نفرت دلاتے کہ یہ ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں جس کا کوئی وجود ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی تکذیب کرنے میں زمین و آسمان سر پر اٹھا لیتے، جس سے آپ کا دعویٰ خود آپ کے خلاف موجب تکذیب و تکفیر بنتا۔ چہ جائیکہ اس سے آپ کے نبوت کی تائید ہوتی۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ کا اس دعوے پر خاموش رہنا اور تردید نہ کرنا ہی آپ کی صداقت پر دلیل ہے۔

(۳) تیسری دلیل یہ کہ یہود و نصاریٰ خود اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ ان کی کتابوں میں ایک ایسے عظیم الشان نبی کی بشارت دی گئی ہے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوگا اور جن کی یہ صفات ہوں گی لیکن جب آپ تشریف لائے تو مسلمانوں نے آپ کی تصدیق کی اور نور ایمان سے منور ہو گئے اور علماء یہود کی ایک جماعت نے آپ کو پہچاننے کے باوجود بھی بغض و حسد کی بناء پر نبی ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ابھی تک ان کا ظہور نہیں ہوا لیکن پھر بھی ان کے علماء حق

کی ایک بڑی جماعت مشرف باسلام ہوئی۔

اور نصاریٰ توراۃ اور اس کے بعد کی کتابوں میں مذکور پیشین گوئیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق کرنے کی کوشش کرنے لگے، اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض پیشین گوئیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں تھیں لیکن بعض پیشین گوئیاں ایسی ہیں جو حضرت مسیح پر کبھی منطبق نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کو، ان کے حواریوں پر منطبق کرنے کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی اور جب کسی پیشین گوئی کے منطبق کرنے سے عاجز رہے تو تحریف کرنے لگے یا اس سے خاموش رہے اور کہنے لگے کہ ہمیں معلوم نہیں اس سے مراد کون ہے۔

(۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ آپ کے متعلق ہماری کتابوں میں پیشین گوئیاں واضح طور پر موجود ہیں، جیسے کہ کعب احبار، عبداللہ بن سلام وغیرہ۔

چنانچہ اہل کتاب میں ایمان لانے والے بھی ایک زمانہ ایک شہر کے نہیں تھے بلکہ الگ الگ زمانہ اور شہر کے رہنے والے تھے لیکن پھر بھی لفظی اتفاق کے ساتھ انہوں نے آپ کی صفات کا تذکرہ کیا ہے پھر مسلمانوں کو یہ باتیں انہیں کی زبانی معلوم ہوئیں چنانچہ انہوں نے اس پر آمنا و صدقنا کہا۔ لہٰذا صرف تنہا یہی دلیل قطعی طور پر ثابت کرتی ہے کہ آپ کے متعلق پیشین گوئی اگلی کتابوں میں موجود ہے۔ خواہ تمام اہل کتاب اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں، حالانکہ اہل کتاب بھی بشارت کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن اس کے مراد کی تعیین میں تاویل و تحریف سے کام لیتے ہیں۔

توریت میں تحریف اور انبیاء پر یہودیوں کی بہتان طرازی کا بیان

توراۃ کے ۱۳حرفوں کے بدلنے پر ۷۰ کاہنوں کا اجتماع

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ توراۃ و انجیل میں تحریف بالکل نہیں ہوئی ہے لیکن وہ بھی اس بات

کے قائل ہیں کہ توراۃ کے تیرہ حرفوں کو بدلنے کے لئے ۷۰ کاہن جمع ہوئے تھے۔

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ تورات اور انجیل میں یہودیوں نے بہت سے الفاظ مختلف اغراض کے تحت ردوبدل کئے ہیں اور تمام جگہوں کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ کے متعلق پیشین گوئیوں کو بڑے پیمانے پر بدلنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ آپ کے متعلق بشارتیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ تمام کو بدل یا چھپا نہ سکے، پھر جن مقامات میں تبدیلی کرنے یا چھپانے سے وہ عاجز رہے انہیں کے ذریعہ ان کے مزید کتمان علم اور تحریف وتبدیل کا اندازہ ہوا جس سے انہیں رسوائی اٹھانی پڑی۔

مبغوض انبیاء کے قاتل اور ان پر بہتان طراز یہودیوں کی جانب اگر اس بات کو منسوب کیا جارہا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صفات وعلامات کو چھپانے اور ردوبدل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھا ہے۔ تو یہ ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس کے خوگر ہو چکے ہیں، انہوں نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی یہی طریقہ اپنایا تھا کہ آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں اگلے انبیاء کی جو بشارتیں تھیں اس کو چھپا لیا تھا اور متفقہ طور پر ان کی تکذیب کے درپے ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ خود آپ کی ذات اور حضرت مریم پر بڑی بڑی بہتان طرازی کی تھی۔ لہٰذا جب ان کی یہ حالت ہے تو نبی کریم ﷺ کی صفات کے چھپانے میں انہیں کون سی جھجک ہو سکتی ہے بلکہ آپ کی صفات کے چھپانے کی تو انہوں نے بدرجہ اولیٰ کوشش کی ہوگی کیونکہ آپ کی ذات سے انہیں زبردست تکلیفیں پہنچی تھیں۔ انہیں قتل کیا گیا، قیدی بنایا گیا، ان کے اموال مال غنیمت بنائے گئے، انہیں جلا وطن کیا گیا، ظاہر بات ہے کہ انہوں نے آپ کی صفات کے چھپانے کی خود ہی کوشش نہیں کی ہوگی بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس کی وصیت کر دی ہوگی۔

ان کی یہی وہ خصلت ہے جس پر اللہ نے بارہا ان کو لعن طعن کیا ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تورات بنی اسرائیل کے پورے عہد سلطنت میں تنہا سب سے بڑے کاہن الہارونی کے پاس تھی اور یہودی اس کا بھی اقرار کرتے تھے کہ تورات کے تیرہ

حرفوں کو بدلنے کے لئے ستر کاہن جمع ہوئے تھے یہ واقعہ حضرت مسیح کے بعد عہد قیاصرہ میں ہوا تھا۔ جنہوں نے زبردست طریقہ سے یہودیوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا۔ ان کی پوری مملکت چھین لی تھی حتیٰ کہ ان کے بادشاہوں کا نام ونشان مٹ گیا۔ ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا جو ایسے نازک وقت میں ان کی مدد کرتا اور جس سے وہ خوف کھاتے۔ لہٰذا جو لوگ ایک جگہ اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر سکتے ہیں وہ دوسرے مقامات پر بھی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

یہود اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ سامرہ نے تورات کے متعدد مقامات میں تبدیلی کی ہے اور سامرہ بھی اسی چیز کا دعویٰ یہودیوں کے خلاف کرتے ہیں۔

اور انجیل کی حقیقت یہ ہے کہ وہ چار آدمیوں کی تصنیف کردہ چار مختلف کتابیں ہیں۔ وہ چار اشخاص یہ ہیں: یوحنا، متی، مرقس، لوقا۔

لہٰذا اس میں تحریف وتبدیل ناگزیر ہے۔ البتہ جو بشارتیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہاں بیان کی گئی ہیں وہ ان کی تغیر وتحریف سے محفوظ ہیں اور اللہ نے انہیں یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے اندر تحریف وتبدل کر سکیں۔ اگرچہ ان پیشین گوئیوں کو انہوں نے عوام الناس اور متبعین سے ایک حد تک چھپائے رکھا۔

تورات کا جو نسخہ یہودیوں کے یہاں پایا جاتا ہے وہ تحریف وتبدیل کا شکار ہے اور اس میں اس قدر غلط اور بے سروپا باتیں ہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل کردہ تورات کی باتیں کبھی نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی کسی بھی نبی کی طرف ایسی باتوں کو کوئی عاقل منسوب کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر تورات میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ شہر سے نکلے اور ایک پہاڑ کے کھوہ میں سکونت پذیر ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کی دو بیٹیاں بھی تھیں، چھوٹی لڑکی نے بڑی لڑکی سے کہا، ہمارے باپ بوڑھے ہو چکے ہیں لہٰذا ہمیں ان کے پاس سلادو تا کہ ان سے ہماری کوئی نسل پیدا ہو، چنانچہ آپ کے ساتھ پہلے بڑی لڑکی سوئی، پھر چھوٹی لڑکی۔ دوسری رات بھی انہوں نے ایسا ہی کیا پھر دونوں حاملہ ہو گئیں ان میں سے ایک کے بچے کا نام مواب تھا اور دوسرے کے بچہ کا نام عمون تھا۔

کیا حضرت لوطؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے ان سے آخری عمر میں ایسے گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرایا تھا، پھر اس کا تذکرہ تمام لوگوں سے کر رہا ہے۔

دوسری جگہ ہے کہ اللہ رب العالمین حضرت موسیٰ کے لئے طور پر روشن ہوا، اور ان سے ایک لمبی گفتگو کرنے کے بعد فرمانے لگا کہ تم اپنے ہاتھ کو اپنی گود میں داخل کرو، جب اسے نکالو گے تو وہ بالکل سفید برص کی بیماری کا شکار ہوگا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے روشن نہیں ہوا تھا، بلکہ اس نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو یہ معجزہ دکھلاؤ کہ اپنے ہاتھ کو پہلے اپنے گریبان میں ڈالو پھر جب اسے نکالو گے تو وہ بغیر برص کی بیماری کے بالکل سفید چمکتا ہوا دکھائی دے گا۔

ایک جگہ ہے کہ ہارون نے سونے کا بچھڑا ڈھال کر بنایا، چونکہ سامری کا نام ہارون تھا اس لئے ان کا کہنا صحیح ہے، لیکن انہوں نے ہارون کہہ کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون کو سمجھ لیں۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اپنے پہلے بیٹے حضرت اسحٰق کو ذبح کر دو۔

یہ ان کی غایت درجہ کی بہتان طرازی اور کتاب اللہ میں زیادتی ہے۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے لڑکے تھے نہ کہ حضرت اسحٰق بلکہ حضرت اسحٰق بڑھاپے کی حالت میں قربانی کے واقعے کے بعد پیدا ہوئے۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ نے دیکھا کہ زمین میں انسان بڑا فساد مچائے ہوئے ہے وہ ان کو پیدا کر کے پچھتانے لگا اور کہنے لگا کہ میں زمین پر پائے جانے والے انسانوں اور کیڑوں مکوڑوں نیز فضاء میں اڑنے والی چڑیوں کو ہلاک کر دوں گا کیونکہ ان کو پیدا کر کے میں بہت شرمندہ ہوں۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ رب العزت کی حضرت یعقوبؑ سے کشتی ہوئی تو حضرت یعقوبؑ نے اسے زمین پر پٹخ دیا۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت یعقوب کے بیٹے یہودا نے اپنے بڑے لڑکے کی شادی ایک عورت سے کی جس کا نام تامار تھا۔ وہ لڑکا عورت کے دبر میں وطی کرتا تھا۔ اللہ کو یہ بات ناپسند لگی جس کی وجہ سے اس نے ناراض ہو کر اس کو موت دے دی۔ پھر یہودا نے اپنے دوسرے لڑکے سے اس کی شادی کر دی، وہ لڑکا اس عورت سے جب جماع کرتا تو منی زمین پر گراتا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس عورت سے جو پہلا بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے بھائی کی طرف منسوب ہوگا۔ اللہ کو اس کا یہ فعل سخت ناگوار گزرا، چنانچہ اس نے اس کو بھی مار ڈالا۔ پھر یہودا نے اس عورت کو حکم دیا کہ تم اپنے باپ کے یہاں اس وقت تک پڑی رہو جب تک کہ میرا لڑکا سن شعور تک پہنچ جائے اور بالغ ہو جائے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہودا کی بیوی کا انتقال ہو گیا یہودا ایک دن اپنے گھر میں ایک بکری کاٹنے کے لئے گیا جب تامار کو یہ خبر پہنچی تو وہ زانیہ عورت کا لباس پہن کر اس کے راستہ میں بیٹھ گئی۔ جب یہودا اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اس کو زانیہ عورت سمجھا۔ پھر اس کو زنا پر آمادہ کیا، اس عورت نے اس سے اجرت کا مطالبہ کیا۔ یہودا نے بکری کا ایک پہلا بچہ اسے دینے کا وعدہ کیا اور اس کے پاس اپنی لاٹھی اور انگوٹھی پھینک دیا۔ پھر ہمبستری کی جس سے اس عورت کو حمل ہوا، پھر اسی ولد الزنا لڑکے کی نسل سے حضرت داؤد علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

اس طرح انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ولد الزنا کہا ہے۔ پھر داؤد اور تمام انبیاء کرام کو حضرت لوط کے انہیں دونوں لڑکوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور مزید یہ کہ ان باتوں کو تورات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کیا یہ وہی کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر نازل کرتا ہے، اس کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ تورات میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اب انہوں نے اللہ اور اس کے انبیاء پر جو بہتان طرازی اور افتراء پردازی کی ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ آسمان و زمین پیدا کرنے کے بعد ساتویں دن آرام کرنے لگا اس پر ان کی تکذیب کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ o (ق۔38)

اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں تھکاوٹ نہیں پہنچی ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے، ہم غنی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ o (المائدہ۔64)

یہ یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بلکہ انہیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان پر لعنت بھیجی گئی ہے جو وہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں۔

ایک جگہ قرآن نے ان کی افتراء پردازی کا انکشاف اس طرح کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ (آل عمران۔183)

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی نبی پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس کوئی ایسی قربانی پیش نہ کردیں جس کو آگ جلا کر شرف قبولیت بخشے۔

ایک دوسری جگہ ہے:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرۃ۔80)

ہم کو آگ نہیں تکلیف پہنچائے گی مگر چند دنوں تک۔

ان کی خدا پر افتراء پردازی کی یہ مثالیں قرآن سے پیش کی گئی ہیں۔ اب توراۃ میں مذکور ان کی اللہ پر اور اس کے رسولوں پر گھڑی ہوئی باتیں ملاحظہ ہوں۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ:

اللہ طوفان کو دیکھ کر اس قدر رویا کہ اس کی دونوں آنکھیں آشوب زدہ ہو گئیں اور فرشتوں

نے اس کی عیادت کی۔ دوسری جگہ ہے:

اللہ تعالیٰ بنی آدم کو پیدا کر کے سخت شرمندہ ہوا۔

لوط علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں بچیوں سے زنا کیا ان سے دولڑکے پیدا ہوئے جن کی طرف وہ تمام انبیاء کو منسوب کرتے ہیں۔ یہود اپنی نماز میں بعض دعا کے اندر یہ کہتے ہیں۔ اے رب تو نیند سے بیدار ہو جا، تو کتنا سوئے گا، اس طرح وہ اللہ سے سرگوشی کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کی تعریف کر رہے ہیں اور اس کو عار دلا رہے ہیں تاکہ وہ غفلت کی حالت سے متنبہ ہو جائے اور اپنی عظمت فوراً ظاہر کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہو۔

یہود کے بعض اکابرین نے اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ بیان دیا کہ نماز میں یہ جملہ جب یہود کہتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایسی بات بھی ہے کہ اللہ پر اس کا زبردست اثر ہو، اور اس کی شان جلال بھڑک اٹھے۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے چند مشائخ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھے پھر ان تمام لوگوں نے اللہ کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے دونوں پاؤں کے نیچے ایک کرسی تھی، جس کی شکل بلور کے شکل کی تھی۔

دوسری جگہ ہے اللہ رب العالمین نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو فساد مچاتے ہوئے اور برائی کرتے ہوئے دیکھا تو انسان کی تخلیق پر اسے ندامت ہوئی اور زمین میں ان کا وجود اس پر شاق گزرا۔

ایک جگہ ہے اللہ تعالیٰ اسرائیل کے اوپر شاؤل کو بادشاہ بنا کر سخت نادم ہوا۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت نوح ؑ جب کشتی سے نکلے تو انہوں نے ایک قربان گاہ تعمیر کیا اور اس میں اللہ کیلئے چند قربانیاں پیش کیں۔ اللہ کے ناک میں پکی ہوئی چیزوں کا بو پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ اب میں انسانوں کی وجہ سے زمین کو لعنت میں دوبارہ مبتلا نہیں کروں گا کیونکہ انسان کے دل پر خرابی و بربادی کی مہر لگا دی گئی ہے لہٰذا اب میں اس طرح تمام حیوان کو نہیں ہلاک کروں گا۔

تورات کے بدلنے کا سبب

اہل کتاب کے جو جلیل القدر علماء اسلام میں داخل ہوئے۔ انہوں نے یہ بیان دیا ہے کہ یہ تمام خرافات اور کفریات توراۃ موسوی میں نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ یہودیوں نے اس کے بدلنے کا قصد کیا تھا۔ البتہ ہم توراۃ کے بدلنے کا سبب لوگوں کے سامنے بیان کردیتے ہیں جس سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے خود واضح ہوجائے گی۔ یہ بات تمام یہودی علماء جانتے ہیں کہ توراۃ کا جو نسخہ ان کے یہاں رائج ہے وہ عین موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہوئی تورات نہیں ہے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو بنواسرائیل کی تحریفات اور اس کی تاویلات بیان کرنے میں گروہ در گروہ بٹنے کا شدید خطرہ تھا، اسی لئے آپ نے اس کو اپنے ہی خاندان بنولاوی کے سپرد کردیا، اس کی دلیل تورات کی یہ عبارت ہے۔

موسیٰ نے اس تورات کو لکھا اور اس کو بنولاوی کے ائمہ کے حوالے کردیا اور بنو ہارون یہودیوں کے قاضی اور حکام تھے۔ اس لئے کہ امامت اور قربانی نیز بیت المقدس کی خدمت انہیں کے سپرد تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے بنواسرائیل کے سامنے توراۃ کی صرف آدھی سورۃ ظاہر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سورۃ کے بارے میں کہا کہ یہ سورۃ میرے لئے بنی اسرائیل کے خلاف گواہی ہوگی۔ اسلئے اس سورۃ کو ان کی اولاد کے منہ سے نہ بھولو۔

اور بقیہ تورات کو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی اولاد کے حوالہ کردیا تھا۔ تاکہ وہ لوگوں کی تحریف وتبدیل سے محفوظ رہے۔ اس لئے اولاد ہارون حقیقت میں تورات کو پہچانتے تھے اور اس کے اکثر حصوں کو انہوں نے یاد کرلیا تھا لیکن بخت نصر کو جب بیت المقدس پر غلبہ حاصل ہوا تو اس نے ان تمام لوگوں کو قتل کرادیا اور یہودیوں کے ہیکل کو جلادیا، ان ائمہ میں کسی نے بھی تورات یاد نہیں کیا تھا بلکہ ہر ایک نے چند فصلیں یاد کی تھیں۔

بخت نصر کے اس حملہ سے جب ہیکل برباد ہوگیا یہودی سلطنت خاک میں مل گئی، ان کی

جمعیت منتشر ہوگئی تو اس کا احساس عزیر نامی ایک شخص کو ہوا، اور اس نے توراۃ کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ اس نے اپنی یادداشت سے اور بعض کاہنوں کی زبانی چند فصلوں کو سن کر توراۃ کو جمع کرنا شروع کیا، اسے جھوٹ سے خوب مزین کیا، اس لئے یہودیوں نے عزیر کی تعظیم میں خوب مبالغہ کیا ہے، جس کا تذکرہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قبر پر روشنی ابھی تک ظاہر ہوتی ہے جو عراق کے نالوں کے آس پاس ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ان کے لئے کتاب جمع کر کے ان کے دین کی حفاظت کی ہے، اس لئے یہ تورات جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہے درحقیقت عزیر کی کتاب ہے، جس میں اس نے حضرت موسیٰ کے تورات کی باتیں بھی ذکر کی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ذات اس کی صفات وغیرہ کے متعلق ایسی ایسی من گھڑت اور خرافات باتیں کہی ہیں جس سے اس کی کمینگی اور جہالت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اللہ کی ذات ان خرافات سے بالکل منزہ اور مبرا ہے۔ اس آدمی کو یہودونصاریٰ ”عازر الوراق“ کے نام سے جانتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی تھا اور قرآن کی یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ۚ قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ (البقرۃ۔259)

یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی، اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہوچکی ہے اسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کرلی اور سو برس تک مردہ پڑا رہا، پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی۔

لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات ان کے توراۃ میں مذکورہ خرافات سے بالکل منزہ ومبرا ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ کی نماز ان کی نماز سے بالکل مختلف ہے کیونکہ وہ اپنی نماز میں یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے باپ تو تمام روئے زمین کا بادشاہ بن جا، تاکہ ہر ذی روح یہ

کہنے لگے کہ اسرائیل کا معبود تمام روئے زمین کا بادشاہ ہے۔ وہ یہ بھی نماز میں کہتے ہیں کہ عنقریب بادشاہت اللہ کو ہوگی اس دن اللہ ایک ہوگا اور اس کا نام ایک ہوگا۔

ان کے اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی وحدانیت اس وقت ظاہر نہیں ہوگی جب تک کہ بنی اسرائیل کی حکومت قائم نہ ہوجائے اور جب تک حکومت دوسروں کے ہاتھ میں ہے اس وقت تک اللہ کی ذات گوشہ گمنامی میں ہے اس کی وحدانیت مشکوک ہے اور اس کی بادشاہت معطون ہے۔

کیا ایسی نماز موسیٰ اور ہارون جیسے جلیل القدر پیغمبر کی ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں۔

یہود کا مسیح برحق کا انکار کرنا اور ضلال وگمراہ مسیح کا انتظار کرنا، مسیح اور ان کے اصحاب کا ان یہودیوں کو بری طرح قتل کرنے کا بیان

یہود نبی کریم ﷺ کی نبوت کو اپنی کتاب میں ماننے سے اسی طرح انکار کر رہے ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انہوں نے انکار کیا تھا، حالانکہ صراحتاً حضرت مسیح کا نام ان کی کتاب میں مذکور تھا، جیسے کہ تورات کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

''آل یہودا سے بادشاہت زائل نہیں ہوگی اور حاکم انہیں میں سے ہوگا۔ یہاں تک کہ مسیح آجائیں اور درحقیقت بادشاہت انہیں کے ہاتھ میں تھی لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا، تو انہوں نے ان کی تکذیب کی، ان پر اور حضرت مریم پر بڑی بڑی بہتان طرازی کی، جس کے نتیجے میں بادشاہت ان سے چھین لی گئی، اور اللہ نے ان پر عذاب مسلط کردیا۔

دوسری جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ طور سیناء سے نمودار ہوا اور ساعیر سے اس کی روشنی پھوٹی اور جبال فاران سے اس کا ظہور ہوا۔

ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت مسیح کے علاوہ وہ کون ہے جس کی نبوت ساعیر سے چمکی

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہود اس گمان میں ہیں کہ اولاد داؤد میں سے ایک شخص نمودار ہوگا جس کی دعاؤں سے تمام امتیں ہلاک ہوجائیں گی اور صرف یہود روئے زمین پر باقی رہ جائیں گے، ان کے یہاں یہی شخص مسیح موعود ہے، جس کا وہ شدت سے انتظار کر رہے ہیں اور اس مسیح کذاب کے ظہور کی علامتیں یہ بتلاتے ہیں کہ اس وقت بھیڑیا اور بکرا ایک ساتھ بیٹھیں گے اور گائے اور بھیڑیا ایک ساتھ چریں گے اور شیر گائے کی طرح بھوسا کھائے گا۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کردیا اور اس مسیح کذاب کے انتظار میں دیکھ رہے ہیں کہ شیر کب بھوسہ کھاتا ہے۔ ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ یہ مسیح جب نمودار ہوگا تو سارے یہودیوں کو بیت المقدس میں جمع کرے گا اور حکومت یہودیوں کے ہاتھ میں ہوگی اور صرف وہی دنیا میں باقی بچیں گے اور موت ان کے مضبوط پہلوؤں سے ایک لمبی مدت تک کے لئے روک دی جائے گی، لیکن وہ حقیقت میں مسیح برحق کے بجائے مسیح کذاب کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ اسی کے لشکر اور تبع ہیں اور اسی کے زمانہ میں یہودیوں کو غلبہ وسلطنت ملے گی پھر جب مسیح برحق کا ظہور ہوگا تو وہ اور ان کے ساتھی مل کر اس مسیح کذاب اور اس کے متبعین کو بری طرح قتل کریں گے یہاں تک کہ یہود درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے تو وہ درخت اور پتھر پکاریں گے کہ اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اسے تو قتل کردے پھر جب ان مغضوبین اور صلیب پرستوں سے روئے زمین پاک ہوجائے گی اس وقت حضرت اشعیا کے بیان کے مطابق بھیڑیا اور مینڈھا ایک ساتھ بیٹھیں گے، گائے اور بھیڑیا ایک ساتھ چریں گے، شیر بھوسہ کھائے گا اور عالم میں امن برپا ہوکر رہے گا، بعینہ اسی معنی ومفہوم میں نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو وہ مسیح دجال کو قتل کریں گے اس کے بعد یاجوج وماجوج نکلیں گے ان کو بھی وہ قتل کریں گے پھر دنیا میں صرف امن ہی امن باقی رہ جائے گا۔ یہاں تک کہ بھیڑیا اور بکری ایک ساتھ چریں گے اور سانپ اور درندے انسان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

غرض کہ مسلمان یہود ونصاریٰ بھی مسیح کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن یہودیوں کا مسیح دجال ہے

اور نصاریٰ کے مسیح کی کوئی حقیقت نہیں، اس لئے کہ وہ جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ خدا اور خدا کا بیٹا ہے۔ لوگوں کو پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ آسمان و زمین کا بادشاہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اتنا بے بس ہے کہ یہودیوں نے پکڑ کر سولی دے دی اس پر کیلیں نصب کیں، اس کی کانٹوں سے تاج پوشی کی، اس کو طمانچے سے زدوکوب کیا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکا۔

اور مسلمان جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے اس کے کلمے اور روح ہیں، اور نبی ہونے کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں۔ جو اللہ کا دین اور اس کی توحید غالب کریں گے۔ اپنے دشمن صلیب پرستوں کا قتل عام کریں گے، جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو اور ان کی ماں کو معبود بنالیا ہے۔ وہ اپنے دشمن یہودیوں کا بھی صفایا کریں گے جنہوں نے ان پر اور ان کی ماں پر بڑی بڑی بہتان طرازیاں کی ہیں۔ وہ دمشق میں مشرقی کنارے پر نازل ہوں گے اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے کندھے پر رکھے رہیں گے۔ لوگ انہیں آسمان سے اترتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ آپ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ ظالموں، فاجروں اور خائنوں نے نبی کریم ﷺ کے دین کا جو حصہ ضائع کر دیا ہوگا اسے نافذ کریں گے۔ ان کے زمانہ میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی اور صرف اسی ملت اسلام کا بول بالا ہوگا جو حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء کی ملت ہے اور جس کو چھوڑ کر دیگر ملت کا اپنانے والا آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے جو لوگ حضرت عیسیٰ کا زمانہ پائیں وہ میرا سلام ان تک پہنچا دیں، ان کے نزول کا زمانہ، نزول کی حالت و کیفیت، نزول کا مقام سب کچھ اس قدر واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ان کی پوری تصویر آگئی ہے۔

یہ ہیں مسلمانوں کے منتظر جو مغضوب یہود، گمراہ نصاریٰ اور روافض کے منتظر سے بالکل مختلف ہیں اور جب اس ہستی کا ظہور ہوگا تو ان گمراہ مغضوب لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ جان لیں گے کہ آپ نہ تو سیف نجار کے بیٹے ہیں، نہ والد الزنا ہیں، نہ ماہر طبیب ہیں، اور نہ ہی

جھوٹے جادوگر ہیں۔ نہ ہی آپ کو سولی دی گئی تھی نہ کیلیں نصب کی گئی تھیں، نہ طمانچہ مارا گیا تھا اور نہ قتل کیے گئے تھے۔ نہ خدا ہیں، نہ خدا کے بیٹے ہیں بلکہ ابن البشر ہیں اور اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور نبی کریم ﷺ کے دین کی بشارت دینے والے ہیں اور آپ کی شریعت کا حکم دینے والے ہیں، یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کے دشمن ہیں اور موحدین اسلام کے دوست کیونکہ انہوں نے ان کو اور ان کی ماں کو یہود و نصاریٰ کی تمام بہتان طرازیوں سے منزہ کیا ہے نیز اللہ کی ذات کو بھی بت پرستوں کی افتراء پردازی سے منزہ کیا ہے۔

یہود نے معانی و مفہوم کو بدلنے کے ساتھ ساتھ تورات کے الفاظ میں بھی تحریف و تبدیل کیا ہے ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ دنیا کے تمام تورات کے نسخوں میں تبدیلی ہوئی ہے اور کوئی بھی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا کیونکہ پوری دنیا میں موجود ہر ایک تورات کے متعلق کسی کو علم نہیں، اس لئے ان میں ایسے نسخے بھی ہو سکتے ہیں جو تحریفات سے محفوظ ہوں، لیکن بہر حال بعض نسخے جو منظر عام پر آئے ہیں ان کے الفاظ میں تغیر و تبدل سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً عازر الوراق نے جو تورات لکھی ہے اس کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ پر نازل کی ہوئی تورات نہیں ہے اور اس کے اندر ایسی بے سر و پا اور لایعنی باتیں جو خدا کا کلام نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

انجیل میں باہم تناقض کا بیان

اناجیل چار ہیں۔ جس کو چار شخصوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف کی ہیں ان میں مرقس اور لوقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں ہے، صرف یوحنا اور متی نے آپ کو دیکھا ہے۔ یہ اناجیل حضرت عیسیٰ کی انجیل سے مختلف ہیں ان میں باہم کمی بیشی اور بہت سے امور میں تناقض پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کہا اگر میں اپنے نفس کے لئے گواہی دوں تو میری گواہی غیر مقبول ہے لیکن میرے علاوہ دوسرا شخص میرے لئے گواہی دے گا۔

دوسری جگہ ہے کہ اگر میں اپنے نفس کے لئے گواہی دوں تو میری گواہی سچی ہے کیونکہ میں زیادہ بہتر جانتا ہوں کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہا جاؤں گا، ایک جگہ ہے کہ جب انہیں یہ محسوس ہوا کہ یہودی ان پر حملہ کر دیں گے تو وہ گھبرا گئے اور کہنے لگے اب میں گھبرا گیا ہوں پس میں کیا کہوں، ہائے میرے باپ مجھ کو اس وقت سے بچا اور جب سولی پر چڑھنے لگے تو بڑے زور سے چیخنے لگے، اے میرے معبود تو نے کیوں مجھے ان کے حوالہ کر دیا۔

دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کے لئے خود کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا تھا تا کہ وہ انہیں سولی دے دیں اور قتل کر دیں، اور ان کی یہ قربانی ان کے بندوں کی خطاؤں کا فدیہ بن جائے۔ اس طرح انہوں نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کو ابلیس کے خلاف حیلہ کر کے جہنم سے بچا لیا، کیا جو دنیا کا معبود ہو گا وہ اس مصیبت سے گھبرائے گا اور جب اس نے خود اپنے لئے اسے پسند کیا ہے تو سلامتی کس چیز کی مانگ رہا ہے اور جب خود اپنے نفس کو اس نے حوالہ کر دیا ہے پھر اس کا باپ جو خدا اور قادر مطلق ہے وہ کیسا باپ ہے جو قدرت رکھنے کے باوجود اس کو نجات نہیں دلاتا ہے اور صلیب پرستوں کو ہلاک نہیں کرتا ہے یا وہ عاجز اور یہودیوں کے ہاتھوں ظلم کا مارا ہوا رب ہے جو مدد کرنے پر قادر نہیں ہے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ تم اپنے مسیح ہونے پر دلیل ظاہر کرو انہوں نے کہا تم بیت المقدس کو گرا دو، میں اس کو تین دن میں بنا دوں گا، انہوں نے کہا کہ جس عمارت کی تعمیر میں پینتالیس برس لگے ہیں اس کو صرف تین دن میں تم بنا دو گے۔

دوسری جگہ ہے کہ یہودیوں کو جب حضرت عیسیٰ پر غلبہ حاصل ہوا تو وہ ان کو اٹھا کر عامل قیصر کے قلعہ میں لائے، اس نے ان کے خلاف اس بات کی گواہی طلب کی کہ دو جھوٹے گواہ اس کے پاس آ گئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کو صرف تین دن میں بنا دینے پر قادر ہوں۔

تعجب ہے اس تضاد بیانی پر کہ ایک جگہ تو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بتاتے ہیں دوسری جگہ کہتے ہیں کہ اس چیز کے بیان کرنے والے دو جھوٹے آدمی تھے۔

لوقا کی انجیل میں ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے دو شاگردوں سے کہا کہ تمہارے سامنے جو قلعہ ہے اس میں داخل ہو جاؤ وہاں ایک گدھے کا بچہ بندھا ہوا ہے، جس پر کسی نے سواری نہیں کی ہے، پہلے اس کو سجدہ کرو اور پھر اسے کھول کر میرے پاس لے آؤ۔

یہی واقعہ متی کی انجیل میں ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ اس قلعہ میں ایک گدھی ہے جس پر خوب سواری کی گئی ہے، اسے میرے پاس لے آؤ۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں دنیا والوں کے درمیان صلح کرانے آیا ہوں، بلکہ میں ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے آیا ہوں، تا کہ باپ اور اس کے بیٹے کے درمیان، ماں اور اس کی بیٹی کے درمیان اختلاف پیدا کر دوں، یہاں تک کہ آدمی کا دشمن خود اس کے گھر والے ہو جائیں۔

دوسری جگہ ہے کہ میں اس لئے آیا ہوں تا کہ تمہاری نیکیاں خوب زیادہ ہو جائیں اور میں لوگوں کے درمیان صلح کروں۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ جو شخص تمہارے دائیں گال پر طمانچہ مارے، اس کے لئے بایاں گال بھی پیش کر دو۔

دوسری جگہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ اے شمعون کی جماعت کے سردار، تیری بھلائی ہو، میں کہتا ہوں کہ تم ابن الحجر ہو، اور اسی حجر پر میری بیعت ہو گی، جب میں اسے زمین میں کھولوں گا وہ آسمان میں بھی کھلی رہے گی اور جب میں اسے زمین میں باندھ دوں گا، وہ آسمان میں بھی بندھی رہے گی پھر اس میں چند سطروں کے بعد یہ مذکور ہے ''اے شیطان تو چلا جا، اور تعارض نہ کر کیونکہ تو جاہل ہے۔''

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک جاہل شیطان کی آسمان میں اطاعت کی جائے، ایک جگہ متی کے

انجیل میں ہے کہ عورتوں نے یحییٰ کے مثل نہیں جنا۔

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ کے پاس ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا، انہوں نے جا کر ان سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ کیا تو مسیح ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیا تو الیاس ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیا تو نبی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر تو کون ہے؟ ذرا ہمیں بتا۔ انہوں نے کہا میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں۔

حضرت یحییٰ کے متعلق ان کے یہ بیانات ہیں حالانکہ کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ حضرت یحییٰ کی نبوت کا انکار کرے اگر کوئی ان کی نبوت کا انکار کر رہا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کے متعلق متی کے انجیل میں ہے کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے ہیں ان کا نسب نامہ اس نے حضرت ابراہیم تک ملا دیا ہے اور بیچ میں ۳۹ آباء کا نام لیا ہے۔

اور لوقا نے بھی اپنے انجیل میں حضرت مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا کہا اور ان کا نسب نامہ حضرت ابراہیم تک ملایا ہے لیکن حضرت مسیح اور حضرت ابراہیم کے درمیان پچاس سے زائد آباء کے نام گنائے ہیں، غرض کہ انہوں نے حضرت مسیح کی حقیقت بیان کرنے میں اس قدر تضاد بیانی سے کام لیا ہے کہ کبھی ان کو مکمل الہ مانتے ہیں کبھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور کبھی یوسف نجار کا بیٹا مانتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی موافقت سے بعض نسخوں کے بدلنے کا امکان

اناجیل کے جو اقتباسات بیان کئے گئے ہیں، ان کے بیان کرنے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اناجیل میں باہم کس طرح متضاد باتیں پائی جاتی ہیں، جو اس بات پر کھلم کھلا شہادت دے رہی ہیں کہ ان کے اندر ضرور تحریف ہوئی ہے، کیونکہ خدا کے کلام میں اس طرح تضاد بیانی ممکن نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ باتیں کچھ لوگوں کی گڑھی ہوئی ہیں۔

غرض کہ تورات وانجیل اور زبور کے جو نسخے آج یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہیں، وہ

تحریفات سے مامون ومحفوظ نہیں ہیں۔

یہ دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تورات وانجیل کے نسخوں کو یہود و نصاریٰ کے علماء نے ہمیشہ ان کے عوام الناس سے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے وہ نسخے صرف علماء کے طبقہ میں محدود رہے اور بقیہ عوام الناس اس سے محروم رہے۔ اس لئے اگر ایک محدود طبقے کے لوگ اس کے بدلنے میں اتفاق کر لئے ہوں تو یہ محال نہیں بالکل عین ممکن ہے۔ جس کا علم عوام الناس کو قطعاً نہیں ہوا ہوگا، پھر قرآن مجید کی طرح لوگوں کے سینوں میں یہ کتابیں محفوظ نہیں تھیں، جس کے ذریعہ مصاحف سے تحریفات کو دودھ پانی کی طرح الگ کر دیتے۔

پھر ایسی قوم جو حق پوشی کی خوگر ہو چکی ہو اور ان کے تحریفات کی زندہ مثالیں منظر عام پر آ چکی ہوں، ان کے لئے یہ فعل محال کیسے ہو سکتا ہے۔ انہیں یہودیوں نے تو حضرت عیسیٰ کی نبوت کو چھین لیا تھا۔ آپ کے متعلق بشارتوں کا انکار کیا تھا۔ ان میں تحریف کیا تھا، اور پھر ان گڑھی ہوئی باتوں کو اس طرح لوگوں میں شائع کیا کہ مشرقی کنارے سے لے کر مغربی کنارے تک ان کے تمام لوگ جان گئے اور متفقہ طور پر آپ کی نبوت کا انکار کر بیٹھے۔ آپ کو ساحر کہنے لگے، آپ کو ولد الزنا کہنے لگے اور انتہائی بڑی بہتان طرازی آپ پر کرنے لگے، حالانکہ انہوں نے آپ کو پہچان لیا تھا، آپ کے اندر وہ تمام صفات و کمالات انہوں نے دیکھے، جو ایک نبی کے اندر ہوتی ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کی تہمت لگائی جن سے نعوذ باللہ دو بچے پیدا ہوئے اور تمام یہودیوں میں یہ بات مشہور ہوگئی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے اللہ کے بارے میں یہ بہتان طرازی کی کہ وہ طوفان نوح کے بعد اپنے اس فعل پر اس قدر پشیمان ہوا کہ رونے لگا اور انگلیوں کے پور کاٹنے لگا۔

اور نعوذ باللہ حضرت یعقوب سے اس کی کشتی ہوئی تو حضرت یعقوب نے اس کو شکست دے دی اور نعوذ باللہ وہ سو جاتا ہے۔ پھر اس سے یہ لوگ اپنی نیند بیدار ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں تا کہ ان کی فریادوں کو سنے اور یہ صرف چند یہودی نہیں کرتے ہیں بلکہ تمام دنیا کے یہودی اپنی نماز

میں ایسے ہی خدا کو مخاطب کر کے دعا کرتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے متفقہ طور پر اپنی سلطنت مٹ جانے کے بعد نماز میں ایسی دعائیں گڑھیں، جو نہ حضرت موسیٰ سے ثابت ہیں اور نہ ان کے کسی حقیقی پیروکار سے۔

مثلاً وہ اپنی نماز میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہماری آزادی کے لئے خوب بڑا بگل بجا کر اعلان کر دے اور ہم تمام کو زمین کے چاروں قطر سے سمیٹ کر بیت المقدس میں لا جمع کر، تو پاک ہے، اے قوم اسرائیل کی پراگندگی کو جمع کرنے والے، ہم میں سے پہلے لوگوں کی طرح دوبارہ حاکم پیدا کر دے اور ہماری سیرت و خصلت پہلے کی طرح کر کے، ہمارے زمانے میں مقام بیت المقدس یوروشلم کو تو درست کر دے اور ہم کو اس کے تعمیر کرنے کا اعزاز عطا کر، تو پاک ہے اے یوروشلم کے بنانے والے، اسی طرح انہوں نے محرم کے عشرہ اول میں اپنی نمازوں میں ایک خاص دعا کرنے پر اتفاق کر رکھا ہے، جو بیان کیا جا چکا ہے۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے چند روزہ کے گڑھنے پر اتفاق کر رکھا ہے، مثلاً بیت المقدس کے جلائے جانے کے دن کا روزہ، صوم حصا، صوم کدلیا، صوم صلب ہامان اور اپنی اس تحریف و زیادتی پر دیدہ دلیری سے انہوں نے اقرار بھی کیا ہے اور نص تورات کی صراحتاً مخالفت کی ہے کیونکہ اس میں ہے:

اے بنو اسرائیل جس چیز کی میں تم سے وصیت کرتا ہوں اس میں ذرا بھی زیادتی و کمی نہ کرنا، لیکن اس کے باوجود بھی بالاتفاق انہوں نے کمی و زیادتی کی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے بالاتفاق فرضیت رجم کو زانیوں سے منسوخ قرار دے دیا اور نص تورات کی صراحتاً مخالفت کی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے اللہ کی شریعت کو منسوخ مان کر دین یہودیت کو اختیار کر لیا جس کی تکذیب توراۃ اور تمام انبیاء کرتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جو اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ طوفان نوح کے بعد اپنے اس فعل پر

نادم و پشیمان ہوا اور انسان کو پیدا کر کے پچھتانے لگا، جیسے کہ نصاریٰ اللہ کے لئے بیوی بیٹا مانتے ہیں، حالانکہ اپنے راہبوں کو اس سے منزہ قرار دیتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جو متفقہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا کہ بادشاہت یہودیوں کے ہاتھ میں ہوگی، تمام ملتیں مٹ جائیں گی اور دنیا کے تمام لوگ یہودیت کے پیرو ہوں گے اور تمام لوگوں پر ان کا غلبہ ہوگا۔

یہی وہ یہودی ہیں جنہوں نے بالاتفاق چند احکام کو چھوڑ کر بقیہ خدا کے تمام احکام کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے جس کا اعتراف وہ خود کرتے ہیں بلکہ یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بناء پر ان کو حکومت و سلطنت سے برطرف کر کے دنیا میں لا یموت فیھا و لا یحییٰ کی سزا دی گئی ہے۔

لہٰذا وہ قوم جو انبیاء کی قاتل مکر و فریب میں ماہر بہتان طراز و افتراء پرداز اور احکام شرعیہ کا متغیر ہو اس کے لئے کیونکر محال اور غیر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے متعلق تورات میں مذکور پیشین گوئیوں اور صفات و علامات میں تغیر و تبدل نہیں کیا ہوگا، بلکہ یہ تو عین ممکن ہے اور جب اتنی بڑی بڑی بہتان طرازیوں پر ان کا اتفاق ہو سکتا ہے تو آپ کے صفات کے بدلنے اور چھپانے پر ان کا اتفاق کر لینا کوئی محیر العقول بات نہیں۔

گمراہ صلیب پرست، بت پرست، خنزیر کی اولاد نصاریٰ کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے اللہ کو کس طرح گالیاں دی ہیں اور کس طرح اس کو یہودیوں کے ہاتھوں ظلم کا شکار بتلایا ہے اور ایسی ایسی خرافات اور لایعنی باتیں کی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گدھوں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔ وہ اگر اللہ کے بارے میں بہتان طرازی کر رہے ہیں، اس کے نبی اور ان کے متبعین سے دشمنی پر تلے ہوئے ہیں، شیطان کی حمایت کرتے ہیں اور اس کی دوستی پر راضی ہیں تو ایسا کرتے ہیں، اللہ تو بالکل بے نیاز اور ان کی بہتان طرازیوں سے پاک ہے۔

اس ہستی سے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمیں خالص اپنی عبادت کی توفیق دے اور ان صلیب

پرستوں کے افعال سے بچائے رکھے، یہ یہود و نصاریٰ کے متعلق مختصر بیان تھا جو اہل کتاب مانے جاتے ہیں، لہٰذا جو غیر اہل کتاب ہیں، ان کی کیا حالت ہوگی۔

سائل کا کہنا کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ صحیح نسخہ کیوں نہیں لائے؟

سائل کا کہنا ہے کہ اگر تم مسلمان یہ کہتے ہو کہ عبداللہ بن سلام، کعب احبار، وغیرہ نے ہم سے اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہود نے تورات میں تحریف کیا ہے تو وہ کیوں نہیں ہمارے خلاف اپنا صحیح نسخہ پیش کر سکے۔

اس کا جواب ہم متعدد طریقے سے دیتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر گواہ صرف وہی صفات وعلامات نہیں ہیں جو اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں بلکہ آپ کی نبوت مختلف طریقوں سے ثابت ہوتی ہے۔ انہیں مجملہ آیات وشواہد میں اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور آپ کے صفات بھی ہیں اور تمام دنیا کے لوگ تورات وانجیل میں مذکوراپ کے نبوت کی گواہی سن کر اور دیکھ کر ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ اکثر لوگوں کو تورات کا بالکل علم نہیں ہے۔ حقیقت میں ان کے اسلام کا محرک کچھ اور آیات وشواہد ہیں جس کو انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا، پھر اہل کتاب کے یہاں مذکور آپ کا تذکرہ ان میں سے بعض کے لئے مزید ایمان کی تقویت کا باعث بنا۔

لیکن اکثر اہل عرب کا اسلام صرف انہیں شواہد کے جاننے پر موقوف نہیں ہے جو اہل کتاب کے یہاں آپ کے متعلق پائے جاتے تھے بلکہ چند لوگ تھے مثلاً انصار جنہوں نے اہل کتاب کی زبانی نبی کریم ﷺ کے ظہور اور آپ کی صفات وعلامات کا تذکرہ سن رکھا تھا، جس سے انہیں آپ کے پہچاننے میں زحمت نہیں ہوئی اور فوراً ایمان لے آئے اور ان کے مقابلہ میں اللہ کے دشمن یہودیوں کا دم گھٹنے لگا، اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں، جن کے ظہور کی خبر ہم دیا کرتے تھے۔

غرضیکہ تمام انبیاء کے نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ انبیاء سابقین نے اس نبی کے آمد کی پیشین گوئی کی ہو اور اس آنے والے نبی کی نشانیاں لوگوں کو بتلائی ہوں بلکہ نبوت کا دارو مدار معجزات وعلامات نبوت پر ہے جو مختلف قسم کی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا نبوت کی کوئی بھی علامت دیکھنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا واجب ہے خواہ آپ کے متعلق سابقین انبیاء نے بشارت نہ دی ہو۔

دوسری بات یہ کہ اگر کسی نبی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ لازم مانا جائے کہ انبیاء سابقین نے اس نبی کے آمد کی پیشین گوئی کی ہو (جیسا کہ یہود ونصاریٰ کا خیال خام ہے) تو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر انبیاء سابقین نے پیشین گوئیاں کی ہیں وہ ہر خاص وعام تک پہنچ جائیں، ضروری نہیں، لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو نسخہ ہے ان میں آپ کے متعلق کوئی پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ انبیاء سابقین نے آپ کے ظہور کی بشارتیں دی ہوں، لیکن نقل نہ کیا گیا ہو، یا ہوسکتا ہے ان نسخوں کے علاوہ جو یہودیوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں دوسرے نسخوں میں اس کا تذکرہ ہو کیونکہ وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ دنیا کے اندر جتنے نسخے ہیں سب ان کے علم میں ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ جن بعض نسخوں میں پیشین گوئی موجود ہو، ان سے اہل کتاب نے بشارتوں کو مٹا دیا ہو، یا بدل دیا ہو، پھر انہیں محرف نسخوں سے موجودہ نسخے نقل کیے گئے ہو، اور یہ نسخے لوگوں میں اس قدر مشہور ہو چکے ہوں کہ اگلے نسخے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہ گئے ہوں یہ تمام صورتیں ہو سکتی ہیں اور یہ اس قوم کی جانب سے کوئی خلاف توقع بات نہیں ہوگی جو دین وشرائع میں اس طرح کی تحریف وتبدیل کا خوگر ہو چکی ہے۔

یہ تمام دلیلیں اس صورت میں دی جائیں گی جب آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں کوئی پیشین گوئی نہ ہو۔ لیکن ہم نے ان پیشین گوئیوں کو بھی سامنے رکھ دیا ہے جو ان کے متعلق آپ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جس کو دیکھنے کے بعد کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے مگر ان کے جہلاء اور ناسمجھ لوگ اس میں تاویلیں کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہودیوں کی موجودگی ہی میں کہا کہ آپ کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود ہے تو وہ یہودی جنہوں نے آپ کے متعلق یہ بیان دیا تھا کہ وہ ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں اور ہمارے بڑے عالم اور عالم کے بیٹے ہیں وہی فوراً ان کو سب سے برا کہنے لگے۔ لہٰذا ان کا برا کہنا ان کی شہادت میں قادح بھی نہیں ہوسکتا، جیسے کہ کوئی شخص حاکم کے سامنے کسی آدمی کے عادل اور قابل اعتبار ہونے کا اقرار کرلے اور اس کی گواہی پر راضی ہو پھر جب وہ آدمی اس شخص کے لئے گواہی دے تو فوراً اس کو جھوٹا اور کاذب کہنے لگے تو یہ اس کی شہادت میں قادح نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح کعب احبار سابقہ کتب انبیا کے سب سے بڑے عالم تھے، انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے متعلق توراۃ میں مذکور ایک ایک پیشین گوئی کو بالتفصیل مسلمان، یہود، نصاریٰ سب کے سامنے بیان کردیا ہے صحابہ نے تحقیق وتفتیش کے بعد یہ بیان دیا ہے کہ توراۃ کی جو باتیں کعب احبار سے منقول ہوں وہ سب سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں اور اہل کتاب میں جو ایمان لائے انہوں نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی، بلکہ من وعن ان کی باتوں کو باقی رکھا۔

اور آج عبداللہ بن سلام کی نیابت ہم کرتے ہیں ہم نے خود تمہاری کتابوں میں یہ بشارتیں دیکھی ہیں جو ہمارے لئے تمہارے خلاف گواہ ہیں، لہٰذا اگر تم سچے ہو تو اپنی کتابوں کو سامنے لاؤ اور تلاوت کرو، ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کو اللہ نے یہودیت کے بعد اسلام سے نوازا ہے، وہ تم سے مقابلہ کریں گے اور حق منوالیں گے ورنہ تم گواہی دو کہ تم جھوٹے کافر سرکش ونافرمان ہو جس کی گواہی اللہ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں نے تمہارے خلاف دی ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن سلام تم لوگوں کے سامنے کوئی ایسا نسخہ پیش کردیتے، جس میں ہر چیز واضح ہوتی جب بھی تم دشمنی اور افترا پردازی سے کام لے کر اس کی تاویلات و تحریفات کرنے لگتے، جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے تمہارے سامنے وہ باتیں رکھیں جو تمہارے مزاج کے موافق نہیں تھیں۔ تو تم نے صراحتاً کہہ دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی خبر ہم دیتے تھے۔ اس

لئے ہم توراۃ کے حکم کو چھوڑ کر نبی امی کی اتباع نہیں کریں گے۔ حالانکہ تمہارے بڑے اسلاف جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا، انہوں نے خود آپ کو پہچان کر اس بات کا اقرار کیا کہ آپ سچے نبی ہیں، جن کے متعلق ان کی کتابوں میں پیشین گوئی آئی ہے لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر تم کیوں ایمان نہیں لے آتے تو کہنے لگے کہ ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ یہود ہمیں قتل کردیں گے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی متعلق فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ (یونس۔97-96)

بیشک وہ لوگ جن کے اوپر تیرے رب کی جانب سے عذاب کا کلمہ حق ہوچکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ انکے سامنے تمام نشانیاں آجائیں یہانتک کہ وہ دردناک عذاب کو بھی دیکھنے لگیں۔

تمہارے سامنے تو ایسی ایسی نشانیاں ظاہر ہوئیں جو سابقین انبیاء کی بشارتوں سے کہیں زیادہ بڑی تھیں اور جن کو دیکھنے کے بعد دنیا کے کسی بشر کو چوں وچرا کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی تم سرکشی پر جمے رہے تو اگر تمہارے سامنے آسمان سے فرشتہ اتر کر اور قبروں سے مردے نکل کر گواہی دیتے، تب بھی تم ایمان نہ لاتے بلکہ تمہاری حالت وہی ہوگی، جو اللہ رب العالمین نے تمہارے بارے میں کہہ دیا ہے۔

غرضیکہ تمہارے عقل مند اور بغض وحسد سے بالاتر رہنے والے اسلاف نے بھی یہی طریقہ اپنایا ہے کہ بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی سرکشی پر جمے رہے اور ان کے بعد کے لوگوں نے بھی جیسے کہ ایک دوسرے کو وصیت کرگئے ہوں، ارشاد خداوندی ہے:

كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ (الذریت۔53-52)

یوں ہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا، جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون، کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کرلیا ہے، نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

اچھا فرض کرو کہ میں ان بشارتوں کو بالکل چھوڑ دیتا ہوں، جو سابقین انبیاء نے آپ کے متعلق دی ہیں تو کیا آپ سے ایسے معجزات و براہین کا ظہور نہیں ہوا ہے جو آپ کی صداقت کے لئے کافی ہو، ہم ان کا بھی تذکرہ بطور حجت بعد میں کریں گے، جس سے تمہارا عذر اور تمہاری حجت منقطع ہو جائے گی۔

سائل کا کہنا کہ تم نے ان دو بڑی امتوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کے ایمان کے مقابلہ میں کفر اختیار کرنے کا محرک وسبب ریاست اور دولت کا طمع تھا تو عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب نے تو بدرجۂ اولیٰ اسی غرض سے اسلام قبول کیا ہوگا، کیونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی، اس کے مقابلے میں ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی، اس کا جواب متعدد طریقے سے ہے۔

جواب نمبرا: ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی اکثریت نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تھا، اور ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں کہیں کم تھی۔ مصر، شام، جزیرہ موصل اور ان کے اطراف ومضافات اور اکثر بلاد مشرق ومغرب میں نصاریٰ کی آبادی تھی، لیکن چند ہی دنوں کے بعد یہاں کی پوری آبادی مسلمانوں میں بدل گئی اور تمام کے تمام لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے یہی نہیں بلکہ بت پرست مشرکین اور آتش پرست مجوس جو شان وشوکت و کثرت میں یہود ونصاریٰ سے کسی طرح کم نہ تھے، ان کی اکثریت بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی ہے۔ صرف چند لوگ جن کے پاس اسلا کی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے اور وہ معاندین جن کے پاس دعوت پہنچی، لیکن سرکشی پر جمے رہے، وہ بھی جزیہ دے کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کے کفر اختیار کرنے کا محرک صرف سلطنت و دولت کا طمع نہیں تھا بلکہ یہ بھی جملہ اسباب میں سے ایک سبب تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی تھے مثلاً کسی نے حسد کی بناء پر اسلام قبول نہیں کیا تو کسی نے تکبر کی بناء پر، کسی کو خواہشات نفس نے روکے رکھا، تو کسی کو باپ دادا کی محبت اور خوش خیالی نے، کسی کے لئے اپنے پرانے دین کی

محبت مانع ہوئی جس کا چھوڑنا ان کے اوپر ایسے ہی شاق گزرا جیسے کہ انسان کے لئے اپنی فطرت و خصلت کا چھوڑنا شاق ہوتا ہے۔

اور خاص طور سے یہ سب یعنی اپنے پرانے رسم ورواج سے لڑنا اور نئی چیزوں کا اختیار کرنا، قوموں کی زندگی میں اتنی کٹھن منزل ہے جو اکثر لوگوں کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ لوگوں کو اندھی تقلید اور جہالت نے قبول حق سے باز رکھا اور یہ ان کے جاہل متبعین تھے، کچھ لوگوں کو کسی محبوب چیز کے فوت ہو جانے اور لوگوں کی طرف سے جور وستم کے اندیشے نے روکے رکھا، لہٰذا صرف ایک ہی سبب اس امت کے لئے قبول حق میں مانع نہیں ہوئی۔

تیسرا جواب: ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے پہلے تمام امتیں جن کی تعداد ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی اور جن کی عقلیں زیادہ صائب اور درست تھیں، ہر ایک نے اندھا پن اور گمراہی پر ہدایت اور بصیرت کو ترجیح دی۔ اس لئے ان کے سلف بہت سے ہوئے یعنی تمام دنیا کے لوگ جنہوں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا۔

چوتھا جواب: عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ایسے نازک حالات میں ایمان لائے جبکہ مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی، اور ساری دنیا کے لوگ مسلمانوں کی دشمنی پر کمربستہ تھے۔

ان کے مقابلہ میں اقتدار وحکومت، سامان وافواج، اوزار وہتھیار تمام چیزوں کے مالک یہود ومشرکین تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے خلاف ان تمام ساز وسامان سے مسلح ہو کر دشمنی کی اتنی زبردست مہم چلائی کہ وہ گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ آپ کے صحابہ کو وہ تلاش کرتے رہتے اور ظلم وتعدی کا پہاڑ توڑتے، خود نبی کریم ﷺ کے خون کے وہ اس قدر پیاسے تھے کہ جب گھر سے ہجرت کی نیت سے نکلے اور غار ثور میں پناہ گزیں ہوئے تو انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی محمد ﷺ کا سر پیش کر دے گا اس کو سو اونٹ دیئے جائیں گے، آپ اس خوف کی حالت میں غار ثور میں رہے، پھر رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ کے ساتھ چپکے سے نکلے اور راستہ بدل کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مدینہ

میں بھی مشرکین و یہودی کا غلبہ و اقتدار تھا۔ ایسے نازک حالات میں عبداللہ بن سلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے اندر علامات نبوت دیکھ کر فوراً مشرف باسلام ہو گئے، انہوں نے سرداری دولت و اقتدار کی کوئی لالچ نہیں کی، یہود و مشرکین کی دشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کی، حالانکہ آپ سمجھتے تھے کہ اسلام قبول کرنے سے ہماری سرداری چھین لی جائے گی، اسی لئے آپ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس بات کو بالکل واضح کردیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میرا یہ انجام ہونے والا ہے لیکن میں اپنی سرداری اور ریاست کو اس اسلام پر نچھاور کرتا ہوں جو قربانیوں اور صبر و استقامت کا طالب ہے۔

چنانچہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ مجھے گھر کے اندر چھپا دیں اور ان یہودیوں پر میرا ایمان ظاہر نہ ہو، پھر آپ ان سے میرے بارے میں پوچھیں کہ عبداللہ بن سلام کا تمہارے یہاں کیا مرتبہ ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے بڑے عالم اور عالم کے بیٹے نیز سردار اور سردار کے بیٹے ہیں، اتنے میں عبداللہ بن سلام نمودار ہوئے اور انہوں نے کھلم کھلا ان کے سامنے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے برحق رسول ہیں، اور تم بھی آپ کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہو، اتنا کہنا تھا کہ وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور فوراً ریاست و سرداری سے آپ کو برطرف کردیا۔

لہٰذا اگر عبداللہ بن سلام کو ایمان کے مقابلہ میں دولت و ریاست کی خواہش ہوتی تو آپ بھی بقیہ یہود کی طرح اپنی سرداری کو بچانے کے لئے اسلام کی دشمنی پر اڑے رہتے اور یہود کے محبوب سردار بنے رہتے۔

یہ صرف عبداللہ بن سلام کی حالت نہیں تھی بلکہ یہود کے جو لوگ بھی حلقہ اسلام میں اس وقت داخل ہوئے انہیں ان حالات کا مقابلہ کرنا پڑا اور جو لوگ اسلام نہیں لاسکے ان میں سے بعض نے اس بات کی صراحت کی کہ چونکہ ہمیں یہود کی سرداری اور عزت و اکرام حاصل ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ سرداری ہم سے چھین لی جائے گی۔ اس لئے ہم اسلام نہیں

قبول کرسکتے، اس کا تجربہ ہمیں اپنے زمانہ میں اس وقت ہوا، جب یہود کے بعض علماء سے مناظرہ کرنے کی نوبت آئی۔ پہلے میں نے ان کے سامنے سچائی کی دلیل پیش کی۔ جب وہ اسے ماننے پر مجبور ہوگئے اور کوئی جواب نہ بن سکا تو میں نے اس سے تنہائی میں کہا کہ اب حق ظاہر ہوجانے کے بعد کیوں تم اسے نہیں مانتے ہو تو اس نے مجھے برجستہ یہی جواب دیا کہ جب میں ان گدھوں کے پاس آیا، تو انہوں نے ہماری سواری کے گھر کے نیچے گل ولالہ بکھیر دیا اور اپنا مال، اپنی بیویاں انہوں نے ہمارے حوالے کردیا کہ جس طرح میں چاہوں تصرف کروں اور جس چیز کا میں نے ان کو حکم دیا، انہوں نے ہماری نافرمانی نہیں کی، لہٰذا اگر میں اسلام لے آؤں تو بازاروں میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں گا، کیونکہ میں نہ کوئی پیشہ جانتا ہوں، نہ ہی قرآن کا حافظ اور فقہ وغیرہ کا عالم ہوں، جس سے اپنی روزی حاصل کرسکوں۔ اس لئے کون اپنے لئے یہ پسند کرے گا، میں نے کہا ایسی بات نہیں ہوگی جب تم اللہ کی رضا کے لئے اپنی خواہشات قربان کردوگے تو اللہ تمہیں رسوا نہیں کرے گا اور نہ تمہیں محتاج مرنے دے گا اور اگر بالفرض تمہیں یہ چیزیں لاحق بھی ہوئیں تو اس کا بڑا عوض تمہیں اس شکل میں ملے گا کہ اللہ کی خوشنودی، جہنم سے نجات اور حق کا راستہ مل جائے گا۔ پھر تم ہمیشہ کے لئے کامیاب ہوجاؤ گے۔ اس نے کہا ہاں جب اللہ اجازت دے گا، اسی وقت ہم کامیاب ہوں گے، میں نے کہا تقدیر سے حجت نہیں پکڑی جاتی ہے، اگر تقدیر ہی کو حجت مانا جائے تو یہود بھی اپنی تقدیر سے حجت پکڑ سکتے ہیں جو انہوں نے حضرت عیسیٰ کو جھٹلایا اور مشرکین بھی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرکے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری تقدیر میں یہی لکھا تھا اور خاص طور سے تم لوگ تو تقدیر کا انکار کرتے ہو تو پھر اس کے ذریعہ حجت کیسے پکڑتے ہو، اس نے کہا ان تمام باتوں کو اب چھوڑیئے اور زیادہ حجت نہ کیجئے۔

جواب نمبر۵: تمہارا جواب خود تمہارے سوال میں موجود ہے کیونکہ تم نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کی تعداد ان کے مخالفین کے مقابلہ میں کہیں کم تھی اور یہ بات بالکل متحقق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کی موافقت و مدد کرتا ہے جو

طاقت ور شان و شوکت اور بڑی تعداد کا مالک ہے تو اس کے اندر اس کی کوئی نہ کوئی غرض ضرور پوشیدہ رہتی ہے لیکن اگر ایسی جماعت کی موافقت و مدد کی جائے جو کمزور و بے بس ہو تو یہ موافقت تمام دنیاوی اغراض سے بالاتر ہو کر کی جاتی ہے لہٰذا معاندین کے حق میں غرض کا مضبوط داعیہ پایا جاتا ہے اور عبداللہ بن سلام وغیرہ کے اندر غرض کا کوئی بھی داعیہ نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کی موافقت خالص لوجہ اللہ ہے، اور یہود سب غرض کے بندے ہیں۔

مسلمان نفع بخش اعمال و علوم میں تمام امتوں پر فوقیت رکھتے ہیں

سائل کا کہنا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے بارے میں ایک شبہ پیدا ہو رہا ہے وہ یہ کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ حلال و حرام اور امر و نہی کے متعلق ہماری شریعت کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو عام صحابہ سے منقول ہیں، وہ صحابہ تمہارے نبی کی بعثت سے پہلے بالکل ان پڑھ تھے۔ پڑھنے لکھنے کا علم انہیں ذرا بھی ملکہ نہیں تھا۔ ان کے مقابلہ میں عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی تمہارے نبی کی بعثت سے پہلے بھی صاحب علم و بصیرت تھے اور بعد میں انہیں پڑھنے لکھنے میں خوب مہارت حاصل تھی۔ اس لئے یہ لوگ زیادہ اولیٰ ہیں کہ حلال و حرام امر و نہی وغیرہ کے متعلق ان کی حدیثیں لی جائیں۔ حالانکہ ہم تمہیں اس کے برعکس دیکھتے ہیں۔ تم ان امیوں کی روایت تو لے لیتے ہو اور ان فاضلوں کی روایت حلال و حرام امر و نہی وغیرہ کے متعلق بہت کم لیتے ہو اور جو لیتے بھی ہو اسے ضعیف سمجھتے ہو اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا جا سکتا ہے۔

جواب نمبر ا: تمہارا یہ اعتراض بالکل بہتان ہے کیونکہ حلال و حرام اور امر و نہی کے متعلق ہماری شریعت کی بنیاد صرف اس کتاب مجید پر ہے جس کے آگے پیچھے باطل کا گزر نہیں ہو سکتا اور جو اللہ رب العالمین کی جانب سے محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس نے مختلف الاجناس و طبائع اور مختلف علوم کے حامل تمام اقوام عالم کو چیلنج کیا کہ اس کے مثل کلام لے آئیں، جس سے ان کی صداقت اور کلام اللہ کے جھوٹے ہونے کا اندازہ ہو جائے تو وہ عاجز رہے پھر

انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کے مثل دس سورتیں ہی لے آئیں اس پر بھی وہ عاجز رہے پھر انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کے مثل ایک سورت ہی لے آئیں اس سے بھی وہ عاجز رہے، جب کہ وہ فصاحت و بلاغت زبان و قلم میں مشہور تھے، لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ پوری طرح کوشش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اس کی تکذیب کے لئے کوئی شوشہ نکل آئے تا کہ وہ پوری طرح لوگوں کو نفرت دلائیں، البتہ مسیلمہ کذاب نے اس کے مقابلہ میں سورۃ پیش کرنے کی کوشش کی بھی تو وہ اس قدر خرافات کا مجموعہ لایا جو کسی پاگل اور مجنون ہی کا کلام ہو سکتا ہے، مثلاً اس نے یہ آیتیں گھڑیں۔

"یاضفدع بنت ضفد عین فقی کما تنقین لاالشارب تمنعین ولا الماء تکدرین"۔

(اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی بیٹی ہے اپنے آپ کو پانی میں صاف ستھرا رکھ، جیسے کہ پہلے رکھا کرتی تھی نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ پینے والے کو روکتی ہے۔

اسی طرح ایک جگہ ہے۔

والطاحنات طحناً والعاجنات عجنا فالخابزات خبزا اهالة وسمنا

غرضیکہ مسلمانوں کے دین کی بنیاد اور حلال و حرام کا مبین وہ کلام اللہ ہے جس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اور جس میں ہر چیز کی تفصیل و بیان ہے اور جو دلوں کی بیماریوں کیلئے ہدایت و شفا ہے۔

جواب نمبر ۲: تم یہ کہتے ہو کہ مسلمانوں نے اپنے دین کی بنیاد ان صحابہ کی روایتوں پر رکھی ہے جو ان پڑھ اور امی تھے۔ یہ تمہاری بہت بڑی بہتان طرازی اور کذب بیانی ہے کیونکہ وہ ضرور امی تھی لیکن اس وقت جب تک کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت نہیں ہوئی تھی۔ پھر جب آپ کی بعثت ہوئی اللہ رب العالمین نے انہیں کتاب و حکمت کا علم دیا، یہاں تک کہ انہیں اقوام عالم پر علم و عمل، معارفت الٰہیہ اور علوم نافعہ دے کر فضیلت دی، جن کا مقابلہ کوئی بھی امت نہیں کر سکتی ہے۔ اگر تمام امتوں کے علم و ہدایت معارف و بصیرت ایک طرف رکھ دیئے جائیں تب بھی ان کے علم و

ہدایت کے مقابلہ میں ان کی کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ ہاں ہم یہ جانتے ہیں کہ بقیہ اقوام عالم دنیاوی علوم مثلاً علم حساب، علم ہندسہ، علم موسیقی، علم آرٹ، علم جغرافیہ، علم ہیئت، علم کیمیا، علم زراعت، علم فزکس، علم سائنس وغیرہ کے اعتبار سے ان سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔ لیکن حقیقت میں یہ علوم چند روزہ مادی زندگی کے لئے ہیں اور حقیقی کامیابی اور اخروی زندگی کے لئے کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتے، اخروی کامیابی کا علم تو درحقیقت صرف صحابہ ہی کے پاس تھا اگر تم یہ کہتے ہو کہ اخروی علوم میں بھی وہ کورے تھے، مثلاً اللہ کی ذات، اس کے اسماء وصفات اس کے افعال واحکام، اس کی دین وشریعت کی تفصیل، یوم آخرت کی تفصیل، حیاۃ بعد الممات کی تفصیل، نفس کی سعادت و شقاوت، دلوں کی درستگی اور اس کے امراض کے متعلق انہیں علم نہیں تھا تو یہ غایت درجہ کا بہتان ہے لیکن جب نبی کریم ﷺ جن کی صداقت اظہر من الشمس تھی، تمہاری اس بہتان طرازی اور کذب بیانی سے محفوظ نہیں رہے تو پھر آپ کے صحابہ کیسے تمہاری اس الزام تراشی سے بچ سکتے ہیں اور کیونکر تم ان کے علم وفضیلت کا اعتراف کروگے۔

لیکن ہم تمہاری یہ الزام تراشی کیسے تسلیم کرلیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی فطرت سے سلیم الفطرت اور ان سے زیادہ ذہین دنیا میں کوئی نہیں تھا، ان کی ذہانت یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کی زبان سے نئی نئی باتیں سنتے اور فوراً یاد کرلیتے اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حریص ہوتے، دن رات سفر وحضر ہر حالت میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ آسمانی خبریں ان تک پہونچتی رہتیں، جو مختلف مضامین اور نئے نئے اسلوب بیان پر مشتمل ہوتیں، کبھی آخرت کا ذکر کبھی تخلیق عالم اور احوال ماضیہ کا بیان، کبھی گذشتہ انبیاء کرام کی سیرت اور ان کے ساتھ ان کی امتیوں کے برتاؤں کی تفصیل، کبھی عند اللہ ان کے درجات ومنازل کی وضاحت کبھی ان کی تعداد اور کتابوں کا ذکر، کبھی ان کے دشمنوں پر عذاب اور متبعین کے انعامات کا تذکرہ، کبھی فرشتے اور ان کے انواع واصناف اور ان کے کاموں کا ذکر، کبھی امور آخرت میں جنت جہنم کی تفصیل، کبھی یوم قیامت کی تفصیل، غرض کہ یہ کتاب حکیم تمام علوم اولین وآخرین پر مشتمل تھی، جس کے مثل دنیا میں کوئی کتاب نہیں

اتری، جس کا اعتراف حضرت مسیح نے بشارت دیتے ہوئے ان الفاظ میں کیا تھا۔

کہ وہ کتاب ایسی ہوگی کہ اللہ نے تمہارے لئے جو چیزیں بھی تیار کر رکھی ہے، ان تمام کی خبر دے گی دوسری جگہ ہے کہ وہ کتاب تمہیں حوادث وغیوب کی خبر دے گی، ایک جگہ ہے کہ وہ کتاب تمہیں ہر چیز سکھلائے گی ایک جگہ ہے کہ وہ تمہارے لئے اسرار کو ظاہر کرے گی، اور ہر چیز کی تفسیر بیان کرے گی۔ میں تمہارے پاس امثال لایا ہوں اور وہ تمہارے پاس تاویل بیان کرے گی۔

دوسری جگہ ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے، لیکن جب یعنی وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام حق کی رہنمائی کرے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور جو کچھ باپ کے لئے ہے تمہیں اس کے متعلق خبر دے گا۔

غرضیکہ ایسی عظیم کتاب (جس کا اعتراف حضرت مسیح نے کیا تھا) کے یاد کرنے کی ذمہ داری صحابہ کرام نے اٹھائی، جو اس بات پر بین ثبوت ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ذہین تھے اور کوئی بھی امت ان کے علوم ومعارف کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

ان کی ذہانت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور صحابہ کرام کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ پھر آپ منبر سے اترے، اور ظہر کی نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہوگیا، اس خطبہ میں آپ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر چیز کے متعلق خبر دے دی۔ لیکن صحابہ کرام نے لفظ بہ لفظ آپ کی باتیں حفظ کرلیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیا، جس میں تخلیق کی ابتداء سے لے کر جنت وجہنم کے دخول تک کی خبر دی، یہی نہیں بلکہ آپ ہر چیز کے متعلق اس طرح تفصیل کرتے کہ ایک یہودی نے حضرت سلمان سے کہا کہ تمہارے نبی تو تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں، یہاں تک کہ پاخانہ کرنے کے

طریقے بھی، حضرت سلمان نے کہا ہاں بات تو ایسے ہی ہے لیکن صحابہ کرام ان تمام باتوں کو من و عن رسول اللہ ﷺ سے سن کر اس طرح حفظ کر لیتے کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے حافظہ اور ذہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

صحابہ کرام تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم اور افضل تھے اس امت کے تمام علماء ان کے شاگرد ہیں

کبار صحابہ اور ائمہ کا بیان

عصر حاضر میں مسلمانوں کے درمیان جو مختلف قسم کے دینی علوم اتنے اعلیٰ و ہمہ گیر پیمانے پر بکھرے ہوئے ہیں وہ درحقیقت صحابہ کرام ہی کے اقوال و فتاویٰ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرام کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان پڑھ اور جاہل لوگ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس جوان میں بچے اور نو عمر تھے، ان کے علم نے پوری دنیا کو ڈھانپ دیا اور تیس بڑی کتابوں کے قریب ان کے صرف فتاوے ہوں گے۔

وہ علم کے ایسے بحر بیکراں تھے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں تھا، اور اگر ان کا علم تمام اہل دنیا پر تقسیم کر دیا جاتا تو پوری دنیا کے لوگوں پر بھاری ہوتا، اور انہیں ڈھانپ لیتا، جب آپ حلال و حرام اور فرائض کے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کرنے لگتے تو سننے والے یہی کہتے کہ اس سے بہتر کوئی نہیں بیان کر سکتا، جب قرآن کے معانی و مطالب بیان کرنے لگتے اور گذشتہ امتوں کے قصہ و اخبار بیان کرتے تو سننے والے پھر یہی کہتے جب آپ عرب کے قبائل کا نسب نامہ اور ان کے اصول و فروع کا بیان شروع کرتے تو سننے والے پھر یہی کہتے کہ ان سے بہتر کوئی شخص نہیں بیان کر سکتا۔

مجاہد کا قول ہے کہ علماء محمد ﷺ کے صحابہ ہیں اور قتادہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ وَيَرَى الَّذِينَ

أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ (سورۃ السبا۔ آیت 6) میں اصحاب محمد ﷺ مراد ہیں۔

جب حضرت معاذؓ کی وفات قریب ہوئی تو آپ سے کہا گیا کہ کچھ وصیتیں کیجئے آپ نے فرمایا کہ علم اور ایمان اپنی جگہوں میں پائے جاتے ہیں، جوان کو تلاش کرے گا وہ چار آدمیوں کے پاس پائے گا۔ ایک تو میر ابودرداء کے پاس، دوسرے سلمان فارسی کے پاس، تیسرے عبداللہ بن مسعود کے پاس اور چوتھے عبداللہ بن سلام کے پاس، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ دس جنتی لوگوں میں سے ایک ہوں گے۔

ابو اسحٰق سبیعی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ دنیا میں تین بڑے عالم ہیں ایک شام میں ہیں اور ایک کوفہ میں اور ایک مدینہ میں۔ شام اور کوفہ والے، مدینہ والے کی طرف بہت سے مسائل میں رجوع کرتے ہیں، لیکن مدینہ کا عالم ان سے نہیں پوچھتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کس صحابی کے بارے میں، لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں۔ حضرت علیؓ بیان کرنے لگے کہ انہوں نے قرآن کی تعلیم حاصل کی، سنت کا علم حاصل کیا اور اس طرح ان کے بہت سے صفات بیان کئے، پھر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت حذیفہ کے بارے میں بیان کیجئے، حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سب سے زیادہ منافقین کو پہچاننے والے تھے، لوگوں نے پھر پوچھا کہ حضرت ابوذر کے بارے میں بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں کے مددگار اور علم سے بھرے ہوئے آدمی تھے۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عمار کے بارے میں بتائیے، انہوں نے کہا کہ وہ مومن آدمی تھے جو بہت زیادہ بھولتے تھے، جب یاد دلایا جاتا تو یاد کرتے، ان کے گوشت و خون میں خدا پر ایمان سرایت کئے ہوئے تھے، جہنم کی آگ انہیں نہیں چھو سکتی، لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوموسیٰ کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا کہ وہ علم میں پوری طرح رنگے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا

کہ حضرت سلمان کے بارے میں خبر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت سلمان نے پہلے اور بعد کے دونوں علموں کو سیکھا تھا اور وہ علم کے ایسے سمندر تھے جو ختم ہونے والا نہیں تھا۔ ان کا شمار ہم اہل بیت میں کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا اے امیرالمؤمنین آپ اپنے بارے میں بتائیے۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا تمہارا یہی مقصد تھا۔ جب میں سوال کرتا تو اس کا جواب مجھے دیا جاتا اور آپ ﷺ خاموش رہتے تو میں سوال کرکے ابتداء کرتا۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے بالمشافہ گفتگو کی، میں نے علم کا آخری درجہ اور انتہا ان میں سے چھ آدمیوں کے پاس پایا وہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر، زید بن ثابت، ابودرداء اور ابی بن کعب ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، وہ پانی سے بھرے جھیل کے مانند تھے، جھیل ایک سوار کو بھی سیراب کرتا ہے اور دو سواروں کو بھی اور دس سواروں کو بھی اور اگر پوری روئے زمین کے لوگ اس پر وارد ہوں تو ان کو بھی سیراب کردے گا اور عبداللہ بن مسعود انہیں جھیلوں میں سے تھے۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سویا ہوا تھا، میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس کا بعض حصہ پیا، پھر دیکھا کہ پانی کا چشمہ میرے ناخن سے نکل رہا ہے، پھر اس کا بچا ہوا حصہ میں نے عمر کو دے دیا، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی تاویل کیا کی آپ نے فرمایا اس سے علم مراد ہے۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عمر علم کے دس حصوں میں نو حصہ لئے ہوئے تھے انہیں عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر حضرت عمر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور پوری دنیا کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری ہوگا۔ حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ گویا کہ لوگوں کا علم حضرت عمر کے علم کے سامنے پتھر کے نیچے دبا ہوا ہے۔

شعبی کا کہنا ہے کہ اس امت کے قاضی چار حضرات ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت

زید بن ثابت، حضرت ابوموسیٰؓ، قبیصہ بن جابر کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے زیادہ اللہ کی معرفت اس کی کتاب کا علم، تفقہ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا، میں اس وقت کم عمر تھا اور علم قضاء سے ناواقف تھا میں نے کہا کہ آپ مجھے ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں، جہاں نئی نئی چیزیں پیدا ہوں گی اور مجھے قضاء کا علم نہیں، آپ نے میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ اللہ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا، حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں کیا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ اتفاق سے میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا گزر ہوا، آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے کیا دودھ ہے، میں نے کہا ہاں لیکن میں امین بنایا گیا ہوں، آپ نے فرمایا کیا کوئی ایسی بکری ہے جس سے کسی نر نے جفتی نہ کی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک بکری آپ کے پاس لایا، آپ نے اس کا تھن چھوا اور دودھ اتر آیا، پھر آپ نے اس کو ایک برتن میں دوہا اور خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا، پھر آپ نے تھن سے کہا سکڑ جا، چنانچہ وہ سکڑ گیا، اس کے بعد میں آپ کے پاس پہنچا اور کہا اے اللہ کے رسول، وہ قول آپ مجھے بھی سکھا دیجئے، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا تمہارے اوپر اللہ رحم کرے تم بڑے عالم اور معلم ہو۔

عقبہ بن عامر نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود سے بڑھ کر شریعت محمدی کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ نے کہا کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی آپ کی باتیں سنتے تھے۔ جب ہم نہیں سنتے تھے اور اس وقت بھی آپ کے پاس پہنچے رہتے، جب ہم نہیں پہنچ پاتے۔

مسروق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جتنی سورتیں نازل ہوتی ہیں، میں سب کو جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی آدمی کے

پاس اللہ کی کتاب کا علم مجھ سے زیادہ ہے، تو اگر اس کے پاس پہنچنا ممکن ہے تو میں ضرور پہنچوں گا۔

عبداللہ بن بریدہ نے آیت کریمہ "حَتّٰى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا" (سورۃ محمد۔16) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن مسعود ہیں۔ مسروق کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ علم فرائض میں بہت اچھی تھیں۔

خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے متعلق سوال کرتے دیکھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ جب بھی ہم اصحاب محمد ﷺ پر کوئی مسئلہ دشوار گزرتا تو حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے اور اسکے متعلق ان کے پاس معلومات ہو جاتی۔

شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ جب اصحاب محمد ﷺ آپس میں باتیں کرتے اور ان میں معاذ بن جبل موجود ہوتے تو وہ خوف سے حضرت معاذ کو دیکھتے رہتے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ ایسے برتن ہیں جو علم سے بھرے ہوئے ہیں، پھر اس کا بندھن باندھ دیا گیا اور اس سے کوئی چیز نہیں نکل سکی، یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو زید بن ثابت کو راسخین فی العلم میں پایا، ابو درداء کے پاس جب حضرت عبداللہ بن مسعود کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اب ان کے بعد ان کے مثل کوئی نہیں رہ گیا۔

ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض کو علم دیا جاتا ہے، لیکن حلم و بردباری نہیں دی جاتی اور شداد بن اوس کو علم اور حلم دونوں سے نوازا گیا، جب زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو عبداللہ بن عباسؓ ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ دنیا سے عالم ایسے ہی اٹھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو اپنے سے قریب کیا، اور آپ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں حکمت سکھا اور کتاب کی تاویل کا علم دے۔

جب حضرت عبداللہ بن عباس کا انتقال ہوا تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اس امت کے سب سے بڑے عالم کی وفات ہوگئی۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے بڑھ کر سنت کا عالم، اصابت رائے کا حامل اور بالغ نظر رکھنے والا آدمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عمرؓ ان سے کہتے کہ میرے پاس کچھ پیچیدہ مسائل آ گئے ہیں، ان مسائل کا حل تم ہی کرو، جب کہ حضرت عمرؓ کی نگاہ مسلمانوں کے لئے بڑی دوررس تھی، مسلمانوں کے معاملات میں جفاکش ہونے کے اعتبار سے بہت مشہور تھے۔

عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی مجلس سے زیادہ معزز کسی مجلس کو نہیں دیکھا۔ آپ سب بڑے فقیہ اور عالم تھے۔ آپ کی مجلس میں اصحاب فقہ بھی رہتے اور اصحاب قرآن بھی اور اصحاب شعر بھی، آپ ان سب کو ایک وسیع وادی میں لے جاتے اور حضرت عمر بن خطاب اکابرین صحابہ کے ساتھ ان سے بھی دریافت کرتے، اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کے لئے علم وتفقہ میں زیادتی کی دعا کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عباس ہماری عمریں پالیتے تو ان کے علم کا دسواں حصہ بھی کوئی آدمی علم نہیں حاصل کر پاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ مجھ سے جس شخص نے بھی کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ آدمی فقیہ ہے یا غیر فقیہ۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا، آپ نے فرمایا کہ سائلوں کی زبان اور عاقلوں کے دل سے۔ آپ کو آپ کی کثرت علم کی بناء پر بحر کہا جاتا تھا۔

طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے تقریباً پچاس اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے کوئی چیز بیان کی، تو انہوں نے مخالفت کی، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس اپنے اس قول پر جمے رہے اور ان کو قائل بنا کر چھوڑا۔

اعمش کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو دیکھا تو کہا کہ یہ سب سے زیادہ خوبصورت آدمی ہیں، جب انہوں نے بات کی تو میں نے کہا یہ سب سے زیادہ فصیح اللسان

آدمی ہیں، پھر جب انہوں نے بیان کیا تو میں نے کہا یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن عباس کسی چیز کی تفسیر بیان کرتے تو میں ان کے چہرے پر نور دیکھتا۔

ابن سیرین نے کہا کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ ایک آدمی کے پاس جتنا علم ہے، اتنا تمام لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

ابن عون کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا گویا میں انکار کر رہا ہوں، پھر انہوں نے کہا کہ کیا ایسی بات نہیں کہ ابوبکر جو جانتے تھے، وہ تمام لوگ نہیں جانتے تھے، پھر عمر کے پاس جو علم تھا وہ تمام لوگوں کے پاس نہیں تھا۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ اگر تمام قبائل عرب کا علم ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور حضرت عمر کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمر کا پلڑا جھک جائے گا۔

اعمش کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ بات ابراہیم سے کہی، ابراہیم نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر علم کے دس حصوں میں نو حصے لے گئے۔

سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے کسی کو حضرت عمرؓ سے بڑا عالم نہیں سمجھتا ہوں۔

شعبی کہتے ہیں لوگوں کے قضاۃ چار ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عائشہؓ، فرائض، سنن، احکام، حلال و حرام اور تفسیر کے علم میں مقدم تھیں۔

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مجھے کبھی بھی کسی ایسے شخص کی مجلس نہیں ملی جو حضرت عائشہ سے بڑھ کر علم قضاء اور زمانہ جاہلیت کی تاریخ کا عالم ہو، ان سے زیادہ شعر کی روایت کرنے والا اور علم فرائض و طب میں ماہر ہو۔

عطاء کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے آٹھ سو صحابی و تابعی

نے علم کی روایت کی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کے دل کو تمام لوگوں میں بہتر پایا، پھر آپ کے صحابہ کے دلوں کو تمام لوگوں سے بہتر پایا، تو ان کو آپ کا وزیر بنا دیا گیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اصحاب محمد ﷺ مراد ہیں۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (النمل۔59)

کہہ دو کہ حمد اللہ کے لئے ہے، اور سلام اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے کسی کے طریقے پر عمل کرنا چاہتا ہو، وہ ان لوگوں کے طریقے کو اپنائے جو مر چکے ہیں، اس لئے کہ جو لوگ زندہ ہیں، وہ فتنہ سے مامون نہیں ہیں۔ وہ اصحاب محمد ہی تھے۔ جن کے دل اس امت میں سب سے زیادہ نیک تھے، جن کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا، جو سب سے کم تکلف کرتے تھے وہ ایسی قوم تھی، جس کو اللہ نے اپنے دین کی قیام کے لئے اور اپنے نبی کی محبت کے لئے چن لیا تھا، تو ان سے حق کو پہچانو۔ ان کی ہدایتوں کو پکڑو، اس لئے کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

اللہ نے ان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ایسی تعریف کسی امت کی نہیں کی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (البقرۃ۔143)

اور اسی طرح ہم نے تم کو متوسط امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں۔

دوسری جگہ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ال عمران۔110)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم انہیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

ایک جگہ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (الفتح۔29)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب انہیں دیکھو گے تو رکوع وسجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے سجدے کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہوں گے جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے ان کی صفت توراۃ میں اور انجیل میں، ان کی مثال یوں دی گئی ہے، گویا ایک کھیتی ہے جس نے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے پر جلیں، اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

ایک جگہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (التوبہ۔119)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں میں سے ہو جاؤ۔

یہاں محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ مراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے اپنے امتیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

تم بہترین امتیوں کی تکمیل کرنے والے ہو، جن میں سب سے افضل اور اعلیٰ تم ہی ہو، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہو۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

(التوبہ۔100)

مہاجرین وانصار میں سے جو سابقین اولین ہیں، اور جنہوں نے ان کی اتباع کی احسان کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے جنت تیار کر رکھا ہے، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

امام مالک نے نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر حاجیوں کے آنے کے وقت لوگوں کے لئے راستہ میں بیٹھ جاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں کسی دن حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ جاتا اور کسی دن ابن عمر کے پاس، عبداللہ بن عباس سے جو بھی پوچھا جاتا، اس کا جواب اور فتویٰ دیتے اور ابن عمر اکثر باتوں کو لوٹا دیا کرتے تھے۔

مالک نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ معاذ بن جبل قیامت کے دن تا حد نظر یا پتھر پھینکنے کی مقدار تک علماء کے امام ہوں گے۔

مالک کا کہنا ہے کہ ابن عمر نبی کریم ﷺ کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ وہ لوگوں کو موسم حج میں اور اس کے علاوہ میں فتویٰ دیتے اور آپ ائمہ دین میں سے تھے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت جریرؓ سے فرمایا، اللہ تمہارے اوپر رحم کرے، تم جاہلیت میں سردار تھے اور اسلام میں فقیہ۔

محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ عمران بن حصین سے افضل بصرہ میں کوئی نہیں آیا، اور جابر بن عبداللہ کا رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک حلقہ ہوتا، جن سے لوگ علم حاصل کرتے، درحقیقت

آفاق عالم میں علم کی روشنی صحابہ کرام کے ذریعہ پھیلی انہوں نے ہی ملکوں کو جہاد سے فتح کیا اور دلوں کو علم وقرآن کے ذریعے اور پوری دنیا کو علم وحکمت سے بھردیا اور آج کل کے لوگ حقیقت میں انہیں کے چھوڑے ہوئے علوم کی اتباع کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب ''الرسالہ'' کے اندر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی بڑی تعریف کی ہے پھر فرمایا ہے کہ وہ علم اور اجتہاد، تقویٰ وعقل اور ہر اس امر میں ہم سے فوقیت رکھتے تھے جس سے علم حاصل ہوتا ہے، ان کے آراء ہمارے لئے قابل تعریف ہیں اور ہماری رایوں سے بہتر ہیں اور وہ لوگ جن سے ہم راضی ہیں اور ہمارے شہر میں جن سے روایت کی جاتی ہے اگر تمام صحابہ کے اقوال وہ نہ لیں تو انہیں ایک بھی سنت کا علم نہیں ہوگا اور اگر بعض صحابہ کے اقوال ان تک نہ پہونچیں تو انہیں بعض سنت کا علم نہیں ہوسکتا، اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ہم ان تمام لوگوں کے اقوال سے نہیں نکل سکتے۔

امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے توراۃ انجیل اور قرآن میں صحابہ کرام کی تعریف کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے وہ فضائل بیان کئے ہیں جو ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچ جائے تو ہم اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے اور جب صحابہ کا قول ملے تو ہم ان کے قول کو اختیار کریں گے اور اس سے نہیں نکلیں گے۔

ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ شام میں داخل ہوئے تو اہل کتاب کا ایک شخص انہیں دیکھ کر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ ساتھی جنہیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی دے دی گئی وہ بھی ان سے زیادہ مجتہد نہیں تھے۔ خود صادق المصدوق جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے علی الاطلاق صحابہ کے زمانہ کو سب سے بہترین زمانہ کہا ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العالمین نے ان کے بارے میں مطلقاً خیر الامم ہونے کی گواہی دی ہے۔ ان

کے علماء اور تلامیذ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو علم سے بھردیا، تمام علماء اسلام ان کے شاگرد اور سلسلہ بسلسلہ شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

ان کے پاس صحابہ کی بیان کی ہوئی جو چیزیں ہیں وہی سب سے بہتر ہیں۔ صحابہ کی فقہ سب سے بہتر اور ان کی تفسیر سب سے اچھی مانی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی ذات اس کی صفات وافعال قضاوقدر کے باب میں صحابہ کے اقوال سب سے مقدم ہیں، اور جو شخص صحابہ کے بیانات اور انبیاء کے بیانات دونوں سے واقف ہوتو اسے اندازہ ہوگا کہ درحقیقت صحابہ کی تفسیر اور ان کی بیان کی ہوئی چیز انبیاء کے قول کی ترجمان ہوتی ہے نیز اسی سے ماخوذ مشتق ہوتی ہے اور تمام علوم نافعہ جو امت کے اندر رائج ہیں وہ انہیں کے کلام سے ماخوذ ومستنبط ہیں اور یہ علماء انہیں کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ جن کی تصانیف اور فتاؤں سے روئے زمین بھرگئی ہے۔

امام مالک کے فتاوے متعدد موٹی موٹی کتابوں میں جمع کئے گئے ہیں، اسی طرح امام ابو حنیفہ کے بھی اسی طرح امام شافعی کی تصنیفات سو کے لگ بھگ ہیں، اسی طرح امام احمد کے فتاوے اور ان کی تصنیفات تقریباً سو بڑی کتابوں کی شکل میں ہیں، جن میں صرف فتاوے بیس جلدوں میں ہمارے پاس موجود ہیں، اور ان کی اکثر تصنیفات کل کے کل رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ و تابعین ہی سے ماخوذ ہیں۔

اور متاخرین میں امام ابن تیمیہؒ کو لے لیجئے، جن کے فتاوے ان کے شاگردوں نے تیس جلدوں میں جمع کئے ہیں جن کو میں نے دیار مصر میں دیکھا اس کے علاوہ بھی ائمہ اسلام کی اتنی تصنیفات ہیں، جن کا شمار کرنا مشکل ہے اور تمام کے تمام لوگ اول سے آخر تک صحابہ کے علم وفضل کا اقرار کرتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا علم صحابہ کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے کہ صحابہ کرام کا علم رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ہے۔ مروی ہے کہ کعب احبار نے ایک یہودی عالم کو آہ وبکا میں مبتلا دیکھا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا امر رلا رہا ہے، اس نے کہا کوئی بات یاد آئی ہے جس سے یہ حالت طاری ہے۔

حضرت کعب نے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر میں تجھ سے وہ امر بیان کردوں جو تجھے رلا رہا ہے تو تو میری تصدیق کردے گا اور حقیقت کا اعتراف کردے گا اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے جب تورات کی تلاوت کی تو عرض کیا اے رب العالمین میں تورات میں ایسی امت کی نشاندہی پاتا ہوں جو سب امتوں سے سیرت و کردار میں بہتر ہوگی اور ان کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا جائے گا، جو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور پچھلی سب کتابوں پر ایمان لائیں گے، گمراہ لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ دجال اعور کو قتل کریں گے، انہیں میری امت بنادے اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ وہ تو امت احمد ہیں۔

اس یہودی عالم نے کہا ہاں (میں نے یہ مضمون توراۃ میں دیکھا ہے)

کعب احبار نے فرمایا تجھے میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ پر نظر ڈالی تو عرض کیا اے اللہ میں ایسی امت کا یہاں تذکرہ پاتا ہوں جو بہت ہی حمد و ثناء بجالانے والے ہوں گے اور عبادت کا وقت معلوم کرنے کے لئے سورج کا خاص طور سے خیال رکھیں گے۔ منصب عدالت وحکومت پر فائز ہوں گے، جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو مشیت خداوندی کو مدنظر رکھ کر کہیں گے، اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایسا کریں گے ان کو تو میری امت بنادے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ یہ تو امت احمد ہیں۔ یہودی عالم نے کہا ہاں، کعب احبار نے پھر کہا میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا توراۃ میں مرقوم نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کو دیکھا تو اللہ رب العالمین سے کہا کہ اے اللہ میں اس کے اندر ایسی امت کا حال دیکھ رہا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی شخص بلندی پر چڑھے گا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرے گا اور جب وادیوں میں اترے گا، تو الحمد للہ پکارے گا، پوری روئے زمین اس کے لئے (بطریق تیمم) موجب طہارت ہوگی اور ساری روئے زمین ان کے لئے نماز کی جگہ،

جناب سے طہارت حاصل کرنے والے ہوں گے اور پانی دستیاب نہ ہونے پر روئے زمین ان کے لئے پانی کی طرح موجب طہارت ہوگی، قیامت کے دن آثار وضو سے ان کے چہرے ہاتھ پاؤں منور ہوں گے۔ اے اللہ تو ان لوگوں کو میری امت بنادے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا، اے موسیٰ وہ تو امت احمد ہیں، یہودی عالم نے کہا ہاں میں نے یہ مضمون توراۃ میں دیکھا ہے۔

حضرت کعب احبار نے پھر ان سے یہ کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب (توراۃ) میں تو نے دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے تورات میں امت مرحومہ کا حال ملاحظہ فرمایا تو عرض کیا اے رب! میں تورات میں ایسی امت کی شان دیکھتا ہوں جو رحم کی گئی ہے اور کمزور ہے۔ تو نے ان کو کتاب کا وارث بنایا ہے اور ان کو اپنے نفس کے لئے چن لیا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، اور کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور کچھ لوگ بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔ میں ان میں تمام لوگوں کو موم دیکھتا ہوں، تو اے رب العالمین ان کو میری امت بنادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ وہ احمد مختار کے امتی ہیں، یہودی عالم نے کہا ہاں۔

حضرت کعب نے پھر اس سے کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نے تورات کے اندر اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں ا ت مرحومہ کا تذکرہ دیکھا تو کہنے لگے، اے اللہ تعالیٰ میں تورات میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کے مصاحف ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے، نماز میں صف بندی ایسے ہی کریں گے جیسے کہ ملائکہ آسمانوں میں کرتے ہیں، مساجد میں ان کے الفاظ شہد کی مکھیوں کی طرح محسوس ہوں گے، ان میں کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا، ماسوا اس شخص کے جو نیکیوں سے اس طرح دور ہوگا جیسے نباتات پتھر پر اگنے سے۔ تو اے اللہ تو انہیں میری امت بنادے، اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ، وہ امت احمد ﷺ ہیں یہودی عالم نے کہا ہاں میں اس امر کو مانتا ہوں۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس خیر و برکت اور فضل وشرف پر تعجب کیا، جس سے اللہ نے محمد ﷺ اور آپ کی امت کو نوازا، تو کہا اے کاش میں بھی اصحاب محمد سے ہوتا تو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تین آیات نازل فرمائیں جن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنا مقصود تھا۔

پہلی آیت:

یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ (الاعراف۔144)

اے موسیٰ ہم نے تمہیں تمام لوگوں پر رسالت وہمکلامی کے لئے منتخب فرما کر فوقیت دے دی ہے تو جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں شامل ہو جاؤ۔

دوسری آیت:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّۃٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۝ (الاعراف۔159)

اور موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے اور حق کے ساتھ حکم دیتی ہے۔

تیسری آیت:

وَکَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ (الاعراف۔145)

ہم نے ان کے لئے الواح توراۃ میں ہر چیز درج فرما دی۔

تو موسیٰ علیہ السلام پوری طرح راضی ہو گئے۔

یہ فصول بعض توراۃ میں ہیں بعض صحف شعیا علیہ السلام میں یعنی دوسری آسمانی کتابوں میں اور یہاں توراۃ سے مراد صرف توراۃ معینہ نہیں ہے جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اللہ رب العالمین نے حضرت موسیٰؑ کے لئے الواح تورات میں ہر چیز کو بطور نصیحت مفصلاً بیان کر دی تھی، لیکن جب اسے توڑ دیا گیا تو بہت سی چیزیں اٹھالی گئیں اور بہت سی خیر کی باتیں باقی رہ گئیں۔ لہٰذا اگر اہل کتاب کو معلوم نہ ہو تو ان کا نہ جاننا اس کی صحت نقل میں قادح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام سے حاصل کردہ علوم میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جس کو چند لوگ یا صرف ایک آدمی

جانتا ہے، اور یہ امت یہود اپنے انبیاء کے زمانہ ہی سے اس علم کے وارث تھوڑے ہی مقدار میں رہے اور اکثر لوگ اس کے منکر اور جاہل رہے ہیں۔

حضرت کعب احبار نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میدان قیامت میں حساب کے لئے جمع کئے گئے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو بلایا گیا اور ہر نبی کے ساتھ ان کی امت بھی آئی۔ میں نے ہر نبی کے ساتھ دو امت دیکھا اور ان کے ہر متبع کے لئے ایک نور، جس کی روشنی میں وہ چلتے تھے جب محمد ﷺ کو بلایا گیا تو ان کے سر اقدس اور چہرہ انور کے ہر بال کی جگہ نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں اور آپ کے ہر متبع کے لئے دو نور تھے، وہ اس کی روشنی میں چل رہے تھے۔

کعب احبار نے اس شخص سے پوچھا تمہیں یہ بات کس نے بتائی، اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کعب نے مزید اطمینان کے لئے کہا تو نے یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے، اس نے کہا ہاں تو کعب احبارؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ نبی کریم ﷺ، آپ کی امت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امم کی صفات و کیفیات ہیں (جو توراۃ میں منقول ہیں) گویا کہ تو نے تورات سے ان صفات و کیفیات کی تلاوت کی ہے۔

بعض کتب قدیمہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا اے اللہ کے روح، کیا اس امت کے بعد بھی کوئی امت ہے انہوں نے کہا ہاں۔ لوگوں نے کہا وہ کون سی امت ہے، آپ نے فرمایا امت احمد۔ لوگوں نے پوچھا امت احمد کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ علماء حکماء، ابرار اور اتقیاء ہیں۔ وہ فقہ و علم میں انبیاء کے مانند ہیں، وہ اللہ کے تھوڑے سے رزق پر راضی رہیں گے اور اللہ ان کے تھوڑے عمل پر راضی رہے گا۔ ان کو جنت میں لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے سے داخل کرے گا، حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس امت کے علماء بنو اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، اور اس کے متعلق ایک مرفوع حدیث بھی ہے جس کی صحت کا حال مجھے معلوم نہیں۔

ذرا مغضوب اور گمراہ امت اپنے علوم اور علماء کا جائزہ لیں

میں پوچھتا ہوں کہ تم تثلیث کے علمبرداروں، صلیب پرستوں، ملعونوں اور مغضوبوں کو علم و فقہ میں کون سا درک حاصل ہے جو تم نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو علم وفقہ سے کورا بتلاتے ہو جب کہ آپ کے اصحاب اور ان کے شاگرد بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند علم رکھتے ہیں اور ملعون ومغضوب تمہارے علماء خدا کے نزدیک گدھے کے مانند ہیں، جو صرف کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہیں اور تم نے تو خدا کے بارے میں ایسی خرافات باتیں کہی ہیں کہ دنیا کی کسی قوم نے ایسی گھناؤنی باتیں نہیں کیں۔

لہٰذا جب تم دنیا کی تمام برائیوں اور اخلاقی گراوٹ کے پیکر ہو تو تمہاری یہ مجال کہ تم اصحاب محمد ﷺ پر لعن طعن کرو، ان کو جاہل وان پڑھ بتلاؤ، شناخت وتمیز عالم اور جاہل کے درمیان تو وہ کرے اور وہی شخص کر سکتا ہے جو انہیں کا ہم پلہ اور انہیں کے زمرے کا ہو۔

اور تم تو ایسے ہی ہو جیسے کہ کوئی خالی ہاتھ، نہتا آدمی کسی ایسے شخص سے مقابلہ کر رہا ہو جو ہتھیاروں سے لیس ہو، یا شیشہ کا گھر رکھنے والا آدمی پتھر کا قلعہ رکھنے والے شخص سے ٹکرائے۔

غرض کہ تم تو پوری دنیا میں سب سے بڑے جاہل ہو، تمہارے علوم کا سب سے بڑا سرمایہ "المشنا اور تلمود" ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی، موسیٰ علیہ السلام پر بہتان طرازی کی گئی ہے اور جس میں صرف احبار سوء اور علماء سوء کی نت نئی گڑھی ہوئی باتیں ہیں، جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ تمہارا علم یہی ہے کہ اللہ کو انسانوں کی پیدائش پر ندامت ہوئی اور ان کا وجود ان پر سخت گزرا، اور طوفان نوح کے بعد اس سے متاثر ہو کر اس قدر رویا کہ اسکی آنکھیں پر آشوب ہو گئیں، یہاں تک کہ ملائکہ نے اسکو تسلی دی اور عیادت کی۔

اسی طرح تمہارے بھائی امت ضلال نصاریٰ کا علم یہ ہے کہ انہوں نے تمام شرائع انبیاء کو چھوڑ دیا اور حضرت مسیح کی مخالفت کی، اپنے احبار اور علماء کی باتیں اور اللہ رب العالمین پر ایسی بڑی

بہتان طرازیاں کیں کہ قریب تھا کہ آسمان وزمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھے جائے، اگر اللہ رب العالمین ان کو نہ روکتا۔

ان کے علم نے انہیں تثلیث کا تحفہ دیا۔ صلیب پرستی اور بت پرستی پر ابھارا، یہاں تک کہ ان کے ایک عالم نے کہا کہ وہ ہاتھ جس نے حضرت آدم کی مٹی کا گارا بنایا، اس کو سولی پر لٹکایا گیا اور اسی بالشت کو سولی پر تیر کا نشانہ بنایا گیا، جس کے ذریعے اس نے آسمانوں کو ناپا اور ایک عالم "عریقودس" نے یہ کہہ دیا کہ جس نے یہ نہیں کہا کہ حضرت مریم نعوذ باللہ اللہ کی والدہ ہیں وہ اللہ کی ولایت ودوستی سے خارج ہے۔

امت کے گناہ رسولوں اور انکی رسالت میں قادح نہیں ہو سکتے

سائل کا کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں میں زیادہ برائی، انہیں لوگوں کے اندر دیکھتے ہیں جو ان میں بڑے عالم اور فقیہ مانے جاتے ہیں۔ مثلاً زنا کاری، لواطت، خیانت، حسد وبخل، غدر وظلم، فخر وتکبر، تقویٰ اور ایمان کی کمی، رحم ومروت سے عاری بے صبرا، دنیا کا حریص، نیکیوں میں پیچھے اور سست رہنے والا اور یہ برائیاں ایسی ہیں جو انسان کے اقوال کو ساقط الاعتبار بنا دیتی ہیں۔ اس کا جواب متعدد طریقوں سے ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اگر رسول کے امتی اور اتباع برائیاں کریں تو انبیاء علیہم السلام کیا کریں، ان کی کیا غلطی ہے، کیا یہ چیز ان کی نبوت میں قادح ہوگی، یا ان کی رسالت میں کچھ نقص پیدا کرے گی، اور یہ بتلاؤ کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ وہ کون ہے جو گناہوں اور خطاؤں سے مبرا اور منزہ ہو اور اگر ان کے متبعین برائی میں ملوث ہوں تو کیا اس نبی کی تکذیب جائز ہوگی، بلکہ یہ تو بہت بڑے گناہ کی بات ہوگی، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی مریض آدمی کو کسی ناصح طبیب نے کوئی ایسا نسخہ بتلایا، جس سے اس کو پوری طرح شفا حاصل ہو جائے لیکن وہ مریض کہنے لگے کہ اگر تم طبیب ہوتے تو فلاں فلاں شخص مریض کیوں ہوتے، کیا انبیاء کے اوپر یہ واجب ہے کہ تمام

مریضوں کو شفا دے دیں، یہاں تک کہ پوری دنیا میں کوئی مریض باقی نہ رہ جائے کیا لوگوں نے ایسی کوئی غلطی رسول کے لئے ثابت کی ہے۔

موحد مسلمانوں کے گناہ یہود و نصاریٰ کے بڑے گناہوں کے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ سمندر میں کوئی بدبودار چیز یا تھوک پڑا ہو

دوسرا جواب یہ ہے ذنوب و معاصی تمام امتوں کے درمیان مشترک چیزیں ہیں اور دنیا کے تمام انسانوں میں خواہ عالم ہوں یا جاہل زاہد ہوں یا دنیادار، امیر ہوں یا مامور ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہیں، صرف اسی امت کے لئے خاص نہیں ہیں جس کی بناء پر ان کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے، اور ان کے نبی کی نبوت کو جھٹلا دیا جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ذنوب و معاصی کا ارتکاب ایمان بالرسل کی نفی نہیں کرتا ہے بلکہ بندہ گناہ کر کے بھی اسلام و ایمان کے دائرہ میں رہتا ہے اس سے خارج نہیں ہوتا، البتہ گناہ اس کے ایمان کی تکمیل و اتمام میں قادح ہوتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ بندہ جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ اس کے گناہ آسمان کی بلندی تک اور زمین کے ذرات کے برابر کیوں نہ ہوں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الزمر۔53)

اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتیاں کی ہیں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، بیشک وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ تائب کے حق میں ہے غرض کہ توبہ ماقبل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم اگر تو میرے سامنے روئے زمین بھر غلطیاں لے کر حاضر

ہوگا تو اگر تو نے کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہے تو میں زمین بھر بخشش لے کر حاضر ہوں گا۔

اس لئے اگر مسلمان توحید پرست ہوں، تو ان کے گناہ بالکل معاف کئے جائیں گے اور اگر معاف نہ کئے گئے۔ پھر بھی وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنے کے بعد جہنم سے نکالے جائیں گے اس کے برخلاف مشرکین و کفار کی تمام نیکیاں ساقط الاعتبار قرار دی جائیں گی اور کسی بھی نیکی کے بدلے وہ اللہ سے نجات حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کا کوئی گناہ معاف کیا جائے گا۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء۔48)

بیشک اللہ شرک کو نہیں معاف کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔

اسی طرح کفار و مشرکین کے حق میں اللہ رب العالمین نے فرمایا۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان۔23)

اور ہم ان کے عمل کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کو پراگندہ غبار بنا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین کسی مشرک کا عمل قبول نہیں کرے گا غرضیکہ سچے دل سے توبہ، خالص توحید، جمع کی ہوئی نیکیاں اور وہ مصائب جو کفارے کا باعث بنتے ہیں اور موحدین کے لئے حضور کی شفاعت وغیرہ ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی، پھر اگر ان کے گناہ معاف نہ کئے گئے تو جہنم میں داخل ہونے کے بعد ان کی توحید ان کو جہنم سے نکال لے گی اس کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی تمام نیکیاں ضائع و برباد ہو جائیں گی اور وہ بالکل تہی دست ہوں گے۔

یہودی کی قابل ندامت غلطیوں اور برائیوں کا بیان

میں اس مغضوب اور بندر کی اولاد وسائل سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے، حالانکہ تم مغضوب و ملعون اسلاف کی اولاد ہو، جنہوں نے متعدد مرتبہ خدا کی ایسی نشانیاں دیکھیں کہ کسی امت کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا لیکن پھر بھی سرکشی کرتے

رہے، خدا نے ان کے لئے دریائے نیل کا پانی پھاڑ کر راستہ بنایا، اور فرعون سے نجات دلائی لیکن اس کے باوجود بھی ابھی دریا کے پانی سے ان کے پاؤں خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنے لگے۔

یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○

(الاعراف۔138)

اے موسیٰ ان مشرکین کے بتوں کی طرح ہمارے لئے بھی معبود بنادیجئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم لوگ بالکل جاہل قوم ہو۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار پر انہیں تسلی بھی نہیں ہوئی اور جیسے آپ کوہ طور پر ایک مقررہ مدت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے بچھڑا بنا کر پرستش شروع کردی اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کو روک نہ سکے۔

یہی تمہارے وہ اسلاف ہیں، جنہوں نے بار بار نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی کئی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو رجم کرنے کا قصد کیا، حالانکہ وحی ان کے درمیان نازل ہورہی تھی اور جب انہیں جہاد کی طرف بلایا گیا تو کہنے لگا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ (المائدۃ۔24)

موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم لوگ یہیں بیٹھے رہیں گے اور نہیں جائیں گے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، یہاں تک کہ ان کے بارے میں مشہور کردیا کہ یہ بغیر خصیہ والے ہیں، اسی بناء پر تنہا نہاتے ہیں۔

اللہ نے آپ کو ان کی بہتان طرازی سے منزہ کرنا چاہا، چنانچہ آپ ایک دن غسل کررہے تھے اور اپنا کپڑا نکال کر ایک پتھر پر رکھے ہوئے تھے، اتفاق سے وہ پتھر آپ کا کپڑا لے کر بھاگا آپ اس کے پیچھے ننگے دوڑے، اس وقت بنو اسرائیل نے آپ کی شرمگاہ دیکھی اور اس کو سالم الخلقت پایا۔ تمہارے اسلاف وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ہارون کے انتقال کے بعد

حضرت موسیٰ پر یہ الزام تراشی کی کہ ہارون کو موسیٰ ہی نے قتل کیا ہے اور چھپا دیا ہے، پھر ملائکہ نے ان کا تابوت آسمان و زمین کے درمیان اٹھایا اس وقت انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یقین کیا اور من وسلویٰ کے مقابلہ میں گوشت، پیاز، لہسن، اور دال کھانے کے لئے مصر میں واپس آ کر غلامی کی زندگی پر راضی ہوئے اور میدان جنگ ہی میں دشمن کے سامنے اور حضرت موسیٰ کی موجودگی میں وہ اس قدر زنا کاری میں مبتلا ہوئے کہ کمزور ہوگئے اور دشمن کو مغلوب نہ کرسکے وہی تمہارے اسلاف ہیں۔ جنہوں نے یوشع بن نون کے بعد بت پرستی اپنائی اور سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار کے لئے ایک نیا حیلہ نکالا، جس کے بدلے میں بندر بنادیئے گئے۔

یہی وہ انبیاء کی قاتل جماعت ہے جنہوں نے ایک دن میں ستر نبیوں کو ناحق قتل کیا، صبح کے وقت اس جرم عظیم کا ارتکاب کیا اور شام کو اپنے خرید وفروخت میں مشغول ہوگئے، اور ان کو ذرا بھی احساس نہ ہوا جیسے کہ انہوں نے بکریوں کو ذبح کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آرے سے چیر دیا، یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں پر مصر رہے اور بہت سے احکام توراۃ کے بدلنے پر متفق ہوگئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے اوپر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کا الزام لگایا اور حضرت یوسف پر یہ الزام لگایا کہ وہ امراۃ عزیز سے زنا کاری پر آمادہ ہوئے اور بالکل تیار ہی تھے کہ دیوار پھٹی اور حضرت یعقوب کی ہتھیلی نمودار ہوئی وہ اپنی انگلیوں کے پوروں کو کاٹ رہے تھے، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت یوسف کھڑے ہوگئے اور بھاگے۔

تم انہیں ملعونوں کی اولاد تو ہو، جنہوں نے اولاد سلیمان کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کی اطاعت کی جس نے ان کے لئے سونے کا دو مینڈھا تیار کیا، پھر وہ اس کی پرستش کرنے لگے، یہاں تک کہ اولاد سلیمان کے اتباع کرنے والے مومنوں اور ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی، جس میں ہزاروں لوگ قتل کیے گئے، کیا تمہیں اپنا آباء واسلاف کے ان افعال پر ذرا بھی شرم نہیں آتی۔

اے مینڈھا اور گائے کی پوجا کرنے والو اور انبیاء کے قاتلو، جو تم مجاہد مومنوں کو ان کے

گناہوں پر لعن وطعن کرنے چلے ہو، کہاں وہ ذریت جس کے اباء کی تلوار انبیاء کے خون سے رنگی ہوئی ہے اور کہاں وہ مجاہدین جن کی تلواروں سے کفار و مشرکین کے خون ٹپکتے ہیں۔

تم وہی ہو جو اپنی نمازوں میں یہ شرمناک باتیں کہتے ہو، اے رب تو اپنی نیند سے بیدار ہو جا تو کتنا سوئے گا، اس طرح اس کی تعریف کرتے ہو اور طیش دلاتے ہو۔

تو کیا تمہیں ایسے مومنین کے عیوب پر لعن طعن کرتے ہوئے شرم نہیں آتی جو اپنی نمازوں میں یہ کہتے ہیں تمام تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہے جو رحمٰن و رحیم ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے گناہ زمین کی کنکری، ریت اور مٹی نیز تمام ذی روح کے برابر بھی ہو جائے، پھر بھی صرف ایک نبی کے قتل کے بدلہ اور تمہاری ان بہتان طرازیوں کے برابر گناہ نہیں پہنچے گا، جو تم کہتے ہو کہ اللہ فقیر ہے، ہم غنی ہیں، عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور تمہارا قول کہ اللہ طوفان نوح کے بعد اس قدر رویا کہ اس کی آنکھیں پُرآشوب ہو گئیں، یہاں تک کہ ملائکہ نے اس کو تسلی دی اور عیادت کی اور وہ افسوس سے اپنے انگلیوں کے پوروں کو کاٹنے لگا، وہ انسانوں کو پیدا کر کے پچھتانے لگا اور ان کا وجود اس کے اوپر شاق گزرا، جب اس نے ان کو معاصی و گناہ میں مبتلا دیکھا۔

اور سب سے بڑی بہتان طرازی یہ کہ ان تمام باتوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ تورات کی طرف منسوب کرتے ہو۔

پس اگر مسلمانوں کے گناہ انتہا تک پہنچ جائیں، پھر بھی تمہارے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے دریا کے اندر کوئی بدبودار چیز یا تھوک پڑا ہو۔

تم اپنے اسلاف کا وہ کارنامہ کیوں بھلاتے ہو جو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابلہ میں شاؤل کے ساتھ مل کر لڑائی کی تیاری کی تھی، پھر جب وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اطاعت کی طرف لوٹے کہ ان کے وفود اور لشکر معذرت چاہنے لگے اور توبہ کی غرض سے حضرت

داؤد علیہ السلام تک پہونچنے اور سبقت کرنے میں جھگڑ رہے تھے اچانک اس وقت ایک شخص ان میں سے نکل گیا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ نہ ہمیں داؤد کی اطاعت کرنی ہے اور نہ شاؤل نبی کی، اس لئے تمام بنو اسرائیل اپنے خیمے میں چلے جائیں یہ کہنا تھا کہ تمام لوگ اپنے خیموں میں چلے گئے، پھر جب یہ آواز دینے والا شخص مارا گیا تو تمام لشکر حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئے، غرض کہ اس قوم کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کمینوں کو طبل بجا کر جمع کیا جائے اور پھر ڈنڈوں سے بھگایا جائے۔

یہود کا الگ الگ متفرق راستوں پر چلنا اور ”علم الذباحۃ“ کتاب کا گھڑنا

یوں تو یہود بہت سے فرقوں میں بدل گئے، لیکن دو فرقوں میں عام طور پر سبھی یہود شامل ہیں۔ ایک فرقہ کا نام ”قرابون“ ہے اور دوسرے کا ربانیوں، ان کے علماء اسلاف نے ان کے لئے دو کتابیں لکھیں ایک کا نام ”المشنا“ ہے جو تقریباً ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب کا نام ”تلمود“ جس کی مقدار اور حجم تقریباً خچر کے آدھے بوجھ کے برابر ہے۔ اس کے لکھنے والے صرف ایک ہی زمانے کے نہیں تھے، بلکہ نسلاً بعد نسل یہ کتاب مختلف زبانوں میں لکھی جاتی رہی، یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے دیکھا کہ اس کتاب کے اندر ہر زمانے میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور بعد کی زیادتیوں میں اور پہلے کی بہت سی چیزوں میں تضاد پایا جاتا ہے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ اگر زیادتی کا یہ دروازہ بند نہ کیا گیا تو بڑا فساد برپا ہوگا، چنانچہ انہوں نے زیادتی کرنے سے اپنے فقہاء کو بالکل منع کر دیا اور اسے حرام ٹھہرایا، اس لئے یہ کتاب اسی حجم و مقدار میں محصور رہی۔ ان کتابوں میں ان کے فقہاء نے ان پر دیگر ملت کے متبعین کے کھانے کی چیزیں اور ان کا ذبیحہ حرام قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ مسلسل ذلت و نکبت، غلامی و مظلومیت کی زندگی گزارنے سے ان کا دین بالکل مٹ چکا ہے اور اپنی ملت کی شناخت کی خاطر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ان

کو دیگر ملتوں کے افراد میں خلط ملط ہونے سے روکا جائے، ان سے نکاح اور ان کا ذبیحہ کھانے پر پابندی لگائی جائے اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے ایک گڑھی ہوئی دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ اللہ نے ہم کو ایسا حکم دیا ہے اور یہ پابندیاں اس کی جانب سے ہیں۔

حالانکہ یہ خدا پر سراسر جھوٹ باندھنا ہے کیونکہ تورات میں اللہ نے انہیں غیروں میں شادی کرنے سے اس لئے منع کیا تھا کہ کہیں وہ اپنی بت پرست اور کافر بیویوں کی موافقت کرتے ہوئے بت پرستی اور کفر پر آمادہ نہ ہو جائیں اور ان امتوں کا ذبیحہ کھانے سے منع کیا تھا، جو اللہ کا نام چھوڑ کر بتوں کے نام پر قربانیاں کرتے ہیں، البتہ جو ذبیحہ اللہ کے نام پر ہو تو توراۃ نے ہرگز اس کے کھانے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے کھانے کا حکم دیا ہے، خواہ وہ ان کے غیر کا ذبیحہ ہو، اور موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے صرف بت پرستوں سے شادی کرنے پر پابندی لگائی ہے اور بتوں کے نام پر جو ذبح کرتے ہیں صرف اسی کے کھانے سے منع کیا ہے۔

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ توراۃ میں صرف بت پرستوں کے ذبیحے اور ان سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ بھی ایک خاص غرض و مقصد کو سامنے رکھ کر، وہ یہ کہ کہیں یہ لوگ کفار و مشرکین کے ساتھ پوری طرح غلط ملط ہو کر اپنے دین کو ترک نہ کر دیں اور ان کے مذہب کے علمبردار نہ بن جائیں۔

تو انہوں نے ایک دوسری کتاب گھڑی جس کا نام "هلکت شحیطا" تھا پھر علم الذباحۃ کے نام سے اس کی تفسیر لکھی اور اس کے اندر اپنی ذلت و نکبت کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اپنے اوپر طرح طرح کے قیود و بیڑیاں عائد کر لیں اور مختلف قسم کی تفسیریں کی، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے طریفا کا کھانا حرام کیا گیا ہے۔

اور طریفا کی تفسیر انہوں نے اس کے اندر مختلف طریقے سے بیان کی ہے، مثلاً یہ کہ آدمی پھیپھڑے کے اندر پھونک کر ہوا بھرے اور تھوڑی دیر رک کر دیکھے کہ کیا ہوا اس کے کسی سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے یا نہیں، اگر ہوا باہر نکل جائے تو حرام ہے اور اگر پھیپھڑے کا بعض حصہ بعض

سے ملا اور چپکا ہو تو وہ بھی حرام ہے، اسی طرح ذبیحہ کے پیٹ میں ہاتھ ڈالے اور انگلیوں سے ٹٹول کر دیکھے کہ کیا دل پیٹھ سے یا دونوں جانب کسی رگ سے ملا ہوا تو نہیں ہے، اگر ملا ہوا ہے تو خواہ وہ بال کی طرح باریک رگ ہی سے کیوں نہ ملا ہو حرام ہے۔

یہ ہے ان کے یہاں طریفا کی تفسیر، جس کے معانی ان کے یہاں نجس و حرام چیز کے ہیں۔

حالانکہ طریفہ کے معنی لغت میں فریسیہ کے ہیں، یعنی وہ شکار یا ذبیحہ جس کو شیر یا دوسرے درندے پھاڑ ڈالیں جیسا کہ تورات میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب خون میں رنگی ہوئی قمیص لے کر حضرت یعقوب کے پاس آئے تو انہوں نے کہا "طاروف طوراف یوسیف" یعنی جنگلی جانوروں نے یوسف کو پھاڑ کر کھالیا۔

دوسری جگہ تورات میں ہے کہ صحرا میں پائے گئے فریسۃ کو نہ کھاؤ بلکہ اس کو کتوں کے لئے ڈال دو لہٰذا معلوم ہوا کہ طریفا توراۃ میں فریسۃ اور میتہ کو کہا گیا ہے، جس کو اس وقت ان کے اوپر حرام کیا گیا۔ جب کہ وہ مقام تیہ میں گوشت کھانے کے شدید خواہش مند تھے، لیکن بعد میں انہوں نے مختلف خرافات تفسیریں کیں اور کہنے لگے کہ جو ذبیحہ ان شرائط پر نہ ہو وہ دخیا یعنی طاہر ہے اور جو ان شرائط پر ہو وہ طریفا ہے یعنی نجس و حرام ہے اور تورات کے مذکورہ عبارت کی ایک گھڑی ہوئی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب تم کوئی جانور ذبح کرو اور اس کے اندر مذکورہ شروط نہ ملیں تو اس کو نہ کھاؤ بلکہ اس کو اپنے غیر ملت سے قیمت لے کر بیچ دو، اس طرح وہ کتوں سے مراد اپنے غیر ملت کے لوگوں کو لیتے ہیں، جن سے فریسہ کو بیچنے کا حکم دیتے ہیں، اور اس کی قیمت اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ ہے ان کی تحریف اور دروغ گوئی کا بیان جو انہوں نے اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کی۔ اسی لئے اللہ نے اس معاملہ میں قرآن کے اندر ان کی تکذیب کی اور فرمایا:

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ. (النحل. 115-114)

اللہ نے تمہیں جو حلال اور پاک روزی دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کا کھانا حرام کیا ہے۔

سورۃ انعام میں ہے کہ اے نبی! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آتی ہے، اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا ہوں جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو اور بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں کھائے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی، ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔

غرض کے بعد کی یہی چار چیزیں ہیں جو ان پر مزید حرام کی گئی تھیں۔ سورۃ نحل میں ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (النحل۔118)

وہ چیزیں خاص طور سے ہم نے یہودیوں کے لئے حرام کی تھیں جن کا ذکر اس سے پہلے ہم تم سے کر چکے ہیں۔

غرضیکہ توراۃ و قرآن کریم میں یہی مذکورہ چیزیں حرام کی گئی ہیں۔

جب قرابون یعنی اصحاب عایان اور بنیامین نے اصحاب تلمود کی ان دروغ گوئیوں اور تحریفات کا مشاہدہ کیا اور اس کے علاوہ ان کو یہ بھی کہتے سنا کہ ان کے فقہاء جب اس طرح کے کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو اللہ ان کی طرف آواز کے ساتھ یہ وحی کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں فلاں فقیہ کی بات مان لو اور اس آواز کو وہ "بث قول" (خبر دینے والی آواز) کہتے ہیں۔

تو انہوں نے ان خرافات و اباطیل کی مخالفت کی، ان کی باتیں لینے سے روگردانی کی اور علم

الذباحۃ میں ان کی کتاب (التحامیم) کے خرافات و اکاذیب کی بھرپور تردید کی، اور اسے لغو قرار دیا اور جن ذبائح پر انہوں نے پابندی عائد کی تھی، اس کو اپنے لئے حلال کیا، ان کے فقہاء نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن انہوں نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھنے میں خوب مبالغہ آرائی کی۔ متاخرین کی اس جماعت کو ہم اصحاب ظواہر کہیں گے اور معتقدمین کو اصحاب استنباط و قیاسات۔

ان میں دوسرے فرقے یعنی ربانون ہی کی تعداد زیادہ ہے، جنہوں نے ہی اللہ پر جھوٹی باتیں گھڑی ہیں اور جن کا کہنا ہے کہ اللہ ہم تمام لوگوں کو کسی مسئلہ کی صحیح رہنمائی کرنے کی خاطر آواز کے ساتھ مخاطب کرتا ہے اور اس کی آواز کا نام "بث قول" ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جو یہودیوں میں سب سے زیادہ غیر اقوام کے لئے خطرناک اور سخت دشمن ہے کیونکہ ان کی کتاب "تحامیم" نے ان کو اس گمان میں ڈال رکھا ہے کہ وہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور ان کے لئے وہی کھانا حلال ہے جو شرائط کے مطابق ہو اور بقیہ تمام لوگ ان شروط سے ناواقف اور جاہل ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں کو چوپائے سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہیں، اور ان کے ذبیحے کو مردار سے بدتر مانتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں "قرابون" فرقہ کے اکثر بیشتر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے، سوائے چند لوگوں کے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے فقہاء کی کذب بیانی وافترا پردازی سے خوب واقف تھے اور ان سے بدگمان ہو چکے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ظاہری چیزوں کو پکڑے رکھا اور تاویل و تحریف سے گریز کرتے رہے۔

ان ربانیوں نے ان قیود و سختیوں پر مزید سختیاں اور بیڑیاں یہودیوں پر جکڑ دیں، جو اللہ نے بطور سزا ان پر مسلط کر دیا تھا، جس کے صرف دو مقاصد تھے، پہلا یہ کہ غیر امتیوں کے مذاہب سے ان کا اختلاف بڑھ جائے، یہاں تک کہ وہ ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیں تا کہ اپنے مذہب پر پوری طرح باقی رہیں اور یہودیت سے نہ نکلیں۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ مشرق و مغرب شمال و جنوب کے تمام گوشوں میں یہود بکھیر دیئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا (الاعراف۔۱۶۸)

ہم نے ان کو زمین کے مختلف جماعتوں میں بانٹ دیا۔

یہود کے علماء وفقہاء کے بدترین حیلوں کا بیان

یہودیوں کی حالت یہ تھی کہ جب ان میں سے کسی جماعت کے پاس دور دراز سے کوئی آدمی آتا ہے اور ان کے دین میں خوب سختی کا اظہار اور حد درجہ کا احتیاط کرتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا عالم ہے اور اگر وہ سختی کا اظہار نہ کرے تو کہتے ہیں کہ یہ بہت کم علم وفہم کا آدمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی عالم ان کے یہاں آتا ہے تو ان پر خوب سختیاں کرتا ہے، مثلاً ان کا کھانا نہیں کھاتا، ان کی چھریاں دیکھتا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤں گا اس میں فلاں چیز درست نہیں فلاں خرابی ہے، اس طرح وہ حیلہ کر کے اپنی فوقیت کا اظہار کرتا ہے، جس سے یہود عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ یہی سب سے بڑا عالم وفاضل ہے۔

اس کے مقابلہ میں اپنے پرانے رئیس کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں اس کو جاہل اور نادان کہتے ہیں اس کی باتوں کو لینا چھوڑ دیتے ہیں اور اس آنے والے کی عزت وبرتری ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے کیونکہ اس نے ان پر سختیاں کر کے اپنی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے۔ چنانچہ جب وہ رئیس اپنی عزت وقار کو ان کے نزدیک مٹتا اور کم ہوتا دیکھتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کے لئے ایک نیا حیلہ اختیار کرتا ہے اور اس آنے والے مہمان کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہو جاتا ہے، وہ کہتا ہے اللہ آپ کے ثواب کو بڑھائے آپ کے آنے سے تو اللہ نے اس دین کی عزت ناموس کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا اور اس کی بنیاد کو مضبوط اور اس کی دیوروں کو مستحکم بنا دیا، ہمارے تمام اہل شہر کو مزین کر دیا اور اس جماعت کو سربلندی عطا کی، یہ سن کر وہ آنے والا مہمان خوش ہو جاتا ہے اور اس رئیس کی خوب ان کے سامنے تعریف کرنے لگتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ تم میں سب سے بڑے توراۃ کے عالم اور فقیہ ہیں۔ اس طرح اس کی عزت بحال رہتی ہے اور جب ان میں آنے

والا شخص کوئی پادری ہوتا ہے تو وہ عجیب وغریب حیلہ کرتا ہے اور نئے نئے طریقے ایجاد کرتا ہے لیکن کوئی بھی شخص اس پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ تمام لوگ اس کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان کا دودھ وخون بالکل چوس لیتا ہے، تمام دراہم ان سے سمیٹ لیتا ہے اور اگر کسی شخص نے اس پر لعن وطعن کیا تو وہ اس وقت صبر کر لیتا ہے، لیکن بعد میں ہمیشہ بدلہ لینے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کو کسی سنیچر کے دن راستہ میں بیٹھا ہوا دیکھا، یا کسی مسلمان سے شراب ودودھ وغیرہ کا خرید وفروخت کرتے ہوئے پایا یا اس کے جانب سے "المشنا" اور تلمود کی کوئی حکم عدولی کرنے کی خبر ملی تو اس کو یہودیت سے بائیکاٹ کر دیتا ہے اور اس کے مال وعزت کو لوگوں کے لئے حلال کر دیتا ہے اور شہر میں چلنا پھرنا اس کا دشوار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص پادری کے سامنے گھٹنہ ٹیک دیتا ہے اور صلح ومصالحت پر مجبور ہو جاتا ہے، پھر وہ پادری یہودیوں سے اس کے متعلق کہتا ہے کہ فلاں شخص نے حق کی طرف رجوع کر لیا، اس لئے اب وہ یہودیوں میں شامل ہے، یہ سن کر پھر وہ لوگ اس کی تعظیم وتکریم کرنے لگتے ہیں۔

یہود کی شریعت یہ ہے کہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرے یا ذلت ورسوائی برداشت کرنے پر تیار رہے

یہود کے یہاں ایک گھڑا ہوا مسئلہ "الیبام او الجاموس" کے نام سے مشہور ہے۔ جس کو وہ تورات کی طرف منسوب کرتے ہیں ہم اس کی تشریح قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک جگہ دو بھائی مقیم ہوں اور ان میں سے ایک انتقال کر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو میت کی بیوی غیر کے ہاتھ میں نہیں دی جائے گی، بلکہ اس کا دیور خود اس سے شادی کرے گا اور اس سے جو پہلا بچہ پیدا ہوگا وہ بے اولاد مرنے والے بھائی کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور اگر اس کے دیور نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو وہ عورت اپنے قوم کے

سرداروں کے پاس شکایت لے کر جائے گی اور یہ کہے گی کہ میرے دیور نے اپنے بھائی کا نام بنی اسرائیل میں باقی رکھنے سے انکار کردیا اور میرا نکاح نہیں لوٹایا، پھر قوم کے سردار اس کو حاضر کریں گے اور اس کو روک کر یہ کہیں گے کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہا، پھر عورت اس کے پاؤں سے جوتا نکالے گی، اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کے چہرے پر تھوکے گی اور یہ کہے گی کہ جو شخص اپنے بھائی کا گھر نہیں آباد کرے گا اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ شخص مخلوع النعل (جس کا جوتا نکالا گیا ہو) کے لقب سے پکارا جائے گا اور اس کے بیٹے بھی اسی برے لقب سے پکارے جائیں گے، اسی طرح وہ اس کو نکاح کے لئے مجبور کیا جائے گا، کیونکہ جب وہ اپنے اور عورت کے اس فریضہ کو جانے گا اور ساتھ ساتھ اس حکم عدولی کی سزا اور رسوائی سے واقف ہوگا تو سوائے نکاح کرنے کے اس کے لئے کوئی چارہ نہ ہوگا اور شرم کھا کر مجبور ہو جائے گا لیکن اگر وہ زاہد ہے اور اس سے نکاح کرنا ناپسند کرتا ہے یہاں تک کہ اس سے بچنے کے لئے ان تمام رسوائیوں کے برداشت کرنے پر بھی راضی ہے تو اس کو شادی کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا پھر اسی مسئلہ پر قیاس کر کے انہوں نے ایک اور فرع نکالا ہے جس کا حکم حد درجے کے ظلم پر مبنی ہے۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس عورت کا دیور حد درجہ اس عورت سے محبت کرتا ہے اور وہ عورت اس سے بے حد نفرت کرتی ہے تو جب وہ حاکم کے سامنے آئے گی تو اس کے ساتھ اس کو بھی حاضر کیا جائے گا اور عورت سے کہا جائے گا کہ وہ یہ کہے کہ میرا دیور اپنے بھائی کا نام بنی اسرائیل میں نہیں باقی رکھنا چاہتا ہے اور مجھ سے نکاح نہیں کرتا ہے حالانکہ وہ زبردست اس عورت کا عاشق ہے لیکن اس پر یہ گھڑی ہوئی جھوٹی بات لازم ہو جائے گی اور یہ مان لیا جائے گا کہ عورت چاہتی تھی اور یہ نہیں چاہتا تھا، پھر حاکم اس کو حکم دے گا تم کھڑے ہو کر کہو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہا، حالانکہ اس کی دیرینہ اور بڑی آرزو یہ تھی کہ اس سے شادی کرے، لیکن اس کو جھوٹ بولنے کا حکم دیں گے، پھر اسی کا جوتا اس کے پاؤں سے نکالا جائے گا اور زدوکوب نہیں کیا جائے گا، البتہ اس

کے چہرے پر تھوکا جائے گا اور اس کے سامنے کہا جائے گا کہ بدلہ ہے ہر اس شخص کا جو اپنے بھائی کے گھر کو نہیں بنائے گا، اس طرح اس پر جھوٹ باندھ کر اس کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کریں گے اس کو جھوٹ بولنے پر مجبور کریں گے، اس کے چہرہ پر تھوکیں گے حالانکہ اس کا اپنا کوئی جرم نہیں بلکہ غیر کے جرم کی سزا وہ بھگت رہا ہے، جیسے کہ شاعر کا کہنا ہے۔

وجرم جره سفهاء قوم وحل بغير جارمه العذاب

قوم کے کچھ بے وقوفوں نے غلطی کی اور عذاب دوسروں پر نازل ہوا۔

لہٰذا جس مغضوب قوم کا یہ دین و شریعت ہو اسے مسلمانوں کو برا بھلا کہتے ہوئے اور ان پر عیب لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

مختلف امتوں سے بندروں کے بھائی یہودیوں کی رسوائی کا بیان اور در حقیقت انہیں بنیادی سبب کی بناء پر ان کے دین و آثار مٹ گئے

اگر یہ مغضوب امت کسی محال کام مثلاً کفر و ضلال کے مختلف قسموں پر متفق ہو جاتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم کسی امت پر غلبہ پاتی ہے اور ان کی حکومت چھین لیتی ہے تو آہستہ آہستہ اس امت کے حقائق و اقدار اور دین کے آثار و علامات پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں پھر اس امت کے اسلاف کے دین و طریقہ کی صحیح آگاہی دشوار ہو جاتی ہے کیونکہ مسلسل حملے تخریب کاری، آتش زنی اور جلا وطن کرنے کے بعد ہی کسی امت پر پوری طرح غلبہ حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی حکومت کا زوال ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں اس امت کے دین کے رسوم، اس کی شریعت کے اصول و قواعد بالکل معدوم و مضمحل ہو جاتے ہیں اور خاص طور سے جو

امت بہت پرانی ہو اور ہر زمانہ میں مختلف اقوام کا نشانہ بنتی آئی ہو اور ان کے ہاتھوں ذلت ونکبت سے مسلسل دوچار رہی ہو، اس کا دین ومذہب تو اور معدوم ہو جاتا ہے اور یہی حالت تو اس مغضوب امت کا ہے جو اتنی پرانی ہو چکی ہے اور ابتداء سے لے کر آج تک شکست پر شکست کھاتی چلی آ رہی ہے، اور کنعانین، کلدانین، بابلین، اہل فارس واہل یونان اور نصاریٰ تمام امتوں نے ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہے اور ہر ایک امت نے ان کے شہروں کو ویران کرنے ان کی کتابوں کو جلانے اور ان کا یکسر قلع قمع کرنے کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ ان کا کوئی بھی شہر، قلعہ، لشکر اور مستقل ٹھکانہ باقی نہیں رہ گیا، سوائے حجاز اور خیبر کے جہاں وہ باعزت زندگی گزار رہے تھے اور کچھ نصاریٰ اہل فارس کی پناہ میں تھے، لیکن اسلام نے ان کی رہی سہی طاقت کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ ان کو مختلف موقعوں پر قتل کیا، قید کیا، جلاوطن کیا، یہاں تک کہ وہ اسلام کی رعایا بن کر رہ گئے۔ البتہ انہیں جو تکلیف نصاریٰ، اہل فارس، اور بت پرستوں سے پہنچی وہ مسلمانوں سے کبھی نہیں پہنچی اسی طرح ان کو جو مصیبتیں سرکش بادشاہوں کی طرف سے پہنچی وہ مسلمانوں کی جانب سے نہیں پہنچیں کیونکہ ان کے بادشاہوں نے تو ان کے ایک نبی کو تلاش کر کے قتل کر دیا اور ان کے دین کے ڈھانچے ہی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ توراۃ اور حضرت موسیٰ سے اپنا رشتہ منقطع کر کے بت پرستی رائج کی، بتوں کی تعظیم میں ہیکل اور گرجے کی تعمیر کروائی اس کے لئے خدمت گزار مقرر کئے اور مختلف رسم ورواج کو انہوں نے اپنے دل سے لگا لیا۔

لہٰذا جب ان کے بادشاہوں نے خود ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا تو پھر ان کے دشمن ان سے کس قدر سخت دشمنی کا جذبہ رکھیں گے، مثلاً نصاریٰ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا ہے ان کو سولی دی ہے، ان کے چہرہ پر تھوکا ہے، کانٹے سے تاج پوشی کی ہے اور مختلف ذلت آمیز حرکتیں کی ہیں اسی طرح ان کے ساتھ اہل فارس اور کلدانیوں کے دشمنی کی کیا حالت ہوگی۔

یہود اپنی نمازوں میں صرف دیگر قوموں کی بددعا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتے ہیں

فارس کے بہت سے بادشاہوں نے یہودیوں پر ختنہ کرنے سے پابندی لگا دی تھی اور بہتوں کو بے ختنہ چھوڑا اور بہت سے بادشاہوں نے ان کو نماز پڑھنے سے روک دیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود اپنی نماز میں ان بادشاہوں کی سلطنت کی ہلاکت وبربادی کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ البتہ صرف ارض کنعان کو استثناء کرتے تھے، جب بادشاہوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان پر نماز پڑھنے سے پابندی لگا دی، پھر جب یہود نے بادشاہوں کا یہ رویہ دیکھا تو انہوں نے ''الخزانہ'' کے نام سے اپنی نماز میں ایک اور دعا گھڑی اور اس کے مختلف راگ والحان بنائے اور پھر اکٹھا ہو کر اس کو پڑھنے اور الاپنے لگے، نماز اور خزانہ میں فرق یہ تھا کہ نماز تنہا اور بغیر الحان کے ادا کرتے اور خزانہ ایک ساتھ مل کر اور راگ کے ساتھ پڑھتے۔ پھر جب شاہان فارس نے ان کو ناپسند کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف گاتے ہیں اور اپنے نفسوں پر نوحہ کرتے ہیں لہٰذا انہوں نے کوئی تعارض نہیں کیا، اور ان کو ایسا کرنے دیا پھر جب اسلام آیا تو اس کے سائے میں امن کی زندگی گزارنے لگے اور اپنے کنیسوں میں نماز پڑھنے لگے، اس کے بعد یہ خزانہ ان کے یہاں خوشی اور عید کے موقع پر ایک سنت بن گیا اور نماز کے بدلے اس کو اختیار کر لیا گیا۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ یہود اپنا تاریک ماضی اور انجام دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ان کی حکومت وجماعت چھین کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں انہیں **لا یموت فیها ولا یحییٰ** کی سزا دی جا رہی ہے، ان کے اسلاف کو احکام توراۃ چھوڑ دینے، انبیاء کے قتل کرنے، سبت کا احترام نہ کرنے کے نتیجہ میں کس طرح بندر بنا دیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی روزانہ وہ اپنی ہر نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم ہی زمانہ کے محبوب ہیں، اس لئے اے ہمارے معبود اور باپ، تو ہم سے

محبت کر، تو ہی ہم کو بچانے والا ہے۔ وہ اپنے نفسوں کو انگور کا خوشہ کہتے ہیں اور تمام لوگوں کو اس کا کانٹا، جو اس خوشہ کے ارد گرد انگور کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ رب العالمین آل داؤد میں ایک ایسا نبی بھیجے گا جس کی دعا سے تمام امتیں ہلاک ہو جائیں گی اور صرف یہود باقی رہیں گے، وہ نبی مسیح موعود ہوں گے، یہی وہ یہود ہیں جو اپنی نماز میں یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نیند سے بیدار ہو جا تو کتنا سوئے گا۔ اس طرح وہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور طیش دلاتے ہیں۔

یہ ہے اس مغضوب امت کی گمراہی اور اللہ اس کے نبیوں اور اس کے دین پر بہتان طرازی اور افترا پردازی کا بیان، جس سے زیادہ اب بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ حرام خوری، سود خوری، رشوت خوری، دغا بازی، حیلہ سازی، دنیا طلبی، سنگ دلی، ذلت و رسوائی، ہوس پرستی، بہتان طرازی، افترا پردازی تو ان کا شیوہ بن چکا ہے۔

اور انہوں نے جن برائیوں کے ساتھ مسلمانوں پر عیب لگایا ہے، وہ ان تمام مسلمانوں کے اندر اولاً پائی نہیں جاتیں اور ان کے نبی ان کی کتاب اور دین و شریعت تو اس سے بالکل مبرا ہے۔ پھر جو لوگ گناہ کریں گے وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے

نصاریٰ کے دین کی بنیاد اللہ پر دشنام طرازی اور شرک باللہ پر قائم ہے

اگر گمراہ، صلیب پرست، بت پرست، تصویر پرست نصاریٰ مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں تو کیا اس قوم کو شرم نہیں آتی، جس کے دین کی بنیاد ہی خرافات و لغویات پر ہے مثلاً ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ رب العزت اپنے عرش اور عظمت کی کرسی سے اتر کر ایک عورت کے شرمگاہ میں داخل ہو گیا، جو عورت کھاتی، پیتی، پیشاب پاخانہ کرتی ہے، حائضہ ہوتی ہے اس کے پیٹ میں اس نے نو ماہ کا

وقفہ گزارا، جہاں پاخانہ، پیشاب، حیض کے خون میں لوٹتا رہا، پھر ایک دور آیا کہ اس کی پیدائش ہوئی اور چارپائی پر پڑا رہنے لگا، اور جب جب رونا شروع کیا، ان کی ماں نے اپنی چھاتی اس کے منہ میں ڈال دی، پھر ایک دور آیا کہ وہ بچوں کے ساتھ مکتب جانے لگا، اس کے بعد وہ نازک گھڑی آئی جب کہ اس کے چہرہ پر مارا گیا اس کے سر پر پٹائی ہوئی، اس کے چہرہ پر تھوکا گیا، اس کے سر کی کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، اس کے ہاتھ میں بانس دی گئی تا کہ خوب اس کی رسوائی ہو، پھر اسے سولی پر چڑھایا گیا، اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ان پر کیلیں نصب کی گئیں، پھر پھانسی دی گئی، وہ تکلیف سے چیخ رہا تھا اور لوگوں سے فریاد کر رہا تھا۔

ان کے نزدیک یہی وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، جو روزی اور عمریں تقسیم کرتا ہے لیکن اس نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دیا تھا، تا کہ وہ اس کو خوب تکلیفیں دے لیں اور جہنم کے عذاب کے مستحق ہو جائیں اور اس کے بدلے انبیاء و رسل اور اولیاء، ابلیس کے قید سے آزاد ہو جائیں کیونکہ ان کے نزدیک حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح اور تمام انبیاء کی روحیں جہنم میں ابلیس کی قید میں تھیں، مگر اللہ نے خود سے اپنے نفس کو سولی دلا کر اس کے بدلہ ان کو آزاد کرا دیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور انکے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گدھے کے مثل نصاریٰ کے اعتقاد کا بیان

نصاریٰ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مسیح ابن اللہ کی ماں ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے۔ حضرت مسیح صرف تنہا اس کے بیٹے ہیں، اور اللہ نے حضرت مریم کو تمام لوگوں میں اپنے لئے اور بچے کی پیدائش کے لئے چن لیا ہے کیونکہ اگر وہ تمام عورتوں کی طرح سے ہوتیں تو بغیر کسی مرد کے ہمبستری کئے ہوئے بچہ پیدا نہ کرتیں، لیکن تمام عورتوں میں ان کا یہ خاص مقام دیا

گیا کہ انہوں نے ابن اللہ کو جنم دیا، جو صرف تنہا اللہ کا بیٹا ہے، حضرت مریم اللہ کے بائیں جانب بیٹھتیں ہیں اور حضرت عیسیٰ اس کے دائیں جانب اور یہ لوگ حضرت مریم سے ہر قسم کی دعائیں کرتے ہیں، ان سے روزی مانگتے ہیں، درازی عمر کی دعا کرتے ہیں، گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں تاکہ وہ اور حضرت عیسیٰ ان کے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جائیں اور ان کے لئے اللہ سے سفارش کریں، وہ اپنی دعا میں کہتے ہیں۔ اے معبود کی ماں ہمارے لئے سفارش کر دیجئے، ان کا مرتبہ وہ فرشتوں اور تمام انبیاء و مرسلین سے بلند مانتے ہیں اور خدا سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں وہ ان سے مانگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں یعقوبیہ نامی ایک فرقے کے لوگ ان سے اس طرح دعا کرتے ہیں۔ ''اے مریم معبود کی ماں، تو ہمارے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جا۔''

نسطوریہ نامی فرقہ کے لوگ کہتے ہیں۔ ''اے مسیح کی ماں تو ہمارے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جا'' اور یعقوبیہ فرقہ سے کہتے ہیں کہ ''معبود کی ماں کہہ کر نہ پکارو، بلکہ مسیح کی ماں کہو'' یعقوبیہ نے انہیں جواب دیا کہ جب ہم اور تم دونوں انہیں معبود مانتے ہیں تو پھر معبود کی ماں کہنے میں کیا حرج ہے، بات وہی ہوئی لیکن لگتا ایسا ہے کہ تم لوگوں نے مسلمانوں سے توحید کے معاملہ میں سمجھوتہ کر لیا ہے۔

یہ بے شرم اور گندے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اور اپنے بیٹے کے لئے حضرت مریم کو پسند کر لیا اور ان سے ایسے ہی جماع کی جیسے کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے۔

نظام نے ان کے ان اقوال و معتقدات کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ لوگ حضرت مریم سے اللہ سے جماع کرنے کی صراحۃً بھی ان لوگوں کے سامنے کر دیتے ہیں، جن پر اعتماد کرتے ہیں اور یہی ابن الاخشید نے بھی اپنی کتاب ''الخونہ'' میں کہی ہے کہ وہ جماع کرنے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ جو بچہ نہ پیدا کرے وہ بانجھ ہے اور بانجھ ہونا عیب ہے۔ غرض کہ جو بھی شخص ان کے اندر گھس کر ان کے ظاہر و باطن کا مشاہدہ کرے گا، وہ ان کی حقیقت اچھی

طرح جان لے گا کہ کس طرح وہ کفر و شرک کرتے ہیں، اور خدا کو گالیاں دیتے ہیں، اسی لئے خلفاء راشدین میں سے کسی خلیفہ نے ان کے متعلق کہا ہے کہ ان کی خوب اہانت کرو اور ظلم نہ کرو کیونکہ ان کی طرح اللہ کو کسی بشر نے گالی نہیں دی ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ مجھے ابن آدم نے گالی دی ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں، اور مجھے جھٹلایا ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں، اس کو گالی دینا یہ ہے کہ وہ میرے لئے لڑکا مانتا ہے، حالانکہ میں اکیلا بے نیاز ہوں، جس نے نہ کسی کو پیدا کیا اور نہ ہی پیدا کیا گیا اور اس کا تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ ہرگز نہیں پیدا کرے گا، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے، بنسبت پہلے پیدا کرنے کے۔

لہٰذا اگر موحدین مسلمانوں سے ہر قسم کے تمام گناہ سرزد ہو جائیں، پھر بھی ان کے اس کفر باللہ، دشنام طرازی اور بہتان طرازیوں کے نتیجہ میں جو گناہ ہوں گے اس کے مقابلہ میں اس کی حیثیت ذرہ برابر بھی نہیں ہوگی۔

اور قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اللہ رب العالمین ان کی باز پرس کرے گا اور زبردست سزا دے گا، وہ پہلے حضرت مسیح سے مخاطب ہو کر کہے گا، اے عیسیٰ بن مریم، کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو، تو وہ جواب میں عرض کریں گے کہ سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا، جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا، جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں، میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے حکم دیا تھا یہ کہ اللہ کی بندگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ میں اسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں۔ (سورۃ مائدہ)

نصاریٰ نے اپنے دین کے تمام فروعات میں بھی حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے

اب تک ان کے دین کی اصل بنیاد کی حقیقت بیان کی گئی۔ اب فروعات کا حال سنئے۔ تمام فروعات میں بھی انہوں نے حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے اور اکثر کے متعلق انہوں نے اس کا اقرار بھی کیا ہے لیکن ایک بہانہ وہ یہ کرتے ہیں کہ پادریوں اور راہبوں نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام عبادت کرنے سے پہلے طہارت حاصل کرتے، جنابت سے غسل کرتے، حائضہ پر بھی غسل واجب کرتے، لیکن نصاریٰ کے نزدیک ان میں کوئی بھی چیز واجب نہیں۔ پاخانہ، پیشاب، عورت سے جماع، کسی بھی ناپاکی سے طہارت حاصل کرنا ضروری نہیں، بلکہ ہر ناپاکی کی حالت میں آدمی نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر وہ نماز کی حالت میں پیشاب اور پاخانہ کرنے لگے تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جناب پاخانہ، پیشاب کی حالت میں جو نماز ادا کی جائے وہ نماز طہارت کی حالت سے زیادہ افضل ہوگی کیونکہ اس میں یہود و مسلمان کے نماز کی زیادہ مخالفت ہوگی۔ اسی طرح وہ اپنی نماز اس طرح شروع کرتے ہیں کہ پہلے اپنے دونوں آنکھوں کے درمیان صلیب لٹکا لیتے ہیں، حالانکہ نہ یہ حضرت مسیح کی نماز ہے اور نہ ان کے کسی حواری کی، پھر راگ کے ساتھ نوحہ کرنے کی طرح کچھ گھڑی ہوئی عبارتیں گاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص نے حضرت عیسیٰ کو نذر کیا ہے، اور یہ فلاں نے کیا ہے اور ہر ایک کا کلام اس کی طرف کرتے ہیں، حالانکہ حضرت مسیح توراۃ و انجیل کی وہی چیزیں اپنی نماز میں تلاوت کرتے تھے جس کی تمام انبیاء اور بنو اسرائیل کرتے آئے

ہیں۔ اسی طرح مشرق کی طرف یہ لوگ اپنا قبلہ بناتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح نے مشرق کی طرف کبھی نماز نہیں پڑھی بلکہ آپ ہمیشہ مرتے دم تک بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، جو کہ حضرت داؤد اور ان سے پہلے تمام انبیاء اور بنو اسرائیل کا قبلہ رہا ہے، اسی طرح حضرت مسیح نے خود ختنہ کرایا ہے اور ختنہ کو واجب قرار دیا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور تمام انبیاء نے ان سے پہلے واجب کیا تھا، اسی طرح حضرت عیسیٰ نے سور کا گوشت حرام کیا اور اس کے کھانے والوں پر یہ لعنت بھیجی اس کی خوب مذمت بیان کی، جس کا اقرار خود نصاریٰ کرتے ہیں، یہاں تک کہ مرتے دم تک انہوں نے سور کا گوشت جو کے مقدار بھی منہ نہیں لگایا۔ لیکن نصاریٰ اس کا گوشت کھا کر ان سے قربت حاصل کرتے ہیں، اسی طرح نصاریٰ جو روزہ رکھتے ہیں، حضرت مسیح کا ان سے کوئی تعلق نہیں نہ انہوں نے خود وہ روزے رکھے اور نہ ان کے کسی حواری نے، نہ انہوں نے کبھی ''صوم عذاری'' رکھا اور نہ ہی اپنے لئے ان چیزوں کا کھانا جائز سمجھا، جو وہ اپنے روزوں میں کھاتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ نے ان چیزوں کو اپنے روزوں میں کبھی حرام کیا جن کو وہ حرام سمجھتے ہیں۔ نہ آپ نے کبھی ہفتہ کے دن تعطیل منائی اور نہ اتوار کے دن عید۔ اسی طرح نصاریٰ ایک طرف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ سور کا گوشت نجس ہے جیسا کہ ان کے اس گھڑے ہوئے قصے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے حضرت مریم کا جھاڑ پھونک کیا تو سات شیطان نکلے، ان شیاطین نے کہا کہ اب ہم کہاں پناہ پکڑیں، حضرت عیسیٰ نے کہا کہ تم لوگ اس نجس جانور یعنی سور کے اندر داخل ہو جاؤ اور دوسری طرف سور کو سب سے پاک وصاف جانور مانتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت مسیح نے ذبیحہ، نکاح، طلاق، وراثت و حدود وغیرہ تمام احکامات میں اپنے پہلے انبیاء کی سیرت و طریقہ کو اپنایا تھا، لیکن یہ لوگ ان تمام چیزوں میں ان سے مختلف ہیں۔

راہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ان کی عورتوں کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں

نصاریٰ کے نزدیک زانی، لوطی منکر کیلئے نہ دنیا میں کوئی حد ہے اور نہ آخرت میں کوئی عذاب، اسلئے کہ راہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں، لہٰذا جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ پادریوں کو کچھ درہم یا تحفہ وغیرہ دے دیتے ہیں اور اپنا گناہ معاف کرا لیتے ہیں، اسی طرح اپنے پڑوس کے کسی راہب سے جب ان میں کسی کی بیوی بطور تبرک زنا کرا کر اپنے شوہر کے پاس لوٹتی ہے تو اس کا شوہر یہ خبر سن کر خوش ہوتا ہے اور برکت سمجھتا ہے۔

حضرت مسیح نے پادریوں اور راہبوں کو احکام شرعیہ کا حاکم نہیں بنایا نصاریٰ کی مخالفت یہود سے

نصاریٰ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ توراۃ اور اپنے پہلے انبیاء کی وصیتوں پر عمل کروں، میں اس کو توڑنے اور ڈھانے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کو پورا اور مکمل کرنے آیا ہوں، آسمان کا زمین پر گر جانا، اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے بنسبت اس کے کہ میں شریعت موسوی کا کوئی حصہ توڑ دوں اور جس نے بھی اس کا کوئی حصہ توڑا وہ آسمان کے فرشتوں کے درمیان ناقص کہلائے گا، اسی حالت میں آپ اور آپ کے اصحاب مرتے دم تک قائم رہے، آپ نے اپنے اصحاب کو نصیحت کی کہ جو کچھ تم مجھے کرتے دیکھو وہی تم بھی کرو اور جن چیزوں کو دے کر میں نے تمہیں خوش کر دیا ہے تم بھی ان کے ذریعہ دوسروں کو خوش کرتے رہو، اور جس چیز کی میں نے تم سے وصیت کی ہے اس کی وصیت دوسروں کو بھی کرو۔ ان کے ساتھ ایسے ہی رہو جیسے کہ میں تمہارے ساتھ رہا ہوں اور ان کے لئے ایسے ہی بنو جیسے میں تمہارے لئے ہوں، چنانچہ ان کے اصحاب تقریباً تین سو برس تک اسی حال میں باقی رہے اس کے

بعد وہ دور آیا جب کہ انہوں نے ان کے احکامات میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف و تبدیل کرنا شروع کر دیا، اس کی مخالفت کرنے لگے، یہاں تک کہ دین مسیح سے بالکل نکل گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جادوگر، مجنوں، بیوقوف، ولد الزنا کہتے ہیں چنانچہ وہ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے، اسی طرح انہوں نے دیکھا کہ یہود ختنہ کرتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ختنہ کرنا چھوڑ دیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ طہارت میں خوب مبالغہ کرتے ہیں تو انہوں نے یکسر طہارت حاصل کرنا ہی چھوڑ دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانے پینے ان سے ملنے جلنے سے اجتناب کرتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ان سے جماع کرنا شروع کر دیا، انہوں نے دیکھا کہ یہود سور کا گوشت حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنے اوپر حلال کر لیا اور اس کا کھانا اپنے لئے ایک شرعی فعل قرار دیا، انہوں نے دیکھا کہ یہود بہت سے ذبیحہ اور حیوان کو حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ہاتھی سے لے کر مچھر تک تمام کو اپنے لئے حلال کر لیا، اور کہنے لگے جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو چھوڑ دو کوئی حرج و پابندی نہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ یہود بیت المقدس کی طرف نماز میں قبلہ کرتے ہیں، تو وہ مشرق کی طرف قبلہ کرنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہود اللہ پر اپنی کسی شریعت کا منسوخ کرنا حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو پورا اختیار دے دیا کہ جو چاہو حرام کرو اور جو چاہو حلال کرو اور جسے چاہو منسوخ کرو انہوں نے دیکھا کہ یہود ہفتہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اس میں دنیاوی کام و کاج حرام کر لیتے ہیں تو انہوں نے اتوار کے دن کی تعظیم کرنی شروع کر دی اور ہفتہ کو اپنے لئے حلال کر لیا، باوجودیکہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح خود ہفتہ کی تعظیم اور اس کی حفاظت کرتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہود صلیب سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ تورات میں ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جس نے صلیب لٹکائی تو وہ ان کی مخالفت میں صلیب کی عبادت کرنے لگے، غرضیکہ یہود کی مخالفت و دشمنی میں انہوں نے توراۃ کے تمام احکامات کی مخالفت کی

اور بالکل اس کے برخلاف کرنے لگے۔ حالانکہ تورات کے متعلق حضرت مسیح کے مذکورہ بیان سے وہ بخوبی واقف تھے اس سبب کے ساتھ ساتھ ان کے دین مسیح سے نکل جانے کا ایک اور سبب ان کی مشہور و معروف کتاب ''بافرکسیس'' سے پتہ چلتا ہے جس میں ہے کہ نصاریٰ کے کچھ لوگ بیت المقدس سے نکل کر انطاکیہ اور شام کے دوسرے حصوں میں آئے، اور لوگوں کو صحیح دین مسیح کی طرف بلانے لگے، ان کو توراۃ پر عمل کرنے کی دعوت دینے لگے اور ایسے لوگوں کا ذبیحہ نہ کھانے اور حرام سمجھنے کی تلقین کرنے لگے جو توراۃ پر عمل نہ کریں، انہوں نے ختنہ کرنے اور ہفتہ کی تعظیم کرنے کا حکم دیا، سور اور دیگر توراۃ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھنے کی دعوت دی، نصاریٰ پر یہ تمام باتیں شاق گزریں اور انہوں نے بیت المقدس میں اکٹھا ہو کر یہ مشورہ کیا کہ کس طرح لوگوں کو اپنے مذہب کا دلدادہ بنایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے اندر داخل ہو جائیں، آخر کار رائے یہ طے پائی کہ لوگوں کے ساتھ خوب مل جل کر رہا جائے، ان کے ساتھ رخصت برتی جائے، ان کے اخلاق اپنے اندر پیدا کئے جائیں اور اس طرح انجیل کے احکامات اور لوگوں کے طور طریقہ دونوں کو لے کر ایک ملی جلی شریعت بنائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر کتابیں لکھیں، اس سلسلہ میں ان کی یہ پہلی بڑی مجلس تھی۔ پھر مختلف موقعوں پر نئی چیزوں کے پیدا کرنے کے لئے مجلسیں منعقد ہوتی رہیں، یہاں تک کہ سب سے بڑی مجلس ''قسطنطین الرومی ابن ہیلانہ الحرانیہ الفندقیہ'' کے زمانہ میں منعقد ہوئی، جس کے زمانہ میں حضرت مسیح کے دین کو بالکل بدل دیا گیا اور گھڑے ہوئے نصاریٰ کے دین کی اس نے خوب پرچار کی یہاں تک کہ اس دین کے ماننے والوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگئی، یہ لوگ کچھ دنوں تک اس پر باقی رہے پھر اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے، پھر دوبارہ تین سو اٹھارہ آدمیوں نے اس مذہب کو اپنایا، جن کو نصاریٰ آباء کہتے ہیں اور جنہیں کے نقش قدم پر وہ آج تک چل رہے ہیں، انہیں کا طریقہ تمام لوگوں کے نزدیک سب سے اہم بنیاد و اصل ہے، جس کو اختیار کئے بغیر کوئی نصرانی نہیں بن سکتا، اس کا نام وہ ''سنھودس'' رکھتے ہیں، جس کو امانت بھی کہا جاتا ہے۔

نصاریٰ کی امانت سب سے بڑی خیانت ہے

اس کے الفاظ یہ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں، جو اکیلا باپ ہے، ان تمام چیزوں کا خالق ہے جو دکھائی دیتی ہیں اور جو نہیں دکھائی دیتی ہیں اور رب واحد، عیسیٰ مسیح پر ایمان لاتے ہیں، جو اللہ کے سب سے پہلے اور اکلوتے بیٹے ہیں، جسے بنایا نہیں گیا ہے یعنی تمام مخلوقات کی طرح پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ خود رب اور خالق ہے، وہ معبود برحق ہیں جو معبود برحق کی ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور جو ہر میں اپنے باپ کے مساوی ہیں، انہیں کے ہاتھوں آسمان و زمین اور تمام چیزوں کی تخلیق ہوئی ہے، انہیں کی ذات سے انسانوں کا وجود ہوا ہے، وہ ہم کو بچانے کے لئے آسمان سے اتر آئے، اور روح القدس اور مریم کے جسم میں داخل ہو گئے، پھر مریم حاملہ ہوئیں اور انہوں نے ان کو جنا، پھر انہیں گرفتار کیا گیا اور سولی دی گئی اور ''فیلاطس رومی'' کے زمانے میں مقتول ہوئے اور کفن و دفن کیا گیا، لیکن تین دن کے بعد قبر میں اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹھے، وہ پھر دوبارہ آنے کے لئے تیار ہیں تاکہ مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلہ کریں، ہم ایمان لاتے ہیں، رب واحد، روح القدس پر جو حق کا روح ہے اور جس کی محبت کی روح اس کے باپ سے نکلی ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں ایک چشمہ پر گناہوں کو معاف کرانے کے لئے، اور مقدس، قاصد پادریوں کی جماعت پر اور اپنے ابدان کے دوبارہ قائم کئے جانے اور ہمیشہ کی زندگی پر۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے سرداروں نے کہا جس ہاتھ نے اس عالم کی تخلیق کی حضرت آدم کی مٹی گوندھا، ان کو پیدا کیا، آسمانوں کو ناپا اور موسیٰ کے لئے توراۃ لکھی، اس پر کیلیں نصب کی گئیں اور تیر برسائے گئے۔

انہوں نے یہود کے متعلق یہ بیان دیا ہے کہ انہوں نے معبود کے چہرہ پر طمانچہ سے مارا ہے اور سر کی پٹائی کی ہے اور معبود کے متعلق انبیاء سے یہ بشارتیں نقل کی ہیں کہ اس کی پیدائش ایک

عذراء (شادی کی خواہش نہ کرنے والی) عورت کے بطن سے ہوگی اور اسے گرفتار کیا جائے گا، اور سولی دی جائے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ''سنھودس'' جس پر ہمارے سات سو رہنما آباء نے اتفاق کر رکھا ہے اس میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ہوا، پھر انہوں نے معبود کو جنا، اسے دودھ اور کھانا پانی کھلایا پلایا۔

انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مسیح حضرت آدم کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی۔ اسی طرح اسرائیل کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب و خالق و رازق بھی۔

ایک جگہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے وہ علماء جو ہم تمام کے لئے قابل اسوہ اور نمونہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ مسیح ہمیشہ سے ایک کلمہ تھے اور کلمہ ہمیشہ سے اللہ ہے، اور اللہ ہی کلمہ ہے، جس کو مریم نے جنا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، اور وہ لوگوں میں اللہ ابن اللہ اور کلمۃ اللہ کہلائے۔ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ خدائے لم یزل جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، اسی کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہاتھوں سے چھوا، اسی کا حمل حضرت مریم کو ہوا پھر ان کے پیٹ ہی سے لوگوں سے کلام کرنے لگا، اور ایک اندھے آدمی سے پوچھنے لگا، کیا تم اللہ پر ایمان لاتے ہو، اندھے نے کہا وہ اللہ کون ہے جس پر میں ایمان لاؤں، اس نے کہا وہ تمہارا مخاطب ابن مریم ہی ہے، اس نے کہا میں تجھ پر ایمان لایا اور یہ کہہ کر سجدے میں گر گیا، لہٰذا صرف مریم کا حمل وہی اللہ ابن اللہ اور کلمۃ اللہ ٹھہرا، جس کو مریم نے پیدا کرنے کے بعد دودھ پلایا اور چھڑایا، پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگوں نے اس کو مختلف عذاب ذلت ونکبت سے دوچار کیا اور پھانسی کی سزا دی اور یہ سب کچھ اس نے نصاریٰ کو بچانے کے لئے خود اپنے سر مول لیا۔ وہ کہتی ہیں کہ ہماری تینوں جماعتوں کے نزدیک مسیح نہ نبی تھے اور نہ ہی اللہ کے کوئی نیک بندے، بلکہ وہ خود تمام انبیاء کے رب، ان کے خالق و باعث، مرسل و ناصر تھے۔ اسی طرح تمام فرشتوں کے بھی رب تھے اور حضرت عیسیٰ کا حضرت مریم کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا، ان کے

لئے حسن تدبیر کی، ان کے ساتھ مہربانی و مدد کی۔ یہ چیزیں تو تمام مادہ کو حاصل ہیں، لہٰذا یہ حضرت مریم کے فوقیت کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی، بلکہ حقیقت میں تمام اناث پر ان کی فوقیت کی وجہ صرف یہ اور یہ ہے کہ مسیح واحد اللہ ابن اللہ نو ماہ تک ان کے پیٹ سے چمٹے رہے اور وہ حالت حمل میں رہیں پھر ان کی پیدائش ہوئی اور اس حالت حمل و پیدائش میں بھی وہ اسی طرح تنہا معبود و مسیح رب و خالق تھے جیسے کہ پیدائش کے بعد حالت نوم، حالت مرض، حالت صحت، وغیرہ بعد کے تمام ادوار میں تنہا معبود و خالق تھے اور ان تمام حالات میں ان کی صفت خالقیت والوہیت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوا۔

اس اعتقاد باطل پر اتفاق کر لینے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض لوگ صراحۃً یہ کہتے ہیں کہ مریم نے اللہ کو جنا اور پیدا کیا اور اللہ مر گیا، اور بعض لوگ ایسا کہنا ناپسندیدہ سمجھتے ہیں اور اس کے استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں وہ اس طرح کہتے ہیں کہ مریم نے مسیح کو جنا ان کو ایک مدت تک کے لئے پیٹ میں رکھا، وہ مسیح کی ماں ہیں اور مسیح تنہا اللہ ابن اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں قوموں میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں مسیح کو مکمل الوہیت کا درجہ دیتے ہیں، البتہ پہلے قول سے اختلاف لفظی کا سبب وحکمت یہ بتلاتے ہیں کہ اس کے اندر صراحۃً اللہ کے پیدا ہونے اور مرنے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ عوارض خود ان کے باپ اللہ کی ذات کو لاحق ہوئی ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں مسیح کو یہ چیزیں لاحق ہوئی ہیں، جو خود بھی مکمل معبود ہیں اور جو ہر میں اپنے باپ کے مساوی ہیں اور یہی بات ثابت کرنا ہم دونوں کا مقصد ہے اور یہی ہمارا بنیادی عقیدہ اور دین ہے، جس کی رہنمائی ہمیں ہمارے حقیقت شناس آباء نے کی ہے۔

غرضیکہ یہ مثلثہ صلیب پرست قوم از اول تا آخر متفقہ طور پر حضرت مسیح کو اللہ کا نبی اور نیک بندہ نہیں تسلیم کرتی ہے، بلکہ ان کو مکمل الٰہ کا درجہ دیتی ہے اور آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا، مخلوقات کو رزق دینے والا، انہیں پیدا کرنے والا اور مارنے والا، دوبارہ اٹھانے اور محاسبہ کرنے

والا، سزا و جزا دینے اور معاملات کی تدبیریں کرنے والا سمجھتی ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اس نے مکمل طریقہ پر ان تمام امور کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ میں دے کر خود کنارہ کشی اور علیحدگی اختیار کر لی ہے، اس دعوے کے اثبات میں ان کی امانت کا وہ اقتباس بیان کیا جا چکا ہے جس کو یہ قوم اپنے دین کی بنیاد مانتی ہے اور اپنی نمازوں میں یہ دعا کرتی ہے کہ اے یسوع مسیح تو ہمیں زندگی دے اور روزی دے اولاد دے تندرستی دے اور آخرت میں اچھا بدلہ دے۔

یہ نصاریٰ درحقیقت اپنے ان تمام اقوال و خیالات میں حضرت مسیح کی مخالفت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی تصدیق و تائید کرتے ہیں، حالانکہ یہ صراصر ان کا گمان باطل ہے، کیونکہ حضرت مسیح نے کبھی اپنے الہ و معبود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ ان سے یہی کہتے چلے آئے کہ ہمارا اور تمہارا رب و معبود صرف اللہ ہے اور تمام انسانوں کی طرح ہم بھی اس کے محتاج بندے ہیں اور گزشتہ تمام انبیاء کی طرح صرف ایک رسول ہیں جیسا کہ انجیل یوحنا میں ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی دعا میں کہا کہ ابدی اور دائمی زندگی کے لئے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ تو تنہا الٰہ حق ہے اور یسوع مسیح کا مرسل ہے اور درحقیقت یہ شہادت مسلمانوں کی شہادت کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی طرح ہے۔ اس طرح حضرت مسیح نے بنو اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ تم مجھے قتل کر دینا چاہتے ہو حالانکہ میں ایک ایسا آدمی ہوں، جس نے تم سے وہی حق باتیں کہی ہیں، جس کو خدا سے سن رکھا ہے اس میں بھی انہوں نے اپنے بشر ہونے کی گواہی دی ہے اور اللہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے، اسی طرح اپنے عدم اختیار اور اللہ کی جانب سے مامور و مرسل ہونے کی گواہی مختلف موقع پر انہوں اس طرح دی ہے۔

''میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ جو کچھ چاہوں اپنی طبیعت سے کروں بلکہ اس کی مشیت کے مطابق کروں گا جس نے مجھے بھیجا ہے، جو باتیں تم مجھ سے سنتے ہو وہ میری جانب سے نہیں ہیں، بلکہ اس خدا کی جانب سے ہے، جس نے مجھے بھیجا ہے۔''

میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ لوگوں سے خدمت کراؤں بلکہ میں خدمت کرنے آیا ہوں،

میں نہ لوگوں کے اعمال کو اپنے دین کے تابع بنانے والا ہوں اور نہ ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے والا بلکہ اس کا محاسب و نگراں تو وہی ہستی ہے جس نے مجھے بھیجا ہے، اے رب وہ جان چکے ہیں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میں نے تیرا نام ان سے ذکر کیا ہے۔

بیشک صرف اللہ تنہا ہر چیز کا رب ہے اس نے انسانوں میں سے بعض لوگوں کو تمام دنیا والوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ حق کو اختیار کریں۔

میرے اللہ کی جانب سے دنیا کی طرف نبی مرسل ہونے کی دلیل وہ معجزات اور خرق عادت اعمال ہیں جن کا صدور مجھ سے ہوتا رہتا ہے۔

میں اس بات سے عاجز نہیں ہوں کہ اپنی طبیعت سے کچھ پیدا کروں، لیکن میں وہی کلام کرتا ہوں اور جواب دیتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

اللہ نے مجھے مبارک پیدا کیا ہے اور رسول بنا کر بھیجا ہے، میں اللہ کا بندہ ہوں اور ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں نجات پانے والے دن کے لئے۔

اللہ نے نہ کبھی کوئی چیز تناول فرمائی ہے اور نہ فرمائے گا، نہ کبھی نوش فرمایا ہے اور نہ فرمائے گا، نہ کبھی سویا ہے اور نہ سوئے گا، نہ اس کا کوئی لڑکا ہے نہ اس کا کوئی لڑکا ہوگا، اور نہ ہی وہ کبھی پیدا کیا جائے گا، نہ اس کو کسی نے دیکھا ہے، اور نہ اسے کوئی دیکھے گا اور جس نے دیکھا وہ (اس کی تجلی سے) مر گیا۔

ان بیانات کو دیکھنے کے بعد آپ کی رسالت و نبوت کے متعلق قرآن کا یہ بیان کتنا مناسب و صادق معلوم ہوتا ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (المائدۃ۔75)

مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہیں، جیسے کہ ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، اور ان کی ماں صدیقہ ہیں، یہ دونوں (تمام انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے تھے۔

آپ نے جب اپنے رب سے مردے کو زندہ کر دینے کی دعا کی تو فرمایا، خدا میں تیرا شکر گزار ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں، تو ہی اس وقت اور تمام اوقات میں میری دعائیں سننے والا ہے خدا تو اس مردے کو زندہ کر دے تا کہ بنو اسرائیل جان لیں کہ میں تیرا رسول ہوں اور تو میری دعائیں سنتا ہے۔

اسی طرح انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح سامریہ سے نکلے اور جلجال پہنچے تو فرمایا کسی نبی کی اس کے وطن میں عزت و تکریم نہیں کی گئی۔

لوقا کی انجیل میں ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی نبی اپنے وطن میں قتل نہیں کیا گیا پس تم کیسے مجھے قتل کرو گے۔

مرقس کی انجیل میں ہے کہ ایک آدمی حضرت مسیح کے پاس آیا اور کہنے لگا اے صانع و معلم، مجھے آپ بتلایئے کہ وہ کون سا عمل ہے۔ جس کو کر کے میں ابدی زندگی حاصل کروں، حضرت مسیح نے اس سے کہا کہ تم نے مجھے صانع کیوں کہا، صانع تو صرف اللہ ہے اور اس کے شروط تم جانتے ہو، تم چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، جھوٹی گواہی نہ دو، خیانت نہ کرو اپنے ماں باپ کی عزت و تکریم کرو۔

انجیل یوحنا میں ہے کہ یہود نے جب آپ کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ سے یہ دعا کی کہ اے میرے معبود وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ اب تو مجھے اپنے پاس عزت بخش اور میرے لئے کوئی راستہ نکال دے تا کہ میں دائمی حیات کا مالک بن جاؤں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

غیر فانی اور باقی رہنے والی زندگی یہ ہے کہ لوگ تجھ کو ایک معبود اور رب تسلیم کریں گے اور تیرے بھیجے گئے رسول مسیح پر ایمان لائیں۔ میں نے دنیا والوں کے سامنے تیری تعظیم بیان کی اور اس چیز کا بوجھ اٹھایا، جس کا تو نے مجھے حکم دیا، اس لئے تو مجھے عزت بخش۔

انجیل متی میں ہے کہ تم اپنے آباء کا نسب نہ بیان کرو، جو زمین میں ہیں، اس لئے کہ تمہارا باپ صرف وہی ہے جو آسمان میں ہے اور تم معلمین کہہ کر نہ پکارو اس لئے کہ تمہارے معلم صرف

حضرت مسیح ہیں۔ باپ کا لفظ ان کے یہاں رب اور مربی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یعنی یہ نہ کہو کہ تمہارا رب اور معبود زمین پر ہے بلکہ آسمان پر ہے اور اپنا مرتبہ آپ نے وہی بیان کیا جو اللہ کی جانب سے آپ کو عطا کیا گیا ہے یعنی صرف ایک معلم ہونے کی حیثیت بتلائی اور حقیقی معبود اس ذات کو بتلایا جو آسمان میں ہے۔ لوقا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے جب اللہ سے دعا کی تو اللہ نے عورت کے بچہ کو زندہ کر دیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہت بڑے نبی ہیں اور اللہ نے ان کی گمشدہ امت کو تلاش کیا ہے۔

انجیل یوحنا میں ہے کہ مسیح نے گھر میں اپنی آواز بلند کی اور یہودیوں سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے اور میرے مقام کو پہچان لیا ہے، میں اپنی طرف سے نہیں آیا ہوں، بلکہ مجھے حق سبحانہ نے بھیجا ہے اور تم اس سے جاہل ہو اور اگر میں اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کروں تو تمہارے مثل جھوٹا ٹھہروں گا میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں جسے تم نہیں جانتے کہ میں اسی کی جانب سے ہوں اور اسی نے مجھے بھیجا ہے۔

غرضیکہ ہمیشہ آپ نے تمام انبیاء کی طرح محض ایک نبی اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن یہ مثلثہ ان کو الہ و معبود مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیح کا یہ فرمانا کہ میں اسی کی جانب سے ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں الہ حق ہوں الہ حق کی جانب سے۔

حالانکہ قرآن میں ہے (رسول من اللہ) اللہ کے رسول ہیں اور حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا:

وَلٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف۔67)

میں اللہ رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی فرمایا۔ لیکن یہ لوگ اپنی کج فطرت کی وجہ سے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کے لینے کے خوگر ہیں۔

انجیل میں یہ بھی ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں تو

آپ نے ان سے فرمایا، اگر اللہ تمہارا باپ ہوتا تو تم میری اطاعت کرتے، اسلئے کہ میں اسی کی جانب سے رسول ہوں میں آیا ہوں تو اپنی طرف سے نہیں آیا ہوں، بلکہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ لیکن تم میری وصیت قبول نہیں کرتے ہو اور میرے کلام کو سننے سے عاجزی ظاہر کرتے ہو، تم شیطان کی اولاد ہو، اور اپنی خواہشات کے بندے، جس کا پورا کرنا تمہارا مقصد ہے۔

انجیل میں ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ آپ کب تک اپنا معاملہ چھپائیں گے اگر آپ وہی مسیح ہیں جس کا ہم انتظار کرتے ہیں تو ہمیں اس کی خبر دیں، یہاں یہود نے حضرت مسیح کو یہ کہہ کر مخاطب نہیں کیا کہ اگر آپ اللہ اور ابن اللہ ہیں تو ہمیں اس کی خبر دیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے کبھی بھی خود ہی اللہ اور ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور آپ کے متبعین و دشمنان میں سے کسی نے یہ نہیں سمجھا کہ آپ اللہ یا ابن اللہ ہیں۔

انجیل میں ایک جگہ ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا وہ اپنے قائدین اور روسا کے پاس لوٹ آئے، انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ تم انہیں پکڑ کر کیوں نہیں لائے، انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ انصاف ور کسی کو نہیں سنا۔ یہود نے کہا کہ تم بھی دھوکہ میں پڑ گئے، بھلا بتاؤ کہ اہل کتاب کے روسا اور قائدین میں بھی کوئی ایمان لایا ہے۔ ان کے کسی بڑے آدمی نے یہود سے کہا، اچھا تم ہی بتاؤ کیا تمہاری کتاب اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ کسی آدمی کی بات سننے سے پہلے اس کے متعلق حکم ورائے قائم کر دی جائے، یہود نے اس شخص سے کہا کہ کتاب کھولو اور دیکھو، اس میں ہے کہ جلجال سے کوئی نبی نمودار نہیں ہوگا۔

غرض کہ یہود ہمیشہ آپ کے اسی مرتبہ کی تکذیب کرتے رہے جو اللہ کی جانب سے نبوت کا مرتبہ آپ کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی تکذیب نہیں کی کہ آپ اللہ نہیں ہیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ الٰہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کی جانب سے محض نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اگر آپ اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تو اس کا ذکر ضرور ملتا اور اس کے ساتھ ساتھ یہود کی زبردست تکذیب وتکفیر کا بھی پتہ چلتا کیونکہ اس صورت میں عقلاء حسنا اور

انبیاء کے اقوال کی روشنی میں ہر اعتبار سے نصاریٰ کا کذب ان کے لئے ظاہر تھا جو ان کی تکذیب کا زبردست محرک وسبب بنتا۔

اور اگر اللہ رب العالمین کا منشا یہ ہوتا کہ وہ اپنی عظمت کی کرسی سے اتر کر بندوں کے سامنے نمودار ہو اور ان سے بالمشافہ بات کرے تو اس کے اوپر واجب تھا کہ وہ کسی عورت کے شرمگاہ میں نہ داخل ہو اور پاخانہ، پیشاب، حیض وغیرہ کی نجاستوں میں اپنا وقت نہ گزارے اور اس طرح وہ بچہ کی شکل میں پیدا ہونے دودھ پینے رونے دھونے، لوگوں کے ساتھ کھانے پینے اور سونے نیز پاخانہ پیشاب اور انسانوں کی تمام صفات نقص سے بری ہو جاتا کیونکہ وہ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے اور اس کو کوئی چیز احاطہ کئے ہوئے نہیں ہے، بلکہ اس کی کرسی پورے آسمان وزمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ لہٰذا جس ہستی کی یہ حالت ہے اس کو عورت کی شرمگاہ کیسے احاطہ کر سکتی ہے اور یہ صفات نقص اس کی صفات کمال کے کس قدر منافی ہیں، جنہیں تم متفقہ طور پر اس کے لئے ثابت کر رہے ہو۔

نصاریٰ کی کتابوں میں "باپ"، "رب" اور "سید" سے مشتبہ ہونے کا کیا مطلب؟

مسیح کے الٰہ ہونے کے خلاف صلیب پرستوں کے جواب کا انتظار

میں ان صلیب پرست نصاریٰ سے پوچھتا ہوں کہ جب آسمان وزمین کے خالق مالک کو سولی دی جا رہی تھی، اور اس کا ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا اس وقت اس کائنات کا نظام کون چلا رہا تھا، کیا اس وقت آسمان وزمین بغیر کسی معبود کے تھے یا کسی کو اس نے اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا تا کہ وہ اس کی جگہ اس کا نظام سنبھالے رہے اور وہ خود عرش سے اتر کر اپنے نفس پر عذاب اور لعنت مول لینے آیا تھا کیونکہ توراۃ میں ہے کہ جو سولی پر لٹکایا گیا وہ ملعون ہے، یا اس

حالت میں بھی وہ کائنات کی تدبیر کر رہا تھا، لیکن جب وہ مر گیا اور دفن کر دیا گیا تو اس وقت کیا حالت تھی یا تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں اس کا جواب معلوم نہیں، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں ایسے ہی ہے اور ہمارے آباء اور رہبروں نے ایسا ہی کیا ہے اور اس کا جواب دینا انہیں پر فرض ہے، نہ کہ ہمارے اوپر۔

تو اے صلیب پرست نصاریٰ، ہم تم سے اور تمہارے آباء بھی سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کس چیز نے مسیح کے معبود ماننے کی رہنمائی کی ہے کیا اس بات نے کہ مسیح کو ان کے دشمنوں نے پکڑ کر سولی دی ہے ان کے سر کو کانٹوں سے تاج پوشی کی ہے، ان کے چہرہ پر تھوکا اور طمانچہ سے زدوکوب کیا ہے، ان کے ہاتھ و پاؤں کو باندھ کر ان پر کیلیں نصب کی ہیں اور فریاد کرتے ہوئے ان کی روح پرواز کر جاتی ہے اور وہ دفن کر دیے جاتے ہیں۔

کیا اس بناء پر وہ معبود ہیں اگر ان کے معبود ہونے پر تمہاری یہی دلیل ہے تو تم تمام دنیا میں سب سے زیادہ گرے ہوئے پست لوگ ہو اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو اور تمہاری یہ دلیل انتہائی مضحکہ خیز اور تمام مخلوقات کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

اور اگر تم ان کے معبود ہونے کی دلیل دیتے ہو کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں، لہٰذا اگر مخلوق ہوتے، تو ضرور کسی انسان کے نطفہ سے پیدا ہوتے، تو تم حضرت آدم علیہ السلام کو بھی مسیح کا خدا مانو کیونکہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ خدا ہونے کے مستحق ہیں اور اسی طرح حضرت حوا علیہ السلام کو بھی پانچواں خدا مانو، کیونکہ وہ بھی بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور دونوں کی تخلیق مسیح کے مقابلہ میں کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ہر طرح سے پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، حضرت حوا علیہ السلام کو بغیر ماں کے پیدا کیا، حضرت مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو ماں باپ دونوں کے نطفے سے پیدا کیا، لہٰذا اس سب کے پائے جانے کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ ماننے کی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی۔

اگر تمہاری یہ دلیل کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا ہے اور مردوں کو زندہ صرف اللہ ہی کر سکتا ہے تو تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا مانو، کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تعجب خیز معجزات اور نشانیاں دکھلائی ہیں۔

مثلاً ایک لکڑی کو انہوں نے بہت بڑا زندہ سانپ بنا دیا تھا اور یہ معجزہ اس سے کہیں زیادہ تعجب خیز ہے کہ کسی مردہ جسم میں اس روح کو دوبارہ ڈال دیا جائے، جو اس کے اندر پہلے پائی جاتی تھی اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ مردوں کو زندہ کرنا نہیں ہے تو حضرت یوشع کو خدا مانو، کیونکہ تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ اسی طرح ایلیاء نبی کو خدا مانو، کیونکہ انہوں نے بھی اللہ کے حکم سے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو زندہ کیا تھا اور اس طرح انبیاء اور ان کے حوارین کے متعلق تمہاری کتابوں میں بہت سے واقعات ہیں۔

تو کیا اس معجزے کی بناء پر ان میں کوئی خدا ہوا ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے ہاتھوں سے عجیب و غریب چیزوں کا ظہور ہوا ہے، اس لئے وہ خدا ہیں تو سن لو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے بڑھ کر عجائبات پیش کیے ہیں۔

حضرت ایلیاء نے ایک بڑھیا کے آٹے اور تیل میں برکت کی دعا کی تو آٹا اس کی تھیلی اور تیل اس کی شیشی سے سات سال تک ختم نہیں ہوا اور اگر تم ان کو خدا اس بناء پر مانتے ہو کہ انہوں نے تھوڑے سے گندھے ہوئے آٹے کے پیڑے سے ہزاروں لوگوں کو کھلا کر آسودہ کر دیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا مانو، کیونکہ آپ نے چالیس برس تک من و سلویٰ اپنی امت کو کھلایا تھا اور حضرت محمد ﷺ نے بہت ہی قلیل توشہ سے اپنی امت کے پورے لشکر کو کھلایا تھا، یہاں تک کہ وہ خوب آسودہ ہو گئے اور اپنے برتنوں کو بھی بھرا، اسی طرح تھوڑا سا پانی جو لپ بھر نہیں تھا، آپ ﷺ نے اس سے پورے لشکر کو سیراب کر دیا اور انہوں نے پانی سے تمام برتن بھر لئے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے دریا کو آواز دی، تو اس کی موجیں ٹھہر گئیں، اس لئے ہم خدا مانتے ہیں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بڑھ کر معجزہ دکھلایا، دریا میں

آپ کے لاٹھی مارنے سے پانی دونوں طرف دیوار کی طرح ٹھہر گیا اور بارہ راستے بن گئے، اور سخت پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ اس بناء پر خدا ہیں کہ انہوں نے پیدائشی اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دیا تھا تو مردوں کو زندہ کرنا تو اس سے زیادہ تعجب خیز ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے معجزات اس سے بھی بڑے تعجب خیز ہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس لئے ہم خدا مانتے ہیں تو یا تو تمہاری بات صحیح ہے یا انہوں نے اپنے مخلوق اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور تم جھوٹ ان پر باندھ رہے ہو، اگر ہم تمہارا دعویٰ صحیح مان لیں تو یہ ماننے پڑے گا کہ وہ نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ کوئی مومن وصادق۔ بلکہ وہ مسیح دجال کا بھائی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰــــهٌ مِّنْ دُوْنِـهٖ فَـذٰلِكَ نَـجْزِيْـهِ جَهَنَّمَ

(الانبیاء-29)

ان میں سے جو یہ کہے گا کہ اللہ کے بجائے میں معبود ہوں، اس کو ہم جہنم کا بدلہ دیں گے۔

اور ایسا شخص فرعون ونمرود وغیرہ کی طرح اللہ کا بہت بڑا دشمن ہوگا۔

لہٰذا تم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کی کرامت اس کی نبوت ورسالت کے درجہ سے ہٹا کر اس کا سب سے بڑا دشمن ٹھہرایا، اس لئے تم محبّ کی شکل میں ان کے سب سے بڑے دشمن ہو، کیونکہ جس چیز کا دعویٰ تم حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے کر رہے ہو، یہی مسیح کذاب کا سب سے نمایاں دعویٰ ہوگا، جس سے اس کو پہچانا جائے گا پھر اللہ رب العالمین اپنے محبوب بندے اور رسول حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا آپ اسے قتل کریں گے اور اس کا کذاب لوگوں کے لئے ظاہر ہوگا اور اگر عیسیٰ مسیح علیہ السلام معبود ہوتے تو انہیں قتل نہیں کیا جاتا، چہ جائیکہ ان پر تیر برسا کر چہرے پر تھوک کر سولی دی جاتی، لیکن اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے لئے بندہ، نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ انجیلوں سے پتہ چلتا ہے اور عقل وفطرت بھی جس کی گواہی دے رہی ہے اور اس کے باوجود بھی تم اس کو الٰہ مانتے ہو، تو تم صراحۃً ان کے دعوے کی تکذیب کرتے

ہو اور بغیر کسی دلیل کے ان کو اپنا خدا مانتے ہو اور یہ بالکل حقیقت اور تمہاری کتابوں سے ثابت شدہ امر ہے کہ آپ نے اپنے لئے ابن بشر، بندہ مخلوق، نیز محض نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

لیکن تم نے انہیں الٰہ مان کر ان کی تکذیب کی ہے اس کے مقابلہ میں اللہ اور مسیح پر افترا پردازی کرنے والوں کی تصدیق کی ہے اور اگر تمہارے الٰہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آئندہ آنے والے غیب کی باتوں کی خبر دی ہے تو ایسا تو تمام انبیاء نے کیا ہے، اور انبیاء کے علاوہ بعض لوگ مثلاً کاہن اور ساحر وغیرہ بھی مستقبل میں ہونے والے بعض جزئیات کی خبر دیتے ہیں اور ان کے بیان وخبر دینے کے مطابق ہی وہ امر وقوع پذیر ہوتا ہے، اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے چونکہ خود اپنے کو انجیل میں متعدد مقام پر ابن اللہ کہا ہے، اس لئے ہم ان کو الٰہ مانتے ہیں، جیسے کہ اس میں ہے "میں اپنے باپ کے پاس جانے والا ہوں" میں اپنے باپ سے مانگنے والا ہوں، اور ابن اللہ ہی ہے۔

تو تم سبھی لوگ اپنے نفسوں کو بھی الٰہ مانو، کیونکہ انہوں نے متعدد جگہ اللہ کو اپنا باپ بھی کہا ہے، اور تمہارا باپ بھی، جیسے کہ ان کا قول ہے "میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جاؤں گا۔"

دوسری جگہ ہے تم اپنے باپ کا زمین پر نسب نہ بیان کرو بلکہ تمہارا باپ تنہا وہ ہے جو آسمان میں ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ باپ سے وہ لوگ رب مراد لیتے ہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے شاگرد جو ان کے بارے میں زیادہ جاننے والے تھے۔ انہیں نے الٰہ کہا ہے، اس لئے ہم بھی الٰہ کہتے ہیں تو تم انجیل کی سراسر مخالفت کر رہے ہو، کیونکہ آپ کے شاگردوں نے آپ کے متعلق وہی عبد ومخلوق ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کا دعویٰ آپ نے کیا تھا۔

متی اپنے انجیل کی نویں فصل میں کہتا ہے کہ شعیا علیہ السلام نے حضرت مسیح کے متعلق بطور پیشین گوئی اللہ رب العالمین کا یہ قول بیان کیا ہے۔ "یہ میرا بندہ ہے جس کو میں نے چن لیا ہے اور میرا حبیب ہے، جس سے میں راضی ہوں۔"

اورآٹھویں فصل میں ہے میں تیرا شکرگزار ہوں، اے میرے آسمان وزمین کے رب۔

لوقا اپنے انجیل کے آخری حصہ میں کہتا ہے کہ حضرت مسیح اوران کے کسی شاگرد کے سامنے راستے میں ایک فرشتہ نمودار ہوا، یہ دونوں رنجیدہ تھے اور فرشتے کو نہیں پہچان سکے، فرشتے نے ان سے پوچھا تم دونوں کیوں رنجیدہ ہو، انہوں نے فرشتے سے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم بیت المقدس میں مسافر ہو اس لئے کہ یہاں اس وقت جو ناصری کا معاملہ ہوا ہے، وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔ وہ ایک قوی نبی اور اللہ اور اس کے امت کے نزدیک اپنے قول وفعل میں متقی وپرہیزگار آدمی تھے، ان کو لوگوں نے پکڑ کر قتل کردیا۔

اوراگر تم اس بناء پر انہیں الٰہ مانتے ہو کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں تو اخنون اور الیاس بھی آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور وہ دونوں باعزت زندہ ہیں نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف پہونچی اور نہ کسی نے ان کے بارے میں کوئی لالچ کی، اور محمد ﷺ بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر آسمان پر گئے تھے، لیکن محض آپ ایک بندے ہی رہے۔ اسی طرح فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور مومنین کی روحیں بھی جسم چھوڑنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں، لیکن ان میں کوئی بھی عبد کے مرتبے سے آگے نہیں بڑھتا، بلکہ بندہ ہی رہتا ہے اور اگر تم ان کو خدا اس بناء پر مانتے ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کو الٰہ، رب اور سید وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے تو اللہ کے بہت سے نام تمام امتوں اور قوموں میں مروج ہیں اور کافی لوگ اس کے نام سے موسوم ہیں۔

رومی، فارسی، ہندی، سریانی، عبرانی، قبطی اوران کے علاوہ بہت سی قومیں اپنے بادشاہ کو الٰہ اور رب کہہ کر پکارتی ہیں۔

توراۃ کے سفر اول میں ہے کہ اللہ کے نبی الیاس کی بیٹیوں کے پاس آئے، ان کو بہت ہی خوبصورت دیکھا اور شادی کرلی۔

تورات کے سفر ثانی میں مصر سے نکلنے کا قصہ جہاں بیان کیا گیا ہے وہاں ہے میں نے تجھ کو فرعون کا خدا بنایا ہے۔

نمبر ۸۲ مزمور داؤدی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کھڑا ہو گیا تمام معبودوں کے لئے عبرانی زبان میں اسی طرح ہے لیکن جس نے اس کو سریانی زبان میں منتقل کیا، اس نے اس میں اس طرح تحریف کردی ہے۔

''اللہ تعالیٰ کھڑا ہوا فرشتوں کی جماعت میں۔''

اسی مزمور داؤدی میں ہے۔ ''میں نے گمان کیا ہے کہ تم الٰہ ہو اور سب کے سب اللہ کے بیٹے ہو۔ اس کے علاوہ اللہ رب العالمین نے بھی اپنے بندے کو ملک کہا ہے اور اس کا نام بھی ملک ہے۔ اسی طرح آپ کو رؤف ورحیم کہا ہے اور یہ اللہ کا نام ہے، اسی طرح عزیز کہا ہے، حالانکہ یہ بھی خدا ہی کا نام ہے۔

اوراس موحد امت کے درمیان رب کا لفظ غیر اللہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً رب المنزل (گھر کا مالک) رب الابل (اونٹ کا مالک) رب ھذہ المتاع (اس سامان کا مالک) حضرت شعیا نے فرمایا، اس بیل نے پہچان لیا، جس کو اس کے رب (مالک) نے پالا اور بندھے ہوئے گدھے نے پہچان لیا، لیکن بنو اسرائیل نہیں پہچان سکے۔

اوراگر تم اس بناء پر معبود مانتے ہو کہ انہوں نے مٹی سے چڑیا کی شکل بنائی اور اس کے اندر پھونک کر حقیقی اڑنے والی چڑیا بنا دیا اور یہ صرف خدا کر سکتا ہے تو موسیٰ بن عمران کو بھی خدا مانو کیونکہ انہوں نے بھی لاٹھی پھینکا تو بہت بڑا اژدہا بن گیا اور اس کو پکڑا تو پہلی حالت کی طرح لاٹھی ہو گیا۔

اوراگر تم یہ کہتے ہو کہ انبیاء نے ان کے الٰہ ہونے کی گواہی دی ہے مثلاً جب بخت نصر نے بنو اسرائیل کو سرزمین بابل کی طرف چار سو بیاسی سال تک جلاوطن رکھا تو عذرا نے کہا مسیح آئیں گے اور تمام امتوں اور جماعتوں کو چھٹکارا دلائیں گے۔ چنانچہ یہ مدت جب ختم ہوئی تو مسیح آئے اور اللہ کے علاوہ کون ہے جو لوگوں کو چھٹکارا اور نجات دلانے کی طاقت رکھتا ہو۔

تو میں کہتا ہوں کہ تم لوگ تمام رسولوں کو خدا بناؤ، کیونکہ سبھی نے لوگوں کو کفر وشرک اور جہنم کے شعلوں سے خدا کے حکم سے نجات دلائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام

نے اپنے متبعین کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا دلایا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے اور انہیں توحید اور آخرت کا عقیدہ دے کر جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلایا ہے، اسی طرح اللہ رب العالمین نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ تمام امتوں کو اتنے اعلیٰ اور بڑے پیمانہ پر نجات دلائی، جو کسی نبی کے ذریعہ نہیں دلائی۔

لہٰذا اگر یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الٰہ ہونے کا بنیادی سبب ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے الٰہ ہونے پر ارمیاء نبی کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں جو انہوں نے آپ کی ولادت کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے کہ اس زمانہ میں حضرت داؤد کے ایک بیٹا پیدا ہوگا، جو نور کی طرح چمکے گا، ملکوں کا بادشاہ ہوگا، حق اور عدل کو قائم کرے گا، یہود، بنو اسرائیل اور اپنے تمام متبعین کو نجات دلائے گا، بیت المقدس میں خونریزی نہیں ہوگی، اور اس کا نام الٰہ ہوگا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگلی کتابوں میں الٰہ حقیقت میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، سید، ملک اور باپ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اگر حضرت مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہوتے تو یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ ان کا نام اللہ رکھا جائے گا بلکہ صاف صاف وہ یہ کہتے کہ وہ اللہ ہوگا اور قطع نظر اس کے تمہارے خلاف سب سے بڑی دلیل تمہارا یہی استدلال ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام الٰہ رکھا جائے گا، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں یہ نام مخلوق و مولود کے لئے ہے، نہ کہ آسمان و زمین کے خالق کے لئے۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے الٰہ ہونے پر شعیا نبی کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں سے کہا، صیہون سے کہو، خوب خوش ہو جائے، اس لئے کہ اللہ آنے والا ہے جو تمام جماعتوں اور خاص طور پر مومنوں کو نجات دلائے گا اور بیت المقدس کو چھٹکارا دلائے گا، اس میں اللہ تمام متفرق امتوں کے لئے اپنا پاک باز و ظاہر فرمائے گا اور ان کو ایک امت بنائے گا، تمام

دنیا والے اللہ کی نجات کے پیاسے ہوں گے کیونکہ وہ ان کے ساتھ اور بالکل سامنے چلے گا اور اسرائیل کا معبود انہیں جمع کرے گا تو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یقینی طور پر معلوم نہیں کہ حضرت شعیا علیہ السلام ہی کا قول ہے اور اس میں تحریف نہیں ہوئی ہے، لہٰذا پہلے اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ بغیر تحریف کے انہیں کا قول ہے اور اگر یہ قول انہیں کا ہو تب بھی اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ مکمل خدا ہیں اور مخلوق نہیں ہیں بلکہ یہ تو ایسے ہی ہیں جیسے کہ توراۃ میں ہے ''اللہ تعالیٰ طور سیناء سے آیا اور ساعیر سے چمکا اور جبال فاران سے اس کا ظہور ہوا، اور اس میں اس امر پر کوئی دلیل نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ خدا ہیں بلکہ اس سے مراد اس کا دین اس کی کتاب اس کی شریعت وہدایت کا نمود وظہور ہے۔''

اسی طرح اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقدس باز و تمام متفرق امتوں کے لئے ظاہر ہوگا تو توراۃ میں بھی اس طرح کی بہت سی بلیغ عبارتیں ہیں۔

اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ تمام دنیا والے اللہ کی نجات کے پیاسے ہوں گے کیونکہ وہ ان کے ساتھ اور سامنے چلے گا تو توراۃ کے سفر خامس میں بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا ان کو ڈرو نہیں کیونکہ اللہ جو تم سبھی لوگوں کا رب ہے، تمہارے سامنے ہے اور وہ تمہاری جانب سے لڑنے والا ہے۔

ایک جگہ توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جماعت تو تیری ہی جماعت ہے، اس نے کہا کہ میں تیرے آگے چلوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تو ہمارے آگے نہ چلا تو ہم کو یہاں سے نہ چلانا، کیونکہ یہ جماعت اور میں کیسے جانوں گا کہ یہ تمام نعمتیں ہمیں تیرے ساتھ چلنے کی وجہ سے دستیاب ہوئی ہیں۔

توراۃ کے سفر رابع میں ہے میں نے ان لوگوں کو تیری قدرت سے چڑھایا ہے، یہ دونوں تمام زمین والوں سے وہ باتیں کہیں گے، جو لوگوں نے تیرے بارے میں سن رکھا ہے کہ اللہ اس قوم کے درمیان ہے، اس کو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اور تیرا بادل ان لوگوں

کو ڈھانپے رہتا ہے اور پھر بادل دن میں ان کے آگے آگے چلتا ہے اور رات میں واپس لوٹ جاتا ہے۔

توراۃ میں ایک جگہ ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، میں تمہارے پاس گھنے بادلوں کے اندر آؤں گا تاکہ قوم مجھے تم سے بات چیت کرتے ہوئے سن لے اس طرح کی بہت سی باتیں کتب الٰہیہ اور انبیاء کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پھر اس کا سننا میرا سننا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہوتا ہے، اس کا پکڑنا میرا پکڑنا ہوتا ہے اور اس کا چلنا میرا چلنا ہوتا ہے۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم زکریا علیہ السلام کے اس قول سے ان کے خدا ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کے متعلق کہا ہے کہ صیہون میں تمہارے پاس آؤں گا اور تمہارے اندر اتروں گا اور نمودار ہوں گا، اس دن اللہ پر بہت سی امتیں ایمان لائیں گی اور اس کے لئے وہ سب ایک جماعت بن جائیں گے، وہ ان کے درمیان اترے گا اور وہ پہچان لیں گے کہ میں ہی وہ طاقتور خدا ہوں جو تمہارے درمیان ٹھہرنے والا ہوں، اس دن اللہ بادشاہت یہود سے چھین لے گا اور ابد تک ان پر دوسرے کو بادشاہ مسلط کر دے گا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کو بھی خدا مانو، کیونکہ تمام اہل کتاب یہ مانتے ہیں کہ اللہ رب العالمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی ظاہر و نمودار ہوا ہے۔

اور اللہ کے اترنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ وہ بیت المقدس کی سرزمین

میں اترے گا، کیونکہ بیت المقدس میں آسمان و زمین اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور پھر ایسی جگہ وہ کیوں اترے گا جہاں اس کو برے لوگوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑے، پھر اس میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لوگ جان لیں گے کہ میں طاقتور ہوں اور تمہارے درمیان ٹھہرنے والا ہوں، تو کیا اس کی قوت کا مظاہرہ یہی ہے کہ اس کو پکڑ کر ہاتھ پاؤں باندھ دیا جائے ان پر کیلیں نصب کی جائیں اس کی کانٹے سے تاج پوشی کی جائے پھر سولی دے دیا جائے اور وہ فریاد کرتا رہ جائے، یہی تمہارے نزدیک اس کا قوی اور غالب ہونا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام تو جب بھی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اکثر مغلوب و مقہور ہی رہے اس لئے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

اور اگر یہ الفاظ اپنے معانی و ترجمے کے ساتھ بالکل صحیح ہوں، جو انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے نقل کیا ہے تو اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی معرفت، اس پر ایمان اس کا ذکر اس کا دین و شریعت مراد ہے جو اس خطے اور ٹکڑے میں نمودار اور غالب ہونے والی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سرزمین بیت المقدس میں جب حضرت مسیح علیہ السلام کا دین غالب ہوا، تو اللہ پر ایمان، اس کی معرفت جس اعلیٰ پیمانے پر لوگوں کو حاصل ہوئی، وہ اس سے پہلے نہیں حاصل ہوئی تھی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ گذشتہ تمام نبوتوں اور کتب الٰہیہ میں کہیں بھی یہ بات نہیں ملتی ہے کہ عیسیٰ ابن البشر خدا ہوں گے اور الٰہ حق ہوں گے الٰہ حق سے اور وہ مخلوق و مربوب نہیں ہوں گے بلکہ آپ کے متعلق، آپ کے سب سے قریبی انسان جناب محمد ﷺ نے جو بیان دیا ہے کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کے کلمے اور روح ہیں، جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا ہے، وہی تمام انبیاء اور کتب سابقہ نے بھی خبر دی ہے، جن میں ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور صلیب پرست مثلثہ نے اپنی کتاب کے جن الفاظ و کلمات سے حضرت مسیح علیہ السلام کے الٰہ ہونے پر استدلال کیا ہے ان میں بعض الفاظ اور کلمات حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں اور بعض دوسروں کے، جیسے باپ، روح، حق اور الٰہ کا لفظ ہے اور اسی طرح روح القدس کا ان کے اندر حلول

کرنے اوران کی شکل میں نمودار ہونے کا مسئلہ ہے یہ تمام الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام اوران کے غیر کے درمیان مشترک ہیں۔

انکے حلول کا عقیدہ بعض بدعتی صوفیاء اور جہمیہ نے بھی اختیار کیا ہے بعض نام نہاد مسلم جماعتوں نے بھی اس شرک وکفر میں نصاریٰ کی موافقت کی ہے

اورانہوں نے ان مقامات پر اللہ کی ذات کا حلول مراد لیا ہے، جہاں درحقیقت مومنین و عارفین کے دلوں میں اللہ پر ایمان ومعرفت اس کے نورو ہدایت کا حلول مراد ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○
(الروم۔27)

اللہ کے لئے مثل اعلیٰ ہے آسمان وزمین میں، اوروہ غالب اور حکیم ہے۔

یہاں مثل اعلیٰ سے فرشتوں، نبیوں اورمومنوں کے دلوں میں جو اللہ کا ایمان اس کی محبت و معرفت اس کی تعظیم وتکریم ہے وہ مراد ہے نہ کہ اللہ کی ذات کا حلول۔

اور یہ قول اللہ کے اس قول کے مثل ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرۃ۔137)

اگر یہ تمہارے مثل ان چیزوں پر ایمان لے آئے جس پر تم لائے ہو تو یہ ہدایت پا گئے۔

اور جیسے اللہ کا یہ قول ہے:

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (الانعام۔3)

اور وہ اللہ آسمان وزمین میں ہے تمہاری پوشیدہ اور ظاہر تمام چیزوں کو جانتا ہے اور جو تم عمل کرو گے اسے بھی جانتا ہے۔

اور جیسے اللہ کا یہ قول ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○
(الزخرف۔84)

وہی وہ ذات ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں بھی اور وہ حکیم وعلیم ہے۔

اور عام بول چال میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ان کے دلوں میں ہے، تم میرے دل اور آنکھ میں ہو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی محبت ومعرفت لوگوں کے دلوں میں ہے، نہ کہ خود اس کی ذات میں۔ جیسے کہ شاعر کا قول ہے:

ومن عجب اني احسن اليهم
وأسأل عنهم من لقيت وهم معي
وتطلبهم عيني وهم في سوادها
ويشتاقهم قلبي وهم بين اضلعي

تعجب کی بات یہ ہے کہ میں ان کا اس قدر مشتاق ہوں کہ ان کے بارے میں جس سے بھی ملاقات ہوتی ہے، پوچھتا رہتا ہوں، حالانکہ وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں۔

میری آنکھیں انہیں تلاش کرتی رہتی ہیں، جب وہ اپنی بڑی جماعت میں ہوتے ہیں اور میرا دل ان کا مشتاق ہوتا ہے، حالانکہ وہ میری دونوں پسلیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

خيالک في عيني وذکرک في فمي
ومثواک في قلبي فاين تغيب

تمہارا خیال میری آنکھوں میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں ہے، اور تیری منزل میرے دل میں ہے تو تو کہاں غائب ہے۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

ساکن فی القلب یعمره
لست انساه فاذکره

دلوں میں ٹھہرنے والا اس کا آباد رکھتا ہے، میں نے اس کو بھلایا نہیں ہے کہ دوبارہ یاد کروں۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

ان قلت غبت فقلبی لایصدقنی
اذ انت فیه لم تغب
او قلت ماغبت قال الطرف اذا کذب
فقد تحیرت بین الصدق والکذب

اگر میں یہ کہوں کہ تم غائب ہو گئے ہو تو میرا دل اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے اس لئے کہ تم دل میں نہیں غائب ہوئے ہو اور اگر میں کہوں کہ تم نہیں غائب ہوئے ہو، تو آنکھ مجھے جھوٹا کہتی ہے، اس لئے میں صدق وکذب کے درمیان متحیر ہوں۔

ایک شاعر کا کہنا ہے:

احسن الیه وهو فی القلب ساکن
فیا عجبا لمن یحن لقلبه

میں اس کے لئے بھلائی کرتا ہوں اور وہ میرے دل میں رہتا ہے، پس کس قدر تعجب ہے اس شخص پر جو اس کے دل کا مشتاق ہے۔

لیکن جو شخص اس طرح کی باتیں صحیح نہ سمجھ سکے اگر وہ اللہ رب العالمین کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ بندوں کے اندر حلول کئے ہوئے ہے، خدا اور بندے ایک ہی ہیں اور دونوں کی ذات آپس میں ملی ہوئی ہے تو یہ اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے ان کو اللہ شعیا علیہ السلام کے اس قول سے واجب مانا ہے، انہوں نے کہا سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ فرشتوں کا رب انسان سے پیدا ہوگا، تو پہلے تم اپنے اس قول پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت شعیا علیہ السلام ہی کا قول ہے اور اس کے ترجمے کے درجہ بدرجہ نقل کرنے میں تحریف نہیں ہوئی ہے اور کلام منقطع ہے، جن کا سیاق وسباق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہم اس کو صحیح بھی مان لیں تو اس میں بھی تو یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ ابن البشر اور مولود ومخلوق ہیں، نہ کہ خدا کے بیٹے اور اس کی ذات سے پیدا ہونے والے۔

اگر یہ کہتے ہو کہ ہم متی کے اس قول سے ان کے معبود ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں اس کی انجیل میں ہے کہ ابن البشر اپنے فرشتوں کو بھیجے گا، وہ تمام بادشاہوں کو جمع کریں گے اور ان کو جہنم کی بھٹی میں ڈالیں گے۔

تو یہ تو اس سے پہلے شعیا کے قول کی طرح ہے، یہاں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ مسیح تمام ارباب کے رب اور فرشتوں کے خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ فرشتوں کے رب ہیں، یہ تو بہت ہی قبیح جھوٹ اور بہتان ہے، بلکہ جو ملائکہ کا رب ہے، اس نے ملائکہ کو حضرت مسیح کی حفاظت ونصرت کا حکم دیا ہے جیسے کہ لوقا کے قول سے پتہ چلتا ہے، بیشک اللہ رب العالمین اپنے فرشتوں کو تمہارے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہے، تاکہ وہ تمہاری حفاظت کریں۔

ایک جگہ ہے بیشک اللہ نے آسمان سے فرشتہ بھیجا، تاکہ ان کو قوت بخشے، کتابوں سے تو یہ ثابت ہے لیکن ان کاذبوں نے اس میں تحریف کردی ہے اور انبیاء کی طرف یہ منسوب کردیا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ کا رب کہا ہے، لہٰذا جب انجیل اور متفقہ طور پر انبیاء ورسل کی شہادت سے یہ پتہ چلا ہے کہ اللہ نے اپنے فرشتوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوگئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتے اللہ کے بندے اور اس کے حکم کو نافذ کرنے والے ہیں، نہ کہ رب اور معبود ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے کہا جس نے تمہاری باتیں قبول کیں، اس

نے میری باتیں قبول کیں، اور جس نے میری باتیں قبول کیں، اس نے اس ذات کی باتیں قبول کیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔

مزید یہ بھی کہا، جس شخص نے لوگوں کے سامنے میرا انکار کیا، میں نے اللہ کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا۔

اسی طرح آپ نے اس شخص سے کہا، جس نے کاہنوں کے رئیس کے غلام کو مارا تھا، اپنی تلوار میان میں کرلو، اور گمان میں نہ پڑو، کیونکہ میں اس بات کی طاقت رکھتا ہوں کہ اللہ سے دعا کروں اور وہ میرے لئے بارہ سے بھی زیادہ تعداد میں فرشتوں کو بھیج دے بھلا بتاؤ کہ جو ملائکہ کا رب اور خالق ہوگا وہ اس طرح کہے گا۔

اور اگر تم کہتے ہو کہ ہم ان کو اشعیا علیہ السلام کے اس قول سے مانتے ہیں، انہوں نے کہا نبی کے گھر سے ایک لاٹھی نکلے گی اور اس سے ایک روشنی ابھرے گی، اس کے اندر روح القدس، اللہ کا روح، کلمہ کا روح اور ان کی محبت، ہوشیاری اور قوت کا روح، علم کا روح اور اللہ کا خوف حلول کرے گا، لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے لئے تاج و کرامت ہوگی۔

تو تم پہلے اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت شعیا علیہ السلام ہی کا قول ہے اور لفظاً و معناً کسی اعتبار سے نقل کرنے میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ خود تمہارے خلاف دلیل ہے اور اس میں کوئی دلیل نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان وزمین کے خالق ہیں، بلکہ یہ تو قرآن کے اس بیان کے عین مطابق ہے کہ وہ اللہ کے روح اور کلمے ہیں، جن کو اللہ نے روح القدس کے ذریعہ تقویت دی ہے اور اس میں بھی یہی ہے کہ روح القدس، اللہ کا روح، اس کے کلمے کا روح، اس کی قوت و ہوشیاری کا روح اس کے علم وخوف کا روح، اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ اس کے اندر اللہ کی حیاۃ حلول کئے ہوئے ہے چہ جائیکہ اس کی ذات کو ہم حلول مانیں اور اتحاد اور لاہوت وناسوت کے

عقیدے پر استدلال کریں۔

بلکہ یہ روح تو تمام انبیاء وصدیقین کے ساتھ رہی ہے، توراۃ میں ہے کہ جو لوگ قبۃ الزمان میں کام کرتے تھے، ان کے اندر حکمت کی روح حلول کئے ہوئے تھی۔

(قبۃ الزمان) ایک خیمہ تھا جس میں یہود تابوت عہد کو چھپاتے تھے اور اس کو قبۃ الشہادۃ عند الیہود بھی کہتے تھے۔ اور علم وفہم کی روح سے مراد جس سے ہدایت ونصرت اور تائید خداوندی حاصل ہوتی ہے اور یہاں روح اللہ سے مراد صفت بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اس کی ذات ہو، بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح اللہ ہے، اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی۔

دوسری بات یہ کہ مضاف جب کوئی ایسی ذات ہو، جو قائم بنفسہ ہو، تو مضاف الیہ کا وہ مملوک وہ ماتحت ہوتا ہے جیسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) روح اللہ (اللہ کی روح) یہاں بیت اللہ سے مراد وہ گھر نہیں ہے جس میں اللہ رہتا ہے، اسی طرح روح اللہ سے مراد وہ روح بھی نہیں جو اس کی ذات سے وابستہ اور قائم ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ۔22)

وہی وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ رکھا ہے اور ان کی مدد کی ہے اپنے روح کے ذریعہ۔

دوسری جگہ ہے:

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا (الشوریٰ۔52)

اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم سے روح کی وحی کی۔

یہاں روح سے مراد وہ چیز ہے جس سے اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کو تقویت پہنچائی ہے۔ اسی طرح اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ لوگ اسی پر ایمان لائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے تو یہاں ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے، نہ کہ عصا کی طرف جو نبوت کے گھر سے ظاہر ہوگی، دیکھو، کس طرح اللہ نے ایمان وتوکل دونوں چیزوں کو اس آیت کریمہ میں جمع کردیا ہے۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (الملک۔29)

اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ وہی رحمٰن ہے جس پر ہم ایمان لائے اور بھروسہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ٥ (یونس۔84)

اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم مسلم ہو۔

اسی طرح کی بہت سی آیتیں قرآن میں ہیں:

اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے ان کو طاقت روح العلم وخوف خدا کے ذریعہ دی ہے ان دونوں بنیادی چیزوں کو قرآن کی اس آیت کریمہ میں جمع کیا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر۔28)

اللہ سے اس کے علماء بندے ہی خوف کھاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انما اعلمکم باللّٰہ و اشدکم له خشیة

میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا اور اس سے خوف کھانے والا ہوں۔

یہ خصلت اس شخص کی ہے جو محض بندہ اور محکوم ہے اور اللہ رب العالمین تو خالق اور الٰہ حق ہے جسے نہ کوئی خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ کوئی ڈر اور نہ ہی وہ کسی کی عبادت کرتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ کی عبادت کی خاطر لمبے لمبے قیام کرتے تھے، لہٰذا وہ خالق اور رب کیسے ہو سکتے ہیں، اگر تم شعیا علیہ السلام کے اس قول سے ان کو الٰہ مانتے ہو، انہوں نے کہا، بیشک ہمارے ایک بچہ پیدا ہوگا ہم نے اس کو اتنی اتنی چیزیں دی ہیں اور اس کی ریاست وسرداری اسکے دونوں کندھوں پر مونڈھوں کے درمیان ہوگی، اس کو ملک عظیم وعجیب، الٰہ قوی ومسلط اور رئیس کے نام سے پکارا جائے گا، ہر زمانہ میں وہ قوی السلامت ہوگا اور اس کی بادشاہت کامل ہوگی، جو فنا نہیں ہوگی۔

تو ہم تم سے یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس بشارت سے حضرت مسیح علیہ السلام کسی طرح سے بھی مراد نہیں ہو سکتے، اور اگر اس سے حضرت مسیح علیہ السلام مراد بھی ہوں، تب بھی یہ ان کے الٰہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

کیونکہ اس میں پہلے یہ کہا گیا ہے کہ اس کی ریاست اس کے دونوں کندھوں اور مونڈھوں کے درمیان ہوگی اور یہ صفت حضرت مسیح علیہ السلام کے بنسبت نبی کریم ﷺ کے اندر زیادہ اور نمایاں ہے، کیونکہ آپ ہی کی ریاست آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، جس کی خبر بطور علامت انبیاء نے دی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہی نے اپنے کندھوں پر کفار ومشرکین سے دفاعی جنگ کرنے کے لئے تلوار لٹکائی، اس کی مزید تائید اس کے بعد شعیا علیہ السلام کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ وہ رئیس مسلط اور قوی السلامت ہوگا۔

چنانچہ یہ صفت بدرجۂ اتم آپ ﷺ کے اندر پائی جاتی تھی، آپ قوی السلامت رئیس اور اللہ کی جانب سے مؤید ومنصور تھے۔ آپ کا دین اسلام یعنی سلامتی کا دین تھا، اور جس نے بھی آپ کے دین کی اتباع کی وہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب نیز دشمن کے غلبہ سے محفوظ رہا۔

اور آپ ﷺ کی طرح حضرت عیسیٰ اپنے دشمنوں پر مسلط نہیں ہوئے، بلکہ آپ کے دشمن ہی آپ پر غالب ومسلط تھے جیسا کہ نصاریٰ خود کہتے ہیں کہ انہیں آخری وقت تک یہود کے ہاتھوں مختلف ظلم وستم سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لہٰذا حضرت مسیح کے بجائے یہ تمام کی تمام صفات نبی کریم ﷺ ہی پر صادق آتی ہیں، آپ ہی کی بادشاہت کامل ہے، جس کے لئے آخری زمانے تک فنا وزوال نہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ محمد ﷺ تو تمہارے یہاں الٰہ کے نام سے موسوم نہیں کئے جاتے ہیں، بلکہ وہ تو محض بندے ہیں تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بندے ہی ہیں اور ان کا بندہ ہونا ہی ان کے لئے باعث فخر وبزرگی ہے۔ لیکن یہاں اسم الٰہ مختلف تراجم کی وجہ سے داخل ہوگیا ہے جس سے مراد سیدھی اور سچی اطاعت ہے نہ کہ حقیقی معبود اور خالق ورازق۔

لہٰذا آپ سید ومطاع ہیں اگر چہ لفظ اللہ کے ساتھ نہیں پکارے جاتے ہیں، اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے خدا ہونے پر شعیا علیہ السلام کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں، انہوں نے کہا، ایک عذراء (باکرہ) عورت حاملہ ہوگی اور ایک بچہ جنے گی جس کو ''عمانویل'' کے نام سے پکارا جائے گا، عمانویل عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کی تفسیر عربی زبان میں ''اللہ معنا'' کے ہیں، یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے، یہاں نبی نے ان کے الٰہ ہونے کی گواہی دی ہے۔

تو ہم پہلے تم سے اس کلام کی صحت پر دلیل طلب کرتے ہیں، پھر اس کے ثبوت کے بعد ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام کسی طریقہ سے بھی اس مفہوم وتفسیر پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ عذراء نے رب العالمین اور آسمان وزمین کے خالق کو جنم دیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ ایک بچہ جنے گی، جو خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام لڑکوں کی طرح ایک لڑکے ہیں نہ کہ رب العالمین اور وہ عمانویل کے نام سے پکارے جائیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ عمانویل ان کا صرف ایک نام ہوگا جیسے کہ بہت سے اپنے بچوں کا نام مختلف اسماء وصفات نیز افعال اور دو اسموں سے مرکب یا ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب جملے کے ساتھ رکھتے ہیں اور بہت سے اہل کتاب اپنے بچوں کا نام عمانویل ہی رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ تمہارے کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہاں عذراء سے مراد حضرت مریم علیہ السلام نہیں ہیں اور اس دعوے کی دلیل میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں، لہٰذا اگر ان کی بات مان لی جائے تو عمانویل حضرت مسیح علیہ السلام کا نام نہیں ہوگا، اور اگر ان کی بات نہ مانی جائے، بلکہ یہ نام حضرت مسیح علیہ السلام ہی کے لئے ثابت مانا جائے، تب بھی اس کی تفسیر اللہ معنا کے ساتھ نصاریٰ کی تحریف ہے اور صحیح تفسیر الھنا معنا (ہمارا معبود ہمارے ساتھ ہے) یا اللہ حسبی (اللہ ہمارے لئے کافی ہے) اور اسی طرح کے مفہوم میں ہے۔

نصاریٰ کے اس تحریف کا اقرار اور ان کی بھرپور تردید، ان کے بعض منصف علماء نے کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ قول بالکل باطل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی اپنے رب اور الٰہ نیز

خالق ورازق اور محی وممیت ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ آپ تو خدا کے الٰہ ہونے اور اس کی جانب سے اپنے لئے رسول برحق ہونے کی گواہی دیتے رہے جن کی شہادت انجیل دیتی ہے اور انجیل کی تصدیق واجب ہے، اس کے مقابلے میں ان لوگوں کی تکذیب ضروری ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ اور معبود مانا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام ہی اس نام کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ بہت سے نصاریٰ اور یہود اپنی اولاد کا نام عمانویل رکھتے ہیں اور یہ چیز ہمارے زمانے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس اسم کا معنیٰ عام طور پر ان کے یہاں شریف ولائق کے معنیٰ میں ہوتا ہے، اسی طرح سریانی بھی اپنی اولاد کا نام عمانویل رکھتے ہیں، بہت سے مسلمان بھی بعض لوگوں کو اللہ معک کہہ کر پکارتے ہیں، جس کے معنیٰ سے تبرک حاصل کرنا ہوتا ہے۔

یہ ہے تمہارے خلاف تمہارے علماء حق کا بیان، لہٰذا تمہارا دعویٰ بالکل جھوٹا اور غلط ہے اور اگر تم حضرت حقوق کے اس قول سے ان کے الٰہ ہونے پر دلیل پکڑتے ہو،

انہوں نے کہا بے شک اللہ زمین میں نمودار ہوگا اور لوگوں کے ساتھ گھل مل جائے گا اور ان کے ساتھ چلے گا، اسی طرح ارمیاء نے بھی کہا ہے کہ اللہ زمین پر ظاہر ہوگا اور لوگوں کیساتھ چلے گا۔

تو پہلے تم ان دونوں کی نبوت کو ثابت کرو پھر اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت انہیں دونوں نبیوں کا قول ہے اور اس کے ترجمے میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے۔

لہٰذا اولاً تو تم ان تینوں چیزوں کو ثابت نہیں کر سکتے اور اگر ثابت بھی کر دو تب بھی یہ قول حضرت مسیح علیہ السلام کے مخلوق ہونے کے بجائے خالق اور الٰہ حق ہونے پر نہیں دلالت کر رہا ہے بلکہ اس طرح کی عبارتیں تو توراۃ میں بھی ہیں، جو اس سے زیادہ بلیغ ہیں، لیکن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ اور جملہ مخلوق سے خارج ہونے پر نہیں دلالت کرتی ہیں اور اس میں اللہ کے ظاہر اور نمودار ہونے کے جو الفاظ ہیں، اس طرح کے الفاظ توراۃ میں بھی ہیں، مثلاً اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کے لئے روشن وظاہر ہوا۔

لیکن کسی بھی نبی کے الٰہ ہونے پر یہ چیز دلالت نہیں کرتی ہے اور عرف عام میں بھی جب کسی

شخص کا طور طریقہ اور عمل لوگ اختیار کر لیتے ہیں اور ان کی وصیتوں پر لوگ عمل کرنے لگتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مرا نہیں ہے بلکہ ہمارے درمیان باقی ہے حالانکہ وہ شخص مر چکا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کسی بچے کا باپ مر جاتا ہے تو لوگ اس کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارا باپ مرا نہیں ہے، میں تمہارا باپ ہوں، اسی طرح جب کسی عالم کے شاگرد کو اسی کے مثل تعلیم یافتہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ وہی فلاں ہے، اور اس لئے اس کے استاد کا نام لیتے ہیں جیسے کہ عکرمہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ ابن عباس ہیں۔

ابو حامد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شافعی ہیں، اسی طرح جب کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر کسی شہر میں بھیجتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ آ گئے، بادشاہ نے فیصلہ کیا، بادشاہ نے حکم دیا۔

حدیث میں ہے کہ اللہ رب العالمین قیامت کے دن فرمائے گا، میرے بندے میں بیمار ہوا، تم نے میری عیادت نہیں کی، بندہ کہے گا اے رب کیسے میں تیری عیادت کرتا، تو تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، تم نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر فرمائے گا میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھلایا نہیں، بندہ کہے گا اے رب تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے کھلاتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا طلب کیا تھا تو تم نے اسے کھلایا نہیں، اگر تم اسے کھلاتے تو اس کا اجر و ثواب میرے پاس پاتے۔

پھر فرمائے گا میرے بندے میں نے تم سے پانی طلب کیا تھا، لیکن تو نے مجھے پلایا نہیں، بندہ کہے گا، اے رب میں تجھے کیسے پلاتا، جب کہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا بندہ پیاسا تھا، اس نے تم سے پانی طلب کیا لیکن تم نے پلایا نہیں، اگر تم اس کو پلاتے تو اس کا اجر میرے پاس پاتے اور اس سے بھی زیادہ بلیغ اللہ رب العالمین کا یہ قول ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ (الفتح۔10)

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

ایک جگہ ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء۔80)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی۔

لہٰذا اگر تم اس قسم کے الفاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے الٰہ ہونے پر دلیل پکڑتے ہو تو مسلمان بدرجہ اولیٰ حضرت محمد ﷺ کے الٰہ ہونے پر دلیل پکڑ سکتے ہیں۔

اگر تم ان کو الٰہ حقوق کے اس قول سے مانتے ہو جو ابواب ملوک کے تیسرے باب میں ہے کہ اے رب اسرائیل کے معبود، اب تیری وہ بات ثابت ہوگی جو تو نے داؤد سے کہا تھا کہ عنقریب اللہ زمین میں لوگوں کے ساتھ ٹھہرے گا، تمام جماعتیں سن لیں، زمین اور اس کی تمام چیزیں خاموش ہو جائیں، کیونکہ رب ان پر گواہ ہوگا، وہ اپنے مقام سے نمودار ہوگا اور اترے گا اور زمین کے مشرقی حصے پر چلے گا، جس وقت کہ بنی یعقوب گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

تو پہلے تم یہ ثابت کرو کہ اس کے قائل نبی ہی ہیں اور یہ الفاظ انہیں کے ہیں جس کے ترجمے میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے اور اسے تم ثابت نہیں کر سکتے، پھر اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ قول سابقہ مذکورہ اقوال کی طرح ہے، جس سے کسی صورت میں بھی ان کے الٰہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ اللہ لوگوں کے ساتھ ہوگا اور اس میں اللہ کے دین اس کی شریعت اس کی ہدایت و نور کا زمین میں مستحکم و پائیدار ہونا مراد ہے نہ کہ خود اس کی ذات کا عرش کی کرسی چھوڑ کر زمین پر سکونت پذیر ہونا اور اگر اس محال چیز کا ممکن الوقوع ہونا مان بھی لیا جائے پھر اس سے حضرت مسیح علیہ السلام ہی کو مراد لینا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام انبیاء نے بھی یہاں سکونت اختیار کی تھی، اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی فوقیت اور خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں کہ صرف انہیں کو الٰہ مانا جائے۔ کیا تم اس بناء پر ان کو تمام انبیاء پر فوقیت دے کر الٰہ مانتے ہو

کہ ان کو زمین میں قوت و بادشاہت حاصل تھی، پھر دوسری طرف تم تو یہ بھی کہتے ہو کہ انہیں آخری وقت تک دوسروں کے ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑا اور ہمیشہ مقہور و مغلوب رہے اور مختلف ذلت ونکبت سے دوچار ہوئے، لہٰذا یہ تو اہل ارض کی صحبت میں رہ کر ان کا انجام ہوا۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس کے زمین میں سکونت پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شکل اختیار کر لی اور ان کی صورت میں ظاہر ہوا تو میں تم سے کہوں گا کہ جس چیز کا ظہور ممکن و معقول ہے، وہ اس کے دین، اس کی معرفت ومحبت کا ظہور ہے۔ لہٰذا اس کے اندر تمام انبیاء برابر ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی طبیعت اور دیگر انبیاء کی طبیعت انسانی میں کوئی فرق نہیں، اس کی محبت و معرفت کا ظہور تمام لوگوں کے اندر رہا ہے۔

اور اگر تم اس سے یہ مراد لیتے ہو کہ اس کی ذات مسیح علیہ السلام کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور اللہ اور مسیح ایک ہی ہیں تو یہ بہت ہی محال اور محیر العقول بات ہے جو عقل وفطرت اور تمام انبیاء کے اقوال کے خلاف ہے۔ لہٰذا کوئی نبی اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا بلکہ اصول و بنیاد کے اندر تمام انبیاء متفق ہیں۔

تثلیث کا عقیدہ رکھنے والے نصاریٰ نے اللہ کی ذات کی تقدیس اور صفات کمال کے ساتھ اس کی توصیف کرنے میں انبیاء کے اصول کی مخالفت کی ہے

اللہ رب العالمین کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ قدیم اور واحد ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی مدمقابل نہیں، اس کا کوئی وزیر و مشیر نہیں اس کا کوئی مددگار نہیں، اس سے شفاعت کرنے کا اختیار کسی کو نہیں، مگر جس کو وہ اجازت دے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ لڑکا، نہ کوئی اس کا ہم مثل ہے اور نہ کوئی

رشتہ دار اور نہ ہی اس کے پاس بیوی ہے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ بذاتہ غنی ہے نہ وہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، اور نہ اس کو کبھی ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جس کی ضرورت تمام مخلوق کو پڑتی ہے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ نہ متغیر ہوتا ہے اور نہ اس کو آفتیں لاحق ہوتی ہیں، جیسے بڑھاپا، مرض، اونگھ، نیند، نسیان، ندامت، خوف وغم وحزن وغیرہ۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز اس کے ہم مثل نہیں، نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں، اور نہ ہی اس کے افعال میں۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوقات میں کسی بھی چیز کے اندر حلول نہیں کئے ہوئے ہے، اور نہ مخلوقات میں سے کوئی اس کی ذات میں داخل ہے بلکہ اس کی ذات مخلوق سے بالکل الگ ہے اور مخلوق اس سے بالکل علیحدہ ہیں۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں سے بڑا ہے اور ہر چیز کے اوپر ہے اس کے اوپر کوئی چیز نہیں۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو بھی چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور کوئی بھی چیز اس کے ارادے میں مانع ومخل نیز اسے عاجز کرنے والی نہیں۔

نویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، ظاہر چیزوں کا بھی اور پوشیدہ چیزوں کا بھی، جو ہو چکا ہے اس کا بھی، اور جو ہونے والا ہے اس کا بھی۔ اور جو نہیں ہو پایا وہ اگر ہوتا، تو کیسے ہوتا، اس کا بھی۔

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ (الانعام-59)

جو بھی پتہ زمین پر گرتا ہے، جو بھی دانہ زمین کی تاریکی میں ہوتا ہے، سب اس کے علم میں ہے، اور جتنی بھی خشک و تر نیز متحرک چیزیں ہیں سب کی حقیقت وہ جانتا ہے۔

دسویں صفت یہ ہے کہ وہ سمیع وبصیر ہے۔ ہر قسم کے آواز کی چیخ و پکار اور مختلف حاجات کی ادائیگی کے لئے تمام مختلف قسم کے مروجہ لغات وزبان کو جانتا ہے اور تاریک راتوں میں سخت چٹانوں پر جو کالی چیونٹیاں رینگتی ہیں، ان کو بھی دیکھتا ہے، اس کا کان تمام مسموعات پر، اس کی نگاہ تمام مبصرات پر اس کا علم تمام معلومات پر، اس کی قدرت تمام مقدورات پر محیط ہے، اور اس کی مشیت تمام مخلوقات پر نافذ ہے۔ اس کی رحمت تمام مخلوقات پر عام ہے، اس کی حکومت ارض و سمٰوٰت پر چھائی ہوئی ہے۔

گیارہویں صفت یہ ہے کہ وہ ایسا شاہد (دیکھنے والا) ہے جو کبھی غائب نہیں ہوتا، اور نہ اپنی بادشاہت کی تدبیر کے لئے کسی کو اپنا جانشین بناتا ہے اور نہ اس کو کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو بندوں کی ضرورتیں اس تک پہونچائے، یا ان حاجات پر اس کی مدد کرے یا بندوں کے لئے لطف و رحم کی درخواست کرے۔

بارہویں صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا ہے جو نہ کبھی مضمحل ہوگا اور نہ معدوم وفناء۔

تیرہویں صفت یہ ہے کہ وہ کلام کرنے والا، حکم دینے والا اور منع کرنے والا ہے، حق بات کا کہنے والا اور سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے، رسولوں کو بھیجنے والا اور کتابوں کو نازل کرنے والا ہے اور ہر نفس کا اس کے اچھے اور برے اعمال پر محاسبہ کرنے والا ہے، نیز محسن کو اس کے احسان کا بدلہ اور برے لوگوں کو ان کی برائی پر سزا دینے والا ہے۔

چودہویں صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدہ اور خبر میں صادق ہے، اس کا قول، اس کی باتیں، سب سے سچی ہیں، وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

پندرہویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں سے پوری طرح بے نیاز ہے اور اس کی صمدیت کے جو چیزیں معارض ہیں، ان سے بری ہے۔

سولہویں صفت یہ ہے کہ وہ مقدس اور سراسر سلامتی والا ہے، لہٰذا اس کی ذات ہر قسم کے عیب

ونقص اور آفت سے مبرا ہے۔

سترہویں صفت یہ ہے کہ وہ کامل ہے، جس کو ہر طرف سے کمال مطلق کی صفت حاصل ہے۔

اٹھارہویں صفت یہ ہے کہ وہ عادل اور منصف ہے جو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور بندے اس کی جانب سے ظلم کا اندیشہ نہیں رکھتے ہیں۔

یہ خدا کے وہ صفات ہیں جس پر تمام آسمانی کتابیں اور انبیاء کرام متفق ہیں اور جس کی خلاف ورزی کسی نبی اور شریعت کے لئے جائز نہیں۔

لیکن ان صلیب پرست نصاریٰ نے ان تمام صفات کمال سے اللہ تعالیٰ کو مجرد کردیا اور چند مجمل ومتشابہ معانی والفاظ نیز گمراہ لوگوں کے اقوال کو اختیار کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر بیٹھے۔

اگر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی

موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد بنو اسرائیل کا بیان

اگر محمد ﷺ کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی۔ کیونکہ آپ کے ظہور سے ان کے نبوت کی تصدیق ہوئی اور آپ کی بعثت اگلے انبیاء کے صدق کی نشانی وشہادت بنی، اس کی طرف اشارہ قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت۔37)

آپ حق کے ساتھ اور سراپا رسولوں کی تصدیق بن کر آئے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام نے چونکہ آپ کے نبوت کی بشارت دی تھی اس لئے آپ کی آمد سے ان کے خبر کی تصدیق ہوگئی۔

دوسری طرف آپ نے اپنی زبان و قول سے بھی انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی، اور ایمان لائے اس لئے آپ کا ظہور و خروج سراپا انبیاء کرام کی تصدیق کا باعث بنا، جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور توراۃ کی تصدیق کا سبب بنا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف۔6)

میں تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔

غرضیکہ اللہ رب العالمین کا یہ اصول رہا ہے کہ اس نے پہلے آنے والے رسولوں کی زبانی بعد میں آنے والے رسولوں کی بشارتیں دیں ہیں اور لاحق کا ظہور سابق کیلئے سراپا تصدیق بنایا ہے۔

اسلئے اگر نبی کریم کی بعثت نہ ہوتی تو تمام انبیاء کی پیشین گوئیوں کی تصدیق کیسے ہوتی، بلکہ ان کی نبوت اور پیشین گوئی باطل ہو جاتی اور اللہ رب العالمین جو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور جس کی خبر سچی ہوتی ہے، اس نے حضرت ابراہیم اور ہاجرہ کو ایسی ایسی بشارتیں دی تھیں۔ جس کی صداقت صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی بعثت سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں بعض بشارتیں ایسی تھیں جو حضرت ہاجرہ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت کو نہیں دی گئی۔ البتہ حضرت مریم کو ایسی بشارت دی گئی تھی۔ پھر بھی حضرت ہاجرہ کو اسماعیل کے متعلق دو مرتبہ اور ابراہیم علیہ السلام کو کئی مرتبہ دی گئی پھر اللہ نے حضرت ہاجرہ کے انتقال کے بعد بھی انبیاء کی زبان سے ان کا تذکرہ اس طور پر کیا۔ جیسے کہ انھیں مخاطب کر رہا ہو۔

توراۃ میں ہے۔ (بیشک اللہ نے ابراہیم سے کہا، میں نے تمہاری دعا اسماعیل کے متعلق سن لی اس کو بابرکت اور عظیم المرتبت بنایا۔

یہ عبارت بعض مترجمین کے ترجمہ میں ہے۔

لیکن وہ ترجمہ جس کو یہود کے اکثر بڑے عالموں نے کیا ہے، اس میں ہے کہ عنقریب بارہ امتیں پیدا ہونگی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب سارہ کے پاس حضرت ہاجرہ چلی گئی، تو ان کے سامنے ایک خدا کا فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے کہا اے ہاجرہ سارہ کی لونڈی تم کہاں سے آرہی ہو، اور کہاں جانا چاہتی ہو، انھوں نے کہا کہ میں اپنے مالکن کے پاس سے بھاگ کر آئی ہوں۔ فرشتے نے کہا تم اپنی مالکن کے پاس لوٹ جاؤ اور ان سے عاجزی کرو، کیونکہ تمہیں اس قدر اولاد سے نوازوں گا کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکے گا۔ اب تم حاملہ ہوگی، اور ایک بچہ جنوگی، جس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ اللہ نے تمہاری فریاد سن لی ہے۔ وہ لوگوں کا سردار ہوگا اور اسکا ہاتھ تمام لوگوں کے اوپر ہوگا، اور تمام لوگوں کا ہاتھ اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ پھیلا ہوگا، اس کا مسکن اپنے بھائیوں کی جائے اقامت میں ہوگا۔

ایک دوسری جگہ وادی فاراں میں حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کے رہنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ فرشتے نے کہا اے ہاجرہ تمہارا دل خوش ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچہ کی آواز سن لی کھڑی ہو جاؤ اور اس کو اٹھا لو اور چمٹا لو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک بڑی امت کے لئے پیدا کرنے والا ہے، اور اللہ نے اس کے لئے چشمہ کھول دیا۔

چنانچہ انھوں نے پانی کا چشمہ دیکھا، اس کے پاس جا کر مشکیزہ بھر لائیں، اور بچے کو پانی پلایا پھر ان کے اور بچہ کے اوپر ہمیشہ اللہ کا سایہ رہا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور ان کا مسکن وادی فاراں میں تھا۔

یہ چار بشارتیں ہیں جو ام اسمٰعیل کے لئے خاص ہیں۔ ان میں دو ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئیں۔ اور دو حضرت ہاجرہ علیہا السلام پر توراۃ میں حضرت اسمٰعیل اور ان کی اولاد کے متعلق دوسری بشارتیں بھی ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی امت بہت بڑی ہوگی، یہاں تک کہ ستاروں کا شمار کرنا، بنسبت ان کے آسان ہوگا اور یہ تمام بشارتیں در حقیقت نبی کریم ﷺ ہی کی بعثت اور آپ کی امت کے ظہور سے پوری اور مکمل ہوئیں۔

کیونکہ بنی اسحٰق ہمیشہ فرعون اور قبطیوں کی غلامی میں رہ کر دھتکارے اور بھگائے گئے، یہاں تک کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر انھیں بچایا۔ اور ارض شام کی حکومت بخشی، پھر ان سے حکومت چھین لی اور زمین کے مختلف حصوں میں انھیں ٹکڑے ٹکڑے میں بانٹ دیا۔ جہاں ان پر مسلسل ذلت کی مار پڑتی رہی، چنانچہ ایک طرف سوڈان کی تلواروں نے انھیں اپنی گرفت میں رکھا، تو دوسری طرف حران کے کفار نے ان پر اپنا قبضہ جمایا۔ پھر ایک لمبی مدت کے بعد یہ بشارتیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے مکمل ہوئیں اور بنو اسماعیل کو تمام لوگوں پر غلبہ حاصل ہوا، یہاں تک کہ انھوں نے تمام لوگو، کو پست کر دیا اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے، ان کے سامنے تمام امتوں نے سر تسلیم خم کیا، وہ ثریا کے مانند ہوئے اور آفاق عالم پر چھاگئے، ہندوستان، حبشہ، سوس اقصیٰ، بلاد ترک، صقالیہ، وخزر ہر جگہ پھیل گئے۔ مشرق و مغرب اور سمندروں پر ان کی حکومت ہوئی، اور تمام امتوں کی زبان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہونے لگا، آپ کی بعثت کے بعد کوئی ایسا بچہ، عورت و مرد، آزاد و غلام نہیں تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جانتا ہو۔

اسی طرح نصرانیت اگر چہ بہت سی بڑی امتوں میں ظاہر ہوئی۔ لیکن اسے بھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے محل و مسکن میں غلبہ و فتح مندی حاصل نہیں ہوئی۔ اور اس کا ہاتھ کبھی بھی تمام لوگوں کے ہاتھوں کے اوپر نہیں رہا، اور نہ لوگ ان کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائی، غرضیکہ تمام مذکورہ بشارتیں قطعیت کے ساتھ صرف نبی کریم ﷺ پر صادق آتی ہیں، لہذا اگر آپ کی بعثت نہ ہوتی تو یہ تمام نبوتیں باطل ہو جاتیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب اہل کتاب نے سمجھا کہ بغیر محمد ﷺ پر ایمان لائے انبیاء سابقین پر ایمان لانا ممکن نہیں کیونکہ ان کی بشارتیں پوری نہیں ہوں گی، تو انھوں نے ایک دوسرا راستہ نکالا اور کہا کہ ابھی اس نبی کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔ جس کے متعلق انبیاء کرام نے بشارتیں دی ہیں ابھی ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کفار و مشرکین میں بعض انتہا پسندوں نے جب دیکھا کہ وہ نبی حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہوں گے تو صاف صاف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم کے پاس اسماعیل نام کا کوئی لڑکا تھا ہی نہیں۔ اور یہ کذب بیانی ان انبیاء کے قاتلین اور بندر کی اولاد کی جانب سے کوئی مستغرب اور بڑی بات نہیں۔ جیسے کہ اللہ کو گالی دینے والے نصاریٰ کے نزدیک ہمارے دین و نبی پر لعن وطعن کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

نصاریٰ محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے حضرت مسیح کی فضیلت و نبوت کو ثابت نہیں کر سکتے۔

میں ان صلیب پرست نصاریٰ سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم قرآن کی تصدیق نہیں کرتے ہو تو کہاں سے حضرت مسیح کی فضیلت اور معجزے کو ثابت کرو گے، اور ان آیات و معجزات کی نقل و خبر کس نے تم کو دی ہے۔ کیونکہ تم نے ان کے بعد ان لوگوں کی اتباع کی ہے، جو ان سے صدیوں بعد ہوتے ہیں۔ انھوں نے تمھیں ایک خواب کی خبر دی ہے، اور تم نے فوراً اس کی تصدیق کر لی، حالانکہ تمھیں تو اس کی بدرجۂ اولیٰ تکذیب کرنا چاہئے، کیونکہ صلیب وغیرہ کے متعلق یہ خبر یہود نے آپ کے بارے میں دی تھی جو ان کے سب سے بڑے دشمن تھے، انھوں نے ہی آپ اور آپ کی ماں پر بڑی بڑی بہتان طرازیاں کی تھیں، لہذا اگر تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو تو دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وجود کی بدرجۂ اولیٰ تکذیب کرو، جو یہود کی زبانی معلوم ہوئی ہے، پھر اس خبر میں تو یہود آپس میں اور تم سے بھی زبردست اختلاف رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جس وقت لوگوں نے حضرت مسیح کو پکڑا تو انھیں چالیس دن کے لئے قید میں ڈال دیا، پھر آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ انھیں تین دن سے زیادہ قید کرو۔ اور تمہارے انجیل میں ہے کہ انھیں جمعہ کی صبح کو پکڑا گیا اور اسی دن نو بجے سولی دے دی گئی۔ اسی طرح یہود متفقہ طور پر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات و آیات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سے صرف ایک معجزہ رونما ہوا تھا اور وہ یہ کہ ایک دن وہ اڑ گئے۔ لوگوں نے انھیں پکڑنا چاہا، چنانچہ ان کے پیچھے ایک آدمی اور اڑا اور اڑنے میں ان سے آگے نکل گیا پھر وہ زمین پر گر پڑے، خود تمہارے انجیل میں متعدد جگہ ایسی عبارتیں ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس کوئی معجزہ اور نشانی نہیں تھی۔ مثلاً اس میں ہے کہ یہود نے ایک دن ان سے کہا کہ تم کیسے اللہ کے معاملے تک پہنچو گے، انھوں نے کہا کہ اللہ کا یہ معاملہ ہے کہ تم اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ یہود نے کہا کہ ہمیں تم کون سے نشانی دکھلا رہے ہو، جس کو دیکھ کر ہم ایمان لے آئیں حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے آباء نے چٹیل میدان میں من وسلویٰ کھایا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اگر موسیٰ نے تمہیں روٹی کھلائی تھی تو میں تمہیں آسمانی روٹی کھلاؤں گا، یعنی آخرت کی نعمتیں لہذا اگر یہود ان کے کسی معجزے کو جانتے تو اس طرح نہ کہتے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہود نے حضرت مسیح سے کہا کہ تمہارے پاس کون سی نشانی ہے جس کی وجہ سے ہم تمہاری تصدیق کریں، حضرت مسیح نے کہا کہ تم بیت المقدس کو ڈھادو میں اس کو تین دن میں بنادونگا لہذا اگر یہود ان کے کسی معجزے کو جانتے تو اس طرح نہ کہتے، اور اگر آپ ان کے سامنے پہلے کوئی معجزہ ظاہر کئے ہوتے تو اس وقت اس کے بارے میں ضرور کہتے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہود آپ سے نشانی طلب کرنے لگے۔ آپ نے انھیں کنکری سے مارا اور فرمایا یہ خبیث، فاسق و فاجر قبیلہ نشانی طلب کرتا ہے۔ سوا سے یہ نہیں دیا جائے گا۔

ایک جگہ ہے کہ جب وہ سولی پر کھڑے ہوئے تو یہود نے کہا کہ اگر تم مسیح ہو تو اپنے آپ کو اتار لو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ اس طرح وہ ان سے نشانی طلب کرتے تھے لیکن ایسا نہیں کر سکے۔ غرضیکہ اگر تم قرآن کا انکار کرو گے، تو حضرت مسیح کے کسی بھی فضیلت و نشانی کو ثابت نہیں کر سکو گے، کیونکہ تمہاری اور یہود کی خبر حد درجہ مختلف فیہ، مشکوک اور غیر یقینی ہے۔ اسی طرح یہود اس بات پر متفق ہیں کہ انھوں نے کبھی الٰہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جس کو تم ان کی جانب سے

منسوب کر رہے ہو۔ حالانکہ یہود کی حد درجہ خواہش تھی کہ وہ ایسا دعویٰ کریں تا کہ ان کی تکذیب کا یہ زبردست محرک بنے اور وہ ان پر غالب آجائیں۔ حضرت مسیح کی جانب اس چیز کے منسوب کرنے کی وجہ بیان کی جاچکی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزر گئے اور ان کا ذکر باقی رہ گیا تو ان کے علماء اور احبار کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں عوام الناس ان کے طریقہ پر نہ چل پڑیں، کیونکہ ان کا طریقہ ایسا تھا جس کو لوگوں کے دل آسانی سے قبول کر لیتے اور ان کے علماء کی ضرورت ان کو نہ پڑتی۔

چنانچہ انھوں نے بہت سے امور میں انھیں قبیح ثابت کرنے کی کوشش کی اور ان کی طرف الٰہ ہونے کا دعویٰ منسوب کر دیا تا کہ لوگ ان کے معاملہ سے بے رغبت ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کی خبر ناقابل اعتماد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں یہود کے درمیان آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ ان کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہود کو بھی ان کے بارے میں اپنی خبر پر خود یقین نہیں۔

ان میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک انسان تھے۔ پھر ان کے ماں باپ کا نام بھی بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ زانیہ کے بیٹے تھے۔

ان کے زانی باپ کا نام ''بندیرا'' رومی تھا اور ماں کا نام مریم ماشطہ مریم کے شوہر کا نام یوسف بن یہودا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے بندیر رومی کو مریم کے بستر پر پایا اسے سب کچھ پتہ چل گیا، چنانچہ مریم کو چھوڑ دیا۔ اور ان کے بیٹے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس طرح حضرت مریم کو نعوذ باللہ وہ زانیہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ صدیقہ طاہرہ، تیز باکرہ تھیں، جن کو کسی بھی مرد نے نہیں چھوا تھا، (قاتلھم اللہ الی یوفکون)

ان میں کچھ لوگ اس قول سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا باپ یوسف بن یہودا تھا جو مریم کا شوہر تھا اور ان پر زنا کے منسوب کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام شاگرد ایک سفر میں اپنے معلم یھشوع بن برخیا کے ساتھ تھے۔ انھوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ان کے پاس وہاں ایک عورت آئی، جس نے ان کو خوب خاطر و مدارات کی یھشوع نے کہا یہ کتنی اچھی عورت ہے۔ اور اس کے فعل کی تعریف کرنی چاہی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں اگر اس کی آنکھ میں عیب نہ ہوتا، یہ سن کر یھشوع زور سے چیخا اور کہا کمینہ کیا تو آنکھ سے زنا کرتا ہے اور بہت غصہ ہوا۔ پھر جب بیت المقدس لوٹا تو ان کے نام کو حرام قرار دیا اور چار سو سال تک ان پر لعنت برسنے کی دعا کی۔

اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام روم کے بعض سرداروں کے پاس چلے گئے اور طب کے کام میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے اور اس طرح وہ یہودیوں پر قوی ہوگئے۔ یہود اس وقت "قیصر تباریوس" کے ذمہ میں تھے پھر وہ تورات کے احکام کی مخالفت کرنے لگے، اس کی غلطی نکالنے لگے، اسکے بعض احکام سے اعراض کرنے لگے، یہاں تک کہ ان کا وہ معاملہ وقوع پذیر ہوا جو مشہور ہے۔

اس کے علاوہ یہود کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ ایک مرتبہ بچوں کے ساتھ گیند کھیل رہے تھے اتفاق سے وہ گیند جا کر یہود مشائخ کی ایک محفل میں گرا۔ بچے شرم کی وجہ سے یہود کے مشائخ کے پاس گیند نکالنے سے کتراتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی گردنیں پھاند کر اس کو نکال لائے۔ انھوں نے کہا تم بڑے کمینے ہو۔

غرض کہ یہود کا اختلاف آپ کے بارے میں یہاں تک ہے کہ کچھ لوگ یوسف بن یہود ابخار کو آپ کا باپ مانتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام یوسف احداد تھا۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت مریم کے شوہر کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام یوسف بن آل تھا۔ اسی طرح یہ لوگ آپ کے آباء و اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے میں بھی مختلف ہیں، کچھ زیادہ کر کے کرتے ہیں اور کچھ کم کر کے۔

یہ ہیں ان یہود کے بیانات جو تمہارے استاد ہیں اور جنھوں نے ہی تم کو ان کے متعلق سولی دیئے جانے کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل معلوم ہے کہ نصاریٰ کا کوئی فرد اس وقت موجود نہیں تھا صرف یہود نے یہ بات نقل کی ہے لیکن اس کے باوجود بھی تم نے ان کے بیان پر آمنا وصدقنا کہا۔

لہذا اگر سولی دیئے جانے کے واقعے پر تم ایمان لاتے ہو تو ان کے ان مذکورہ بیانات کی بھی تصدیق کرو، ورنہ کوئی درجہ نہیں کہ تم ان کے ایک بیان کو مانو اور دیگر چھوڑ دو اور انکے معاملے میں ایک صادق المصدوق کی بات کا انکار کرو جو انھوں نے کہا ہے کہ انھیں نہ قتل کیا گیا ہے اور نہ ہی سولی دی گئی ہے بلکہ اللہ نے ان کو بچا لیا ہے اور وہ اس کے پاس باعزت ہیں۔

نصاریٰ اپنے دین میں تمام امتوں سے زیادہ اختلاف رکھتے ہیں جس پر نصاریٰ کے مشہور فرقے متفق ہیں ان چیزوں کا بیان

اپنے معبود و نبی، دین وملت کے بارے میں، جس قدر نصاریٰ میں اختلاف ہے۔ اتنا کسی امت کے اندر نہیں۔

یہاں تک کہ اگر ایک ہی گھر کے مختلف افراد سے اس کی حقیقت پوچھی جائے تو شوہر کچھ جواب دے گا، بیوی کچھ اور ماں کچھ جواب دے گی۔ باپ کچھ اور بیٹے کچھ دوسرا جواب دیں گے اور اگر دس آدمی دین کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں تو ان میں گیارہ مذاہب پیدا ہو جائیں گے البتہ آج کل کچھ چیزوں کے اندر ان کے تمام مشہور فرقے متفق ہیں۔ مثلاً تثلیث کا عقیدہ سب لو گ رکھتے ہیں صلیب کی پوجا سب لوگ کرتے ہیں، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک صالح بندے اور نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی خدا ہیں۔ انھوں نے ہی آسمان و زمین ملائکہ وانبیاء کو پیدا کیا ہے، وہی رسولوں کے بھیجنے والے ان کے ہاتھوں سے معجزات و آیات کو ظاہر کرنے

والے ہیں۔ اور عالم کا معبود خدائے لم یزل ان کا باپ ہے۔ اور وہ انکے بیٹے ہیں۔ جو آسمان سے اترے ہیں پھر روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کی ہے پھر خدا اور اس کا ناسوتی بیٹا دونوں مل کر ایک معبود ایک مسیح ایک خالق ایک رازق بن گئے ہیں۔ مریم کو ان کا حمل ہوا پھر وہ پیدا ہوئے اور گرفتار کیے گئے، پھر انھیں سولی دی گئی اور دفن کر دیئے گئے، پھر تین دن کے بعد قبر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹھے۔

غرض یہ کہ ان کا کہنا ہے کہ جو آسمان وزمین کا خالق ہے، اسی کو مریم نے جنا اور نو ماہ پیٹ میں رکھا پھر اس نے دودھ پیا اور چھوڑا، کھانا، کھایا، پانی پیا، پیشاب پاخانہ کیا۔ پھر گرفتار کیا گیا۔ سولی دیا گیا۔ رسی سے باندھا گیا اور اس کے ہاتھوں پر کیلیں نصب کی گئیں۔ یہی اللہ ابن اللہ اور کلمۃ اللہ ہے جس کو تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ تھا ان چیزوں کا بیان جس پر نصاریٰ کے تمام مشہور فرقے متفق ہیں۔

حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں نصاریٰ کے مشہور فرقوں کے اختلاف کا بیان

اب یہاں ان اختلاف کو بیان کیا جارہا ہے۔ جو حضرت مسیح کے بارے میں ان کے مشہور فرقوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔

ان میں ایک فرقہ یعقوبیہ ہے۔ یہ لوگ برادعی کے متبعین ہیں، اس کا لقب برادعی اسلئے پڑا کیونکہ اس کا لباس چوپائے کے پالان کے نیچے ڈالے ہوئے پھٹے کمبل سے بنا ہوتا، جس میں پیوند پر پیوند ہوتے۔

اس فرقہ کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح ایک طبیعت ہیں جو دو طبیعتوں سے مل کر بنے ہیں، ان میں ایک ناسوت کی طبیعت ہے اور دوسرا لاہوت کی طبیعت، یہ دونوں طبیعتیں آپس میں مل گئیں اور

ایک انسان ایک جوہر ایک شخص کی شکل میں تبدیل ہوگئیں، اسی طرح ایک شخص کا نام مسیح ہے، جو مکمل الہ ہے اور مکمل انسان بھی ان کا کہنا ہے کہ حضرت مریم نے اللہ کو جنا اور اللہ کو گرفتار کیا گیا اور سولی دی گئی پھر وہ مر گیا اور دفن کیا گیا، پھر دوبارہ زندہ ہوگیا۔

ان میں دوسرا فرقہ "ملکیہ" ہے یہ اہل روم ہیں جو دین الملک کی جانب منسوب ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملکانیہ نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہیں، ان کہنا صحیح نہیں۔ اس جماعت کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے بیٹے اور اس کے کلمے ہیں وہ ازلی ہیں اور حضرت مریم کی ذات سے ایک انسانی شکل میں تمام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے ہیں۔ وہ تمام انسانوں کی طرف اس جسم میں عقل ومعرفت علم وحکمت پائی جاتی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور داؤد علیہ السلام کی طرح ایک انسان ہیں، جن میں انسانی جوہر پایا جاتا ہے۔ وہ ایک شخص ہیں جن کی تعداد میں زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ البتہ ہمیشہ سے لاہوت (طبیعت الٰہی) کا جوہر بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے، جیسے کہ ناسوت (طبیعت انسانی) کا جوہر پایا جاتا ہے۔ اس طرح ان کے اندر دو طبیعتیں پائی جاتی ہیں اور ان میں ہر ایک مکمل مشیت وارادہ کی مالک ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی ذات ایک ہی ہے، اس میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے، ان کی لاہوتی (خدائی مشیت) باپ کے مانند ہے اور ناسوتی مشیت ابراہیم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی طرح ہے حضرت مریم نے مسیح کو جنا ہے اور وہ لاہوت وناسوت کا مجموعہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ موت تو اسے لاحق ہوئی اور سولی اسے دی گئی طمانچے سے اسے مارا گیا، رسیوں میں اسے باندھا گیا جس کو مریم نے جنا تھا نہ کہ لاہوت (طبیعت الٰہی) کو، بلکہ وہ تو زندہ ہے نہ اسے تکلیف پہونچی ہے اور نہ دفن کیا گیا ہے۔

اور وہ مکمل الہ ہے کیونکہ اس کے اندر تمام الٰہی جوہر پائے جاتے ہیں۔ اور مکمل انسان بھی کیونکہ اس کے اندر تمام انسانی جوہر پائے جاتے ہیں، اس دو مشیتیں ہیں ایک مشیت لاہوتی دوسرا مشیت ناسوتی،

غرض کہ انھوں نے بھی یعقوبیہ ہی کے مثل کہا ہے کہ حضرت مریم نے اللہ کو پیدا کیا، البتہ

انھوں نے موت کے لاحق ہونے سے خدا کی ذات کو منزہ قرار دیا ہے۔

لیکن پھر بھی اگر تم ان کے قول پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ان کا قول اختلاف کے باوجود بھی بالکل یعقوبیہ ہی کا قول ہے، پس یعقوبیہ نے لفظ و معنی دونوں اعتبار سے انکے کفر کو ظاہر کر دیا ہے۔

ان میں ایک فرقہ نسطوریہ ہے ان کا کہنا ہے کہ مسیح دو شخص ہیں اور دو طبیعت ہیں، لیکن دونوں کی مشیت ایک ہے کیونکہ لاہوت کی طبیعت جب ناسوت کی طبیعت کے ساتھ پائی گئی تو ان دونوں کا ارادہ و مشیت ایک ہی ہوگیا۔ ان میں طبیعت الٰہی زیادتی و کمی نہیں برداشت کرتی ہے اور نہ کسی چیز سے ملتی ہے البتہ طبیعت انسانی زیادتی و کمی قبول کرتی ہے۔ اور مسیح مکمل الٰہ اور مکمل انسان ہیں کیونکہ ان کے اندر وہ لاہوتی جوہر پایا جاتا ہے۔ جو کمی و زیادتی قبول نہیں کرتا اور وہ انسانی جوہر بھی کمی و زیادتی کو قبول کرتا ہے مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ مریم نے حضرت مسیح کو طبیعت انسانی کے ساتھ پیدا کیا۔ لیکن طبیعت لاہوتی ان سے کبھی نہیں جدا ہوئی۔ غرض یہ کہ تمام جماعتیں حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننا باعث ننگ و عار سمجھتی ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح نے کبھی اسے اپنے لئے باعث ننگ و عار نہیں سمجھا، اسی طرح اللہ کی غلامی سے انھیں نے ان کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ آپ نے کبھی اللہ کی عبودیت سے اعراض نہیں کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غلامی کا بڑا درجہ تو اللہ کی غلامی ہے۔

اور محمد ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام تو ان سے بہتر ہیں، لیکن ان کا سب سے بڑا مرتبہ عبودیت و غلامی کے منازل کی تکمیل ہے، اللہ کی رضا تو اس میں تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے ہی رہیں، لیکن نصاریٰ کو اس پر رضامندی نہیں ہوئی۔

ان میں ایک جماعت ''الاریوسیۃ'' ہے یہ لوگ اریوس کے متبعین ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ: حضرت مسیح تمام انبیاء کی طرح اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں۔

اور وہ مخلوق و مربوب ہیں، نجاشی کا یہی مذہب تھا۔ نصاریٰ ان میں سے جب کسی شخص پر غالب آتے تو بری طرح ان کو قتل کرتے، اور ایسا برتاؤ کرتے جو حقیقت میں انھیں حضرت مسیح کو

گالی دینے والے مثلثہ کے ساتھ کرنا چاہے۔ اس سے پہلے کہ تینوں مذکورہ جماعتوں کے عوام اپنے خواص کر گھڑی ہوئی باتوں کو کچھ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت مریم سے ایسے ہی جماع کیا ہے۔ جیسے کہ آدمی اپنی بیوی سے کرتا ہے، جس سے ایک بچے کا حمل ہوا اور پیدائش ہوئی،

وہ اپنے خواص سے کہتے ہیں کہ جس چیز کے گرد تم چکر لگا رہے ہو، ہم اس پر آنکھ بند کر کے آمنا صدقنا کہتے ہیں اور ہمیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اقنیم ثلاثہ جو دو طبیعتوں اور دو مشیتوں سے مرکب ہے، اور اس کی حقیقت کیا ہے، یہ تو صرف تحویل و تطویل کیلئے ہے، اسلئے وہ صاف کہتے ہیں کہ مریم خدا کی ماں ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے اور وہ بیٹے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ (مریم۔88 تا 95)

وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سخت بیہودہ بات ہے جو تم گھڑ لائے ہو، قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں اس بات پر کہ لوگوں نے رحمٰن کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ رحمٰن کی شان یہ نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے زمین و آسمان کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔ سب پر وہ محیط ہے اور اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے، سب قیامت کے دن فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔

محمد ﷺ نے حضرت مسیح کو اور انکی ماں کو ان کے دشمنوں کی بہتان طرازیوں سے بری لیا اور انکو اعلیٰ مرتبے پر فائز کیا، نیز اللہ رب العالمین کی ذات کو بھی انکی بہتان طرازیوں سے پاک کیا۔

یہ مسیح کے دشمن یہود اور غلبہ پسند نصاریٰ کے اقوال ان کے بارے میں تھے، چنانچہ اللہ رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو بھیجا، آپ نے ان کے معاملہ کی حقیقت بیان کی، اور اس کا شبہہ کا ازالہ کیا، جو لوگ ان کے بارے میں کرتے تھے، آپ نے انھیں اور ان کی ماں کو یہود کی ان تمام بہتان طرازیوں سے منزہ کیا جو انھوں نے ان پر باندھ رکھا تھا۔

نیز مسیح اور ان کی ماں کے خالق ومعبود ہستی کو بھی ان کے افتراپردازیوں اور دشنام طرازیوں سے پاک کیا۔ حضرت مسیح کو ان کا حقیقی مرتبہ دیا، آپ ان پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول، اس کے روح اور کلمے ہیں جس کو اللہ نے طاہرہ صدیقہ کنواری مریم کی طرف ڈالا ہے جو اپنے زمانے کے تمام عورتوں کی سردار ہیں آپ نے حضرت مسیح کے تمام معجزات وآیات کو ثابت کیا۔

اور ان کے جھٹلانے والے کو اللہ رب العالمین کی جانب سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ڈالے جانے کی وعید سنائی۔ آپ نے بتلایا کہ اللہ رب العالمین نے اپنے بندے کی عزت وتکریم کی ہے اور ان کو دشمنوں کے پنجے سے آزاد کرایا ہے، ان کی حفاظت اور ان کی مدد کی ہے۔ اور صحیح سلامت انھیں آسمان پر اٹھا لے گیا ہے۔ نہ انھیں ایک کانٹا چبھا ہے اور نہ ان کے ہاتھ کوئی تکلیف پہونچی ہے، پھر آپ دوبارہ دنیا میں آئیں گے مسیح دجال اور اس کے متبعین کا صفایا کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور ان کے ذریعہ محمد ﷺ کا دین یعنی دین اسلام غالب ہوگا۔

غرض یہ کہ اگر ایک جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نبی کریم ﷺ کے ان بیانات کو

رکھ دیا جائے۔ اور دوسری جانب نصاریٰ کے اقوال کو تو ادنیٰ عقل رکھنے والا آدمی بھی دونوں کے فرق کو جان لے گا اور یہ فرق ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کے اور یہود کے قول میں ہے۔ لہٰذا اگر محمد ﷺ کا وجود نہ ہوتا تو حقیقی مسیح ابن مریم جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے روح اور کلمے ہیں۔ ان کے وجود کا ہمیں بالکل پتہ نہ چلتا، کیونکہ یہود جس مسیح کو ثابت کرتے ہیں وہ مسیح برحق کے بجائے بدترین شخص ہے اور نصاریٰ جس مسیح کو ثابت کرتے ہیں۔ وہ بالکل باطل اور غیر معقول شخص ہے، نیز اس کا وجود بالکل محیر العقول اور محال ہے اگر اس کا وجود مان لیا جائے تو تمام عقل دلیلیں باطل ٹھہریں گی اور کسی کے عقل پر اعتماد نہیں رہ جائے گا۔ نیز پوری دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آسمان وزمین معدوم ہو جائیں گے، فرشتے، عرش، کرسی کا وجود ختم ہو جائے گا، قیامت اور جنت وجہنم کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی۔

لیکن ان چوپایوں سے برتر گمراہ جماعت کا اس باطل پر اتفاق کر لینا کوئی محال بات نہیں جب کہ وہ کفر وشرک اور ہر باطل پر اتفاق کر چکے ہیں اور تمام مشرکین ومضلین کے قائد ونمونہ بن چکے ہیں۔

علماء ونصاریٰ کی چند ایسی مجلسوں کا بیان جس میں بعض نے بعض کی تکفیر کی اور لعنت بھیجا، حضرت مسیح کی بعثت سے پہلے اور اس کے بعد آسمان پر اٹھائے جانے تک کا قصہ، یہود وقیاصرہ کے ہاتھوں ان کے متبعین کو جو تکلیفیں پہنچی اس کا بیان

نصاریٰ اپنے دین کی بنیاد واستناد اصحاب مجامع کے قول کو بناتے ہیں، جنھوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے، اور انھیں کے دین کے اصول کو انھوں اختیار کیا ہے، ہم اس کی ابتداء نیز دوران واختتام کا معاملہ بیان کر رہے ہیں، تا کہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

اللہ رب العالمین اپنے انبیاء کی زبان سے موسیٰ علیہ السلام سے لے کر داؤد علیہ السلام تک اور اس کے بعد بھی حضرت مسیح کے متعلق بشارت دیتا آیا ہے، جن میں حضرت داؤد نے آپ کے سب سے زیادہ بشارت دی ہے اور یہود آپ کی بعثت سے پہلے اس آنے والے نبی کی تصدیق کرتے اور اس کا انتظار کرتے تھے، لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو انھوں نے بغض وحسد کی بناء پر آپ کا انکار کر دیا اور ادر مختلف شہروں میں انھیں بھگایا اور جلاوطن کیا، انھیں قید میں ڈالا، ان کے قتل کا کئی مرتبہ ارادہ کیا یہاں تک کہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ان کو گرفتار اور قتل کرنا چاہا۔ لیکن اللہ نے آپ کی حفاظت کی لوگوں سے آپ کو بچالیا اور ان کے ہاتھوں رسوا نہیں ہونے دیا۔ بلکہ معاملہ ان کے اوپر مشتبہ کر دیا گیا۔ اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ ہم نے مسیح ہی کو سولی دی ہے۔ حالانکہ سولی انھیں کے ہمشکل دوسرے شخص کو دی گئی تھی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

(النساء۔158-156)

پھر اپنے کفر میں یہاں تک بڑھے کہ مریم پر سخت بہتان لگایا اور خود کہا ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے، حالانکہ فی الواقع انھوں نے نہ ان کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں، محض گمان ہی کی پیروی ہے انھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ نے ایک دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا لوگوں نے سمجھا

کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں چنانچہ اس کو سولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ مسیح ہی نے صلیب پر جان دی ہے۔

کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نصاریٰ کو ان کے معاملہ میں شبہ ہو گیا وہ حقیقت میں یہ نہ جان سکے کہ انھیں قتل کیا گیا ہے اور سولی دی گئی ہے بلکہ جب مسیح کے دشمنوں نے کہا کہ ہم نے انھیں قتل کیا ہے اور سولی دی ہے اور پھر زمین سے اٹھا لئے گئے ہیں تو ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور انھوں نے یہود کے قول کی تصدیق کر لی، تاکہ یہود کی قباحت و بدبختی پوری ہو جائے۔

بہر حال تفسیر جو بھی ہو، لیکن یہ امر بالکل متحقق ہے کہ حضرت مسیح کو سولی نہیں دی گئی تھی اور نہ انھیں قتل کیا گیا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد آپ کے حواری آپ کے دین وطریقہ کی تبلیغ کیلئے مختلف شہروں میں پھیل گئے اور لوگوں کو اللہ کے دین وتوحید اس کے بندے اور رسول حضرت مسیح پر ایمان لانے کی دعوت دینے لگے، چنانچہ کھلے چھپے بہت سے لوگ آپ کے دین میں داخل ہو گئے، لیکن آپ کے متبعین سے یہود غایت درجہ دشمنی رکھتے تھے، اللہ کے دشمن یہودیوں اور قیاصرہ روم نے بارہا آپ کے شاگردوں اور پیروکاروں کا بری طرح قتل عام کیا۔ انھیں جلاوطن کیا قید میں ڈالا اور مختلف عذاب میں ڈالا، یہ یہود حضرت مسیح کے زمانے میں قیصر روم کے ذمہ میں تھے اور یہ قیاصرہ ان پر حکومت کرتے، ایک مرتبہ بیت المقدس میں مقرر کردہ بادشاہ کے ایک نائب نے بادشاہ کے پاس خط لکھا۔ جس میں حضرت مسیح اور ان کے شاگردوں کے معاملہ کی حقیقت بیان کی اور ان کے تمام معجزات کی وضاحت کی، بادشاہ نے یہ خبر سن کر ان پر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا، لیکن اسی کے اصحاب نے اس کی موافقت نہیں کی، پھر وہ مر گیا اور اس کی جگہ دوسرا شخص بادشاہ بنا لیکن یہ حضرت مسیح کے شاگردوں کیلئے بڑا سخت گیر تھا، پھر وہ بھی مر گیا اور ایک دوسرا اس کا ولی عہد بنا۔ اسی کے زمانہ میں "مرقس" نے عبرانی زبان میں اپنا انجیل لکھا اور اسکندریہ تبلیغ کی غرض سے گیا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس کو اسکندریہ کا تبرک بنایا گیا اور اسکے ساتھ مزید بارہ پادریوں کو کر دیا

گیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنو اسرائیل کے بارہ نقباء تھے۔ اور انھیں حکم دیا گیا کہ جب تبرک کا انتقال ہو جائے تو انھیں بارہ آدمیوں میں سے وہ کسی کو اس کی جگہ منتخب کرلیں پھر اس کے سر پر یہی بارہ اشخاص اپنا اپنا ہاتھ رکھیں اور اس کیلئے برکت کی دعا کریں۔ چنانچہ وہ ایک فاضل پادری کو اس طرح بعد دیگرے اس پوری مدت میں منتخب کرتے رہے، اور یہ سلسلہ قسطنطین کے زمانہ تک چلتا رہا اس کے بعد یہ رسم وطریقہ ایجاد کیا گیا کہ کسی بھی شہر سے تبرک منتخب کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ انھیں پادریوں میں سے ہو یا ان کے علاوہ اور اس کا نام انھوں نے تبرک کے بجائے (بابا) رکھا۔ اس دوران مرقس برقہ کی طرف بھی دین مسیح کی تبلیغ کیلئے گیا تھا۔

پھر ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس نے حضرت مسیح کے متبعین پر ظلم وتعدی کے پہاڑ توڑے اسی کے زمانہ میں "بطرس" حواریوں کے سردار نے مرقس کی انجیل کا ترجمہ رومی زبان میں کیا اور اس کو مرقس کی جانب منسوب کردیا، اسی زمانہ میں لوقا نے عظماء روم سے کسی شریف آدمی کے لئے رومی زبان میں اپنا انجیل اور ایک کتاب "الابرکسیس" لکھی جس میں حضرت مسیح کے شاگردوں کے متعلق خبریں ہیں اسی کے زمانہ میں بطرس کو سولی دی گئی۔ نصاریٰ کا بیان ہے کہ جب بطرس کو بادشاہ نے سولی دینے کا ارادہ کیا تو اس نے بادشاہ سے کہا مجھے اوندھا کر کے سولی دو۔ تاکہ میں اپنے سردار مسیح کی طرح نہ ہو جاؤں، کیونکہ انھیں کھڑا کر کے سولی دی گئی تھی۔

اسی کے زمانہ میں "بولس" کی گردن ماری گئی، بولیس حضرت مسیح کے آسمان پر چڑھنے کے بعد بائیس سال تک زندہ رہا اور مرقس اسکندریہ اور مرقہ میں سات سال تک مقیم رہا۔ جہاں وہ حضرت مسیح کے دین کی تبلیغ کرتا۔ پھر اسکندریہ میں قتل کردیا گیا اور اس کے جسم کو جلا دیا گیا۔ اسکے بعد یہ فعل شاہان روم کا دستور بن گیا۔ یہاں تک کہ جب "طیطس" بادشاہ ہوا تو اس نے بیت المقدس کو بالکل تباہ کردیا، پہلے اس نے محاصرہ کر کے اس کے باشندوں کو شدید بھوک سے تڑپایا۔ پھر قتل عام شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس کے لشکر کے لوگ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیتے اور ان بچوں کو چٹان سے ٹکرا دیتے، پھر اس نے شہر کو بالکل ویران کردیا اور آگ لگا دی اس

کے بعد جب مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد تین ہزار نکلی۔

یہ واقعہ حضرت مسیح کے ستر سال بعد کا ہے۔ اسکے بعد پھر دوسرے بہت سے بادشاہ ہوئے جن میں ایک بادشاہ نصاریٰ کا دشمن تھا۔ اسے یہ خبر پہونچی کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بادشاہ ہیں اور ان کی بادشاہت آخری زمانے تک جاری رہے گی۔ چنانچہ وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور نصاریٰ کے قتل عام کا حکم دے دیا، یہاں تک کہ ایک بھی نصرانی کو اپنے ملک میں زندہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

انجیل کا مصنف یوحنا بھی وہاں موجود تھا۔ لیکن وہ بھاگ نکلا۔ پھر بادشاہ نے نصاریٰ کی تکریم کرنے اور ان سے تعارض نہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اس کے بعد دوسرا بادشاہ ہوا جس نے پھر نصاریٰ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ اس نے انطاکیہ اور روم کے تبرک (پادری) کو قتل کردیا۔ بیت المقدس کے پادری کو سولی دے دی جس کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال کی تھی اور تمام نصاریٰ کو غلام بنانے کا حکم دیا جس سے ان پر بڑی بلائیں نازل ہوئیں پھر اہل روم کو ان پر رحم آیا اور بادشاہ کے وزیر نے خود بادشاہ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں کی ایک مستقل دین وشریعت ہے۔ لہذا ان کو غلام بنانا جائز نہیں۔ اس لئے اب ان پر ظلم کرنے سے باز آجاؤ۔ اسی کے زمانے میں یوحنا نے اپنا انجیل رومی زبان میں لکھا اور یہود بیت المقدس واپس لوٹے، پھر جب یہود کی تعداد بیت المقدس میں اور زیادہ ہوگئی تو انھوں نے اپنی جماعت سے ایک بادشاہ منتخب کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر جب قیصر روم کو پہونچی تو اس نے ایک لشکر ان کی جانب بھیجا اور بے شمار لوگ قتل کئے گئے اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانے میں بت پرستی نے زور پکڑا۔ اور بہت سے نصاریٰ مقتول ہوئے پھر اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنا، اس کے زمانے میں بہت بری طرح یہود کا قتل عام ہوا، یہاں تک کہ بیت المقدس بالکل ویران ہوگیا اور یہود مصر وشام کے پہاڑ وغار اور زمین کے مختلف حصے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، بادشاہ نے اعلان عام کیا کہ شہر میں کوئی بھی یہودی نہ بچے۔ بلکہ جڑ سے انھیں ختم کردیا جائے

اور صرف یونانی لوگ وہاں آباد ہوں، چنانچہ پورا بیت المقدس یونانیوں سے بھر گیا۔ نصاریٰ جوان کی پناہ میں تھے وہ وہاں کے ایک قربان گاہ میں نماز پڑھنے آتے یونانیوں نے دیکھا تو انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور اس کی جگہ ہیکل تعمیر کر دیا۔ جس کا نام ''زہرہ'' تھا پھر نصاریٰ اس جگہ قربانی نہ کر سکے۔ اس کے بعد اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ بنا۔ اس نے یہودا کو بیت المقدس کا پادری مقرر کیا۔

ابن طریق کا کہنا ہے کہ بیت المقدس کے سب سے پہلے پادری یعقوب سے لے کر یہودا تک سب کے سب مختون تھے۔

اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے اور بڑی خونریزی کی اس کے زمانے میں ایک مرتبہ اتنا زبردست قحط پڑا کہ لوگ مرنے کے قریب ہو گئے لوگوں نے نصاریٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی، چنانچہ انہوں نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کی اور وہ قحط ان سے ہٹ گیا۔

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ اسی بادشاہ کے زمانے میں، اسکندریہ کے تبرک (پادری) نے بیت المقدس کے پادری، انطاکیہ اور روم کے تبرک کے پاس خط لکھا۔ جس میں نصاریٰ کے روزے اور عید کو یہود کے عید سے علیحدہ کرنے کی توجہ دلائی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں جو آج تک موجود ہیں۔

ابن بطریق اس اعمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے آسمان پر چلے جانے کے بعد جب نصاریٰ عید غطاس مناتے تو اس کے فوراً بعد چالیس دن تک روزہ رکھتے اور افطار کرتے جیسے کہ حضرت مسیح نے کہا تھا کیونکہ حضرت مسیح نے جب اردن میں چسمہ کرایا تو جنگل کیطرف نکلے اور وہاں چالیس دن تک رہے نصاریٰ کی یہ حالت تھی کہ جب یہود ایسٹر کی عید مناتے تو اسی دن وہ بھی مناتے اور ان کے عالموں نے ایسا حساب باندھ رکھا تھا کہ ان کا افطار ایسٹر کے دن ہوتا۔ حضرت مسیح یہود کے ساتھ عید مناتے پھر یہی طریقہ آپ کے اصحاب کا رہا۔ اس

کے بعد لوگوں نے روزے کو بدل دیا۔ اور یوم غطاس کے بعد روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور ان دنوں میں اپنا روزہ منتقل کر لیا۔ جن میں ان کی عید یہود کے ساتھ نہ پڑے۔

پھر اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کے بعد ایک دوسرا شخص بادشاہ بنا، اسی بادشاہ کے زمانے ''جالینوس'' تھا۔ اسی کے زمانہ میں اہل فارس کو ''بابل'' اور فارس پر غلبہ حاصل ہوا اور ازدشیر ابن بابک اصطخر میں ان کا بادشاہ بنا۔

یہی وہ شخص ہے جو دوسری مدت میں فارس کا پہلا بادشاہ ہوا پھر اس قیصر روم کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا شخص مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک دوسرا شخص آیا، یہ بادشاہ نصاریٰ کا زبردست دشمن تھا۔ اس نے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ انھیں بری طرح قتل کیا، اور ان کے تمام عالموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر مصر و اسکندریہ میں جو نصاریٰ تھے، انھیں بھی تہہ تیغ کرا دیا، ان کے کنیسے ڈھا دیئے اور اسکندریہ میں ایک ھیکل بنایا۔ جس کا نام ھیکل ''الالمہ'' رکھا۔ اسکے بعد پھر ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس کے بعد پھر دوسرا آیا۔ اس بادشاہ کے زمانے میں نصاریٰ مامون محفوظ تھے اور بادشاہ کی ماں نصاریٰ کو پسند کرتی تھی، اس کے بعد پھر دوسرا بادشاہ آیا اس نے نصاریٰ پر بڑی مصیبتیں ڈھائیں۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے پادریوں کو تہہ تیغ کیا۔ انطاکیہ کے تبرک کو ختم کر دیا۔ یہ خبر جب بیت المقدس کے تبرک نے سنی تو وہ کرسی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ پھر وہ بادشاہ ہلاک ہو گیا۔ اسکے زمانے میں بت پرستی نے خوب زور پکڑا۔ اسکے بعد دوسرا بادشاہ بنا، اس کے بعد پھر ایک اور آیا، اس بادشاہ کے زمانے میں ''مانی'' کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص بہت بڑا حیلہ ساز اور تجربہ کار تھا۔ چنانچہ فارس کے بادشاہ بہرام نے اسے پکڑا اور اسکے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اسکے سو متبعین کو گرفتار کیا۔ اور انھیں اوندھا کر کے ان کے سروں کو مٹی میں دھنسا دیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اس کے بعد ''دفیلیس'' بادشاہ ہوا وہ مسیح پر ایمان لے آیا۔ لیکن اس کے بعض سردار نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ''انقیوس'' بادشاہ ہوا اس کا نام اقیانوس بھی ہے۔ اس شخص نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے بے شمار لوگوں کو قتل کیا روم کے تبرک کو مار ڈالا۔ اور ایک

بہت بڑا ہیکل بنوایا۔ جس میں بت نصب کئے اور لوگوں کو ان کو سجدہ کرنے اور ان پر قربانی کرنے کا حکم دیا۔ اور جس نے انکار کیا اسے قتل کر دیا گیا، اس طرح بہت سے نصاریٰ مقتول ہوئے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ اس نے شہر کے بڑے لوگوں کی اولاد میں سے سات لڑکوں کو اپنا قریبی بنایا اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کو مقام دیا۔ یہ لوگ بت کو سجدہ نہیں کرتے تھے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو اس نے لوگوں کو قید میں ڈال دیا۔ پھر آزاد کر دیا۔

ایک مرتبہ وہ کہیں جانے کیلئے نکلا اور ان نوجوانوں سے ان کے معاملے کی حقیقت دریافت کی انھوں نے تصدیق کر لی۔ پھر وہ ایک پہاڑ کی طرف نکلے اور اس کے ایک بڑے کھوہ میں چھپ گئے، اللہ نے ان پر نیند کا غلبہ دے دیا۔ چنانچہ وہ مردوں کی طرح سو گئے، بادشاہ نے حکم دیا کہ کھوہ کا دروازہ ہٹا کر ان کو بند کر دیا جائے تاکہ وہ مر جائیں، پھر اس کے سرداروں میں سے کسی سردار نے تانبے کو چوڑے ٹکڑے پر ان کا نام اور اس کے ساتھ دقیانوس کا قصہ تانبے کے ایک صندوق میں رکھ دیا۔ اور کھوہ کے اندر اس کو دفن کر کے اسے بند کر دیا۔ پھر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

بولس وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے بارے میں لاہوت وناسوت کا عقیدہ ایجاد کیا۔

اس بادشاہ کے بعد ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس کے زمانے میں انطاکیہ میں ایک تبرک مقرر کیا گیا۔ جس کا نام "بولس الشمشاطی" تھا، یہی وہ پہلا شخص ہے، جس نے حضرت مسیح کے متعلق لاہوت وناسورت کا نظریہ قائم کیا۔ حالانکہ نصاریٰ اس سے پہلے متفقہ طور پر یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے اور رسول نیز مخلوق ومربوب ہیں۔

اور آپ کے متعلق ان میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ لیکن بولس نے سب سے پہلے نصاریٰ کے دین کو فاسد کیا اور یہ باطل نظریہ پیش کیا کہ ہمارے سردار مسیح لاہوت (طبیعت

الٰہی) سے انسان بنے ہیں اور انسانی جوہر میں وہ ہم انسانوں کی طرح ہیں ان کی تخلیق مریم سے ہوئی ہے۔ انھوں نے اس بناء پر یہ منتخب کیا تاکہ جو ہر انسانی جس کے ساتھ نعمت الٰہیہ پائی جاتی ہے اور محبت ومشیت کی بناء پر انسان کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ اس کو حاصل کر لیں، اسی لئے ان کا نام ابن اللہ رکھا گیا، اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ ایک جوہر اور ایک اقنوم (شخص) ہے۔

نصاریٰ کا پہلا اجتماع

سعید بن بطریق کا قول ہے کہ بولس کے انتقال کے بعد انطاکیہ میں تیرہ پادری جمع ہوئے، انھوں نے بولس کے قول پر غور وفکر کیا اور یہ فتویٰ صادر کیا کہ اس پر لعنت بھیجنا واجب ہے، پھر انھوں نے اس پر اس کے مؤیدین پر لعنت بھیجی اور واپس چلے گئے۔ پھر ایک دوسرا بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانے میں نصاریٰ اہل روم کے ڈر سے گھروں اور پوشیدہ جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور اسکندریہ کا تبرک قتل کے خوف سے نمودار نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ہارون تبرک بنا۔ وہ رومیوں کو فریب میں ڈالتا رہا۔ یہاں تک کہ اسکندریہ میں اس نے ایک کینسہ بنایا۔ اس کے بعد بہت سے بادشاہ ہوئے۔

جن میں دو بادشاہوں نے اکیس سال تک روم پر حکومت کی۔ انھوں نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھالے، ہزاروں نصاریٰ کے خون سے ہولی کھیلی۔ بہتوں کو تہہ تیغ کیا اور ان کے مال اور ان کی عورتوں کو اپنے لئے حلال کر لیا۔ انھوں نے ہی "مارجرجس" کو مختلف عذاب سے دوچار کیا۔ پھر قتل کر دیا۔ انھیں کے زمانہ میں اسکندریہ کے تبرک "بطرس" کی گردن ماری تھی۔ بطرس کے دو شاگرد تھے۔ اس کے زمانے میں اریوس نامی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اللہ اکیلا ہے اور بے نیاز ہے اور حضرت مسیح مخلوق وبندے ہیں، نیز اللہ کا وجود اس وقت تھا جب مسیح نہیں تھے۔ بطرس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مسیح نے اریوس پر لعنت بھیجی ہے۔ سو اس کے قول کے لینے سے بچو کیونکہ

میں نے انھیں خواب میں دیکھا ہے کہ ان کا کپڑا پھٹا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا اے میرے سردار کس نے آپ کا کپڑا پھاڑا۔ مسیح نے مجھ سے کہا اریوس نے۔ لہذا تم اس کے قول سے بچو، اور وہ تمہارے ساتھ کینسے میں نہ داخل ہونے پائے۔ پھر بطرس کے قتل کے پانچ سال بعد اس کا ایک شاگرد اسکندریہ کا تبرک بنا اور چھ ماہ تک رہا پھر وہ مر گیا۔ اریوث پر جب مختلف حوادث گزرے تو اس نے یہ ظاہر کیا کہ اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ چنانچہ اس تبرک نے اس کی بات مان لی اور کنیسے میں اس کو داخل کر کے اس کو ایک پادری بنا دیا۔ اس کے بعد دوسرا قیصر آیا، اس نے تلاش کر کے نصاریٰ کو قتل کیا۔ لیکن اللہ نے اس کو سزا دی، اور بری طرح ہلاک ہوا۔

اس کے بعد دو شخص بادشاہ بنے ان میں سے ایک کی حکومت شام اور سرزمین روم اور بعض مشرقی حصوں میں تھی اور دوسرے کی حکومت رومیہ اور اس کے آس پاس میں تھی۔ یہ دونوں نصاریٰ کے لئے خونخوار درندے تھے۔ انھوں نے اس قدر خونریزی مچائی اور اتنے بڑے پیمانے پر نصاریٰ کو قید وجلا وطن کیا کہ ان سے پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا ان دونوں کے ساتھ "قسطنطین" ابو قسطنطین بادشاہ بنا وہ بت پرستی کا مخالف اور نصاریٰ کے دین سے بغض رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ "جزیرہ" اور "رہا" کی طرف نکلا۔ اور "رہا" کی ایک بستی میں پڑاؤ ڈالا وہاں اس نے ایک حسین وجمیل عورت دیکھی۔ جس کا نام "ھیلانہ" تھا۔ وہ عورت سرزمین "رہا" کے پادری کے ہاتھ پر دین نصرانیت قبول کر چکی تھی اور کتاب پڑھنا بھی سیکھ چکی تھی۔ قسطنطین نے اس کے لئے اس کے باپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ اس کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ اس عورت کو بادشاہ سے حمل ہوا اور قسطنطین پیدا ہوا۔ پھر وہ سرزمین "رہا" ہی میں پلا بڑھا اور یونانی حکمت سیکھی، قسطنطین بڑے اچھے صورت وسیرت کا حامل تھا۔ اور حکمت سے اسے خاص لگاؤ تھا۔ اس وقت روم کا بادشاہ علیانوس نامی ایک فاسق وفاجر شخص تھا وہ نصاریٰ کا بہت بڑا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا تھا۔ نیز عورتوں کا بڑا عاشق ومشتاق تھا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے نصاریٰ کے کسی بھی حسین وجمیل لڑکی کو باعزت نہیں چھوڑا۔ نصاریٰ اس کی ذات سے سخت مصیبت میں مبتلا

تھے اس کے پاس قسطنطین کے متعلق یہ خبر پہنچی کہ وہ ایک ہدایت یافتہ، برائیوں سے دور، اور ذی علم آدمی ہے، اس کے کاہنوں نے یہ خبر دی تھی کہ عنقریب وہ ایک بہت بڑا بادشاہ بننے والا ہے، چنانچہ اسکے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور قسطنطین کے قتل کا ارادہ کیا قسطنطین "رہا" سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے باپ سے جا ملا، اور حکومت کو اس کے حوالہ کر دیا پھر اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ادھر اللہ رب العالمین نے علیانوس پر بڑا عذاب نازل کیا، یہاں تک کہ اس کی مصیبت کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا اور دشمنوں کو بھی رحم آ گیا۔ پھر اس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ شاید یہ نصاریٰ پر ظلم کرنے کا نتیجہ ہے۔ پھر اس نے اپنے تمام عالموں کے پاس خط لکھا کہ وہ نصاریٰ کو قید سے آزاد کریں اور ان کو عزت بخشیں اور ان سے بادشاہ کے حق میں دعا کرنے کی درخواست کریں چنانچہ اللہ نے اس کو عافیت دی اور اپنی پہلی حالت سے بہتر اور تندرست ہو گیا لیکن اس نعمت کے دوبارہ حاصل ہو جانے کے بعد پھر انھیں برائیوں پر آمادہ ہو گیا اور اپنے گورنروں کے پاس خط لکھا کہ وہ نصاریٰ کو قتل کر دیں یہاں تک کہ ایک نصاریٰ کو بھی سلطنت میں باقی نہ چھوڑیں اور ان کے کسی بھی بستی وشہر کو آباد نہ رہنے دیں۔ چنانچہ مقتولین کی تعداد اس قدر ہوئی کہ ان کو بیل گاڑی پر لاد کر سمندر و جنگل میں پھینکنا پڑا اور اس کا ہم عصر جو دوسرا قیصر تھا وہ بھی نصاریٰ کے لئے بڑا سخت گیر تھا اس نے بھی رومیہ کے تمام نصاریٰ کو غلام بنا کر ان کے اموال ہڑپ کر لئے پھر ان کے مردوں عورتوں اور بچوں کو سرے سے قتل کر دیا۔

سب سے پہلے جس نے صلیب کی شکل وہیئت بنائی وہ قسطنطین ہے

اہل روم نے جب قسطنطین کے بارے میں سنا کہ وہ برائی کا دشمن اور خیر کا طالب شخص ہے۔ اور اس کی رعایا اس کی بادشاہت میں سلامتی سے رہ رہی ہے تو ان کے رؤسا نے قسطنطین کے پاس

ایک خط لکھا جس میں یہ درخواست کی کہ انھیں وہ ان کے بادشاہ کی غلامی سے نجات دلا دے جب قسطنطین نے وہ خط پڑھا تو اسے شدید غم لاحق ہوا اور اس امر پر حیران و پریشان رہا کہ کیا کرے۔

سعید بن بطریق کا بیان ہے کہ نصاریٰ کے گمان کے مطابق اتفاق سے اس کے لئے آسمان میں دوپہر کے وقت ستاروں کی شکل میں ایک صلیب ظاہر ہوا جس کے چاروں طرف لکھا ہوا تھا کہ تم اسی سے غالب آؤ گے، قسطنطین نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم نے بھی وہ چیز دیکھی ہے جس کو میں نے دیکھا ہے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ اسی وقت وہ نصرانیت پر ایمان لے آیا۔ اور مذکورہ قیصر سے لڑائی کی تیاری کرنے لگا اس نے سونے کا ایک بہت بڑا صلیب بنایا اور اس کو بڑے جھنڈے کے اوپر رکھا، پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلا، اور قیصر کے مقابلہ میں اسے فتح حاصل ہوئی۔ قیصر کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور بادشاہ اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد اہل روم نے سونے کا تاج اور ہر قسم کے لہو ولعب کے ساتھ، اس کا استقبال کیا اور بے حد خوش ہوئے اس کے بعد جب قسطنطین شہر میں داخل ہوا تو اس نے نصاریٰ کی عزت کی۔ انھیں جلاوطنی کے بعد شہر میں لوٹایا۔ پھر شہر والے سات دن تک بادشاہ اور صلیب کے لئے عید مناتے رہے۔ علیانوس نے جب یہ خبر سنا، تو اس نے اپنا لشکر جمع کیا۔ اور قسطنطین سے لڑائی کی تیاری کی جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، تو علیانوس کو شکست فاش ہوئی۔ اور اس کے لشکر تلوار سے کاٹ دیئے گئے خود علیانوس ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں بھاگتا ہوا اپنے شہر پہنچا اور جادوگروں کاہنوں اور عرافین کو جمع کیا۔ وہ ان عرافین سے محبت رکھتا اور ان کی بات مانتا تھا، پھر اس نے ان لوگوں کو قتل کرا دیا تا کہ یہ قسطنطین کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ پھر اس نے کنیسوں کے بنانے کا حکم دیا اور کنیسکی تعمیر کے لئے ہر شہر کے بیت المال سے ایک رقم مقرر کی اور دین نصرانیت پر قائم ہو گیا۔ اسی کے زمانہ میں ”بحرانہ“ مارا گیا۔ جب اس کی بادشاہت کے پندرہ سال پورے ہو گئے، تو نصاریٰ حضرت مسیح کے معاملہ میں متردد ہوئے۔ اس بادشاہ نے شہر ”یتقیہ“ میں ایک مجلس طلب کی یہی وہ جگہ ہے جہاں اس مجلس کے بعد دوسری مجلس میں ان کی مشہور کتاب ”الامانہ“ کی

ترتیب دی گئی اریوس نے اس مجلس میں شرکت کرنا چاہا۔ لیکن اسکندریہ کے تبرک نے اسے روک دیا اور کہا کہ ہمارے استاد بطرس نے یہ کہا تھا کہ اریوس پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ اس لئے تم ان کی باتیں نہ قبول کرنا اور نہ اسے کنیسے میں داخل ہونے دینا۔

مصر کے مضافات میں ایک شہر تھا۔ جس کا نام ”اسیوط“ تھا۔ وہاں کا پادری بھی اریوس کے قول کے مثل حضرت مسیح کے بارے میں کہتا تھا۔ چنانچہ اس پر بھی لوگوں نے لعنت بھیجی۔ اسکندریہ میں ایک بہت بڑا ہیکل تھا۔ جس کا نام ”زحل“ تھا۔ اس میں پیتل کا ایک بت تھا جس کا نام میکائیل تھا۔ اہل مصر واسکندریہ ہر بارہ نومبر کو اس بت کے لئے بہت بڑی عید مناتے ہیں۔ اور اس کے نام پر بہت بڑی قربانیاں پیش کرتے۔ یہاں جب نصاریٰ کا غلبہ ہوا تو اس کے تبرک نے اس بت کو توڑنا اور اس کیلئے قربانی کو باطل کرنا چاہا، وہاں کے باشندوں نے اسے ایسا کرنے سے روکا۔ چنانچہ اس نے ان سے ایک حیلہ کیا اور کہا کہ اگر تم اس عید کو اللہ کے فرشتے حضرت میکائیل کیلئے مناتے تو زیادہ بہتر ہوتا، کیونکہ یہ بت نہ نفع پہنچاتا ہے اور نہ نقصان، لوگوں نے اس کی بات مان لی، پھر اس نے بت کو توڑ دیا اور اس سے ایک صلیب بنایا اور اس ہیکل کا نام میکائیل کا کنیسہ رکھا۔

جب اسکندریہ کے تبرک نے اریوس کو کنیسہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اور اس کو ملعون قرار دیا تو وہ دو پادریوں کے ہمراہ قسطنطین کے پاس اس کے خلاف مدد طلب کرنے گیا۔ وہاں اریوس نے بادشاہ سے فریاد کی کہ اسکندریہ کے تبرک نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور مجھے زبردستی کنیسے سے باہر نکال دیا ہے۔

اور بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ اسکندریہ کے تبرک کو بلائے، تا کہ وہ بادشاہ کے سامنے اس سے مناظرہ کرے۔ چنانچہ قسطنطین نے اسکندریہ میں اپنا ایک قاصد بھیج کر تبرک کو بلایا اور بہت سے لوگوں کو جمع کیا، تا کہ ان کے سامنے دونوں کا مناظر ہو۔ پھر قسطنطین نے اریوس سے کہا کہ تم اپنی بات شروع کرو اریوس نے کہا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ باپ اس وقت تھا جب کہ بیٹا نہیں تھا۔ پھر اس نے بیٹے کو پیدا کیا۔ وہ خدا کے کلمے ہیں۔ مگر مخلوق ومحدث ہیں پھر اس نے معاملہ بیٹے

کوسونپ دیا جس کا نام کلمہ ہے، پھر یہی بیٹا آسمان وزمین اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کا خالق بنا جیسے کہ انجیل میں ہے کہ اس نے آسمان وزمین کا مجھے بادشاہ بنایا ہے۔ چنانچہ ان کے خالق یہی ہوئے پھر اس کلمے نے حضرت مریم اور روح القدس سے جسم حاصل کیا اور ایک مسیح بن گیا، لہٰذا اب مسیح کے دو معنی ہیں، ایک کلمہ دوسرا جسم اور دونوں مخلوق ہیں۔

اس کے بعد اسکندریہ کے تبرک نے جواب دیا اور کہا کہ ذرا مجھے بتاؤ کہ کس کی عبادت ہمارے اوپر واجب ہے کیا اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا یا اس ذات کی جس نے ہمیں نہیں پیدا کیا اریوس نے کہا کہ اس ذات کی عبادت واجب ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا، پھر تبرک نے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہمارا خالق ابن ہے اور یہ ابن مخلوق ہے لہٰذا باپ جو خالق نہیں ہے اس کے بجائے ابن مخلوق کی عبادت واجب ہے، بلکہ باپ کی عبادت کفر اور بیٹے کی عبادت عین ایمان ہے اور یہ قول بالکل بیہودہ ہے۔

تبرک کی اس بات کو بادشاہ اور تمام لوگوں نے پسند کیا اور اریوس کے قول کو قبیح قرار دیا پھر ان کے درمیان اور بہت سے مسائل پر بحث ہوئی اس کے بعد قسطنطین نے تبرک کو حکم دیا کہ وہ اریوس اور اس کے مؤیدین کو کافر کہے۔ تبرک نے کہا کہ بادشاہ کو چاہئے کہ وہ آدمی بھیج کر تمام تبارکہ واساقفہ کو یہاں بلائے اور ان کے مجمع میں یہ معاملہ رکھا جائے، جس میں اریوس کی تکفیر کی جائے اور لوگوں کے لئے دین کی توضیح وتشریح کی جائے۔

نصاریٰ کی دوسری مجلس جس میں الامانہ کو گھڑا گیا۔

تبرک کے کہنے کے مطابق قسطنطین نے تبارکہ واساقفہ کو بلانے کیلئے مختلف شہروں میں اپنے قاصد بھیجے، چنانچہ ایک سال دو مہینے کے بعد شہر "مقیہ" میں دو ہزار اڑتالیس پادری جمع ہوگئے، یہ مختلف رائے اور دین رکھنے والے لوگ تھے۔ ان میں بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے بجائے مسیح اور مریم دو الٰہ ہیں۔ اس فرقے کا نام "مریمانیہ" تھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسیح کا تعلق باپ سے

ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک آگ کا شعلہ دوسرے آگ کے شعلہ سے مل گیا ہو جن میں نہ پہلا کم ہوا ہو اور نہ دوسرا اس سے آگے بڑھا ہو۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے مسیح کو نو ماہ پیٹ میں نہیں رکھا۔ بلکہ صرف ایک نور ان کے پیٹ میں سے گزرا، جیسے کہ پانی پرنالہ سے گزر جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا حکم ان کے کان سے داخل ہوا، پھر شرم گاہ سے اسی وقت نکل گیا جیسے کہ بچہ نکلتا ہے۔ یہ قول الباد اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔

ان میں بعض یہ کہتے ہیں کہ مسیح انسان ہیں جو لاہوت "طبیعت الٰہی" سے پیدا ہوئے ہیں اور انسانی جوہر میں لوگوں کے مثل ہیں۔ ان کی پیدائش حضرت مریم کے پیٹ سے ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے لئے ایسا ہونا اسلئے پسند کیا، تاکہ انسانی جوہر جس میں نعت الٰہی مشیت ومحبت کے ساتھ حلول کئے ہوئے ہے اسے حاصل کرلیں۔ اس لئے ان کا نام ابن اللہ رکھا گیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ ایک جوہر اور ایک اقنوم (شخص) ہے۔ انھوں نے اللہ کا تین نام رکھا اور کلمے اور روح القدس پر ان کا ایمان نہیں تھا یہ قول بولص اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تین معبود ہمیشہ سے رہے ہیں۔ ایک صالح دوسرا طالح (برا) اور ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا "عدل" ہے یہ مرقیوں اور اس کے ساتھیوں کا قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہمارے رب وہی مسیح ہیں یہ تین سو اٹھارہ پادریوں کا قول تھا۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ جب بادشاہ قسطنطین نے ان کی باتیں سنیں تو اس کو تعجب ہوا، اور ان کے لئے ایک گھر خالی کردیا۔ ان کی خوب خاطر وتواضع کی، پھر انھیں حکم دیا کہ وہ آپس میں بحث کریں تاکہ وہ دیکھے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ اور اس کی اتباع کرے۔ چنانچہ ۳۱۸ پادریوں نے ایک دین اور ایک رائے پر اتفاق کرلیا۔ اور ان لوگوں نے بقیہ مختلف رائے ودین رکھنے والے پادریوں سے مناظرہ کیا اور مناظرے میں بقیہ لوگوں پر غالب آئے، پھر بادشاہ نے ۳۱۸ پادریوں کی ایک بڑی مجلس منعقد کی اور خود اپنی انگوٹھی تلوار اور کمان لے کر ان کے بیچ میں بیٹھا۔ اور ان

چیزوں کو پادریوں کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ آج میں نے تم لوگوں کو حکومت پر مسلط کر دیا ہے
اب تم جو چاہو کر سکتے ہو اور اس کام کو ضرور کر گذرو جس کے اندر دین کے درستگی اور امت کی بھلائی
ہو، پھر سب لوگوں نے بادشاہ کے لئے برکت کی دعائیں کیں اور اس کی تلوار اس کے اوپر لٹکاتے
ہوئے کہا کہ دین نصرانیت کو آپ غالب کریں اور اس کی جانب سے دفع کریں پھر اس کے لئے
انھوں نے چالیس کتابیں لکھیں، جس کے اندر سنن شرائع کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ
بادشاہ کو ان میں کن احکام پر عمل کرنا چاہیے اور پادریوں کو کیا کرنا چاہے۔ اس قوم و مجلس کے رئیس
اسکندریہ اور انطاکیہ کے تبرک اور بیت المقدس کے پادری تھے۔

رومیہ کے تبرک نے اپنے پاس سے دو آدمی بھیجے پھر تمام لوگوں نے اریوس اور اس کے
اصحاب پر متفقہ طور پر لعنت بھیجی۔ اور ''الامانہ'' کی تالیف کی، جس کے اندر انھوں نے کہا کہ بیٹا
باپ کی ذات سے تمام مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ باپ کی طبیعت سے ہے اور مخلوق نہیں
ہے۔ انھوں نے اتفاق کیا کہ نصاریٰ کا عید اتوار کے دن ہونا چاہیے۔ تا کہ یہود کے ساتھ نہ پڑے
بلکہ اس کے بعد ہو۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پادری کے پاس بیوی نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ
حواریوں کے وقت سے لیکر ۳۱۸ پادریوں کی اس مجلس تک تمام پادری بیوی رکھتے تھے۔ اور جب
کسی کو لوگ پادری بناتے ہیں اور اس کے پاس بیوی ہوتی تو بیوی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس
کے ساتھ باقی رہتی۔ البتہ تارکہ کے پاس بیویاں نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی وہ کسی ایسے شخص کو تبرک
بناتے جس کے پاس بیوی ہوتی۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ پھر یہ پادری عزت وحفاظت کے ساتھ واپس لوٹے، یہ واقعہ
قسطنطین کی بادشاہت کے سترہویں سال کا ہے۔ اس کے بعد قسطنطین تین سال تک زندہ رہا،
پہلے سال اس نے بتوں کو توڑا اور ان کی پرستش کرنے والوں کو قتل کیا۔ دوسرے سال اس نے حکم
دیا کہ دیوان میں صرف نصاریٰ کی اولاد کا نام باقی رکھا جائے اور وہی امراء قائدین بنیں۔

تیسرے سال اس نے حکم دیا کہ لوگوں کے لئے عید کا ہفتہ مقرر کیا جائے اور اس کے بعد جو

ہفتہ ہو اس میں نہ لوگ کام کریں اور نہ لڑائی ہو۔ پھر قسطنطین نے بیت المقدس کے پادری کو حکم دیا
کہ وہ مقبرہ اور صلیب کی جگہ تلاش کرے اور وہاں کنیسے تعمیر کریں۔ اور سب سے پہلے کنیسہ قیام کو
بنائے۔ بادشاہ کی ماں ھیلانہ نے کہا کہ میں نے نذر مان رکھا ہے کہ میں بیت المقدس جاؤں گی
اور مقدس جگہوں کو تلاش کر کے اس پر عمارت بناؤں گی۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے بہت بڑی رقم دی
اور وہ بیت المقدس کے پادری کے ساتھ گئی۔ اس نے صلیب کی جگہ کنیسہ قیامہ کی تعمیر کرائی
اور کنیسہ قسطنطین کو بنوایا۔

اس کے بعد بیت المقدس میں ان کی ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں ایک شخص
تھا۔ جو اریوس کے قول ورائے کا موافق تھا۔ قسطنطنیہ کے تبرک اور اس کے ساتھیوں نے اسے
چھپا دیا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ اسکندریہ کے تبرک سے کچھ سوال کریں۔ یہ آدمی جب بادشاہ کے
پاس گیا تھا تو اس نے اپنے حواریوں کا مخالف ظاہر کیا تھا۔ اس نے مجلس میں کھڑے ہو کر کہا اریوس
نے یہ نہیں کہا ہے کہ مسیح نے انسان کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ انھیں کے ذریعہ تمام چیزوں کا
وجود ہوا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے کلمے ہیں اور اللہ کے کلمے ہی سے آسمان وزمین کی تخلیق ہوئی ہے۔ او
راللہ ہی نے اپنے کلمے سے چیزوں کو پیدا کیا۔ نہ کہ اس کے کلمے نے، جیسے کہ انجیل میں حضرت مسیح
نے کہا کہ ہر چیز انھیں کے ہاتھ سے ہوئی اور ان کے بغیر کوئی چیز نہیں ہوئی اور ایک دوسری جگہ فرمایا
کہ ''انھیں کے ذریعہ زندگی ہوئی اور حیات انسان کو نور ہے۔ ایک جگہ فرمایا، عالم کا وجود انھیں کے
ذریعہ ہوا۔ لہٰذا حضرت مسیح نے یہ خبر دی کہ تمام چیزیں انھیں کے ذریعہ ہوئی ہیں۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ اریوس نے یہی حقیقت میں بات کہی تھی، لیکن ۳۱۸ پادریوں
نے اس پر ظلم کیا۔ اور اس کے قول میں تحریف کر دی۔

پھر اسکندریہ کا پادری اس آدمی کے قول کی تنقید کرنے لگا۔ اس نے کہا ۳۱۸ پادریوں نے
اریوس پر جھوٹی بات نہیں کہی ہے اور نہ اس پر ظلم کیا ہے۔ کیونکہ اس نے یہ بات کہی تھی کہ باپ کے
بجائے بیٹا تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا جب تمام چیزوں کا خالق باپ کے بجائے بیٹا

ہی ٹھہرا تو مسیح کے اس قول کی تکذیب ہو جاتی ہے کہ باپ بھی پیدا کرتا ہے اور میں بھی پیدا کرتا ہوں، اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ اگر میں باپ کا کام نہ کروں تو میری تصدیق نہ کرو۔ ایک مرتبہ کہا کہ جس طرح باپ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور جسے مارنا چاہتا ہے اسے مار ڈالتا ہے، اسی طرح بیٹا بھی جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔

لہٰذا اس سے ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ باپ بھی خالق ہے اور دوسری طرف اس سے ان لوگوں کے قول کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو مسیح کو خالق نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ انھیں کے ذریعہ چیزوں کا وجود ہوا ہے۔

اور تمہارے اس قول (کہ تمام چیزیں انھیں کے ذریعہ ہوئی ہیں) کا معنی بھی وہی ہے جو حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق میں کہتا ہوں کہ وہ خالق وفعال ہیں۔ ورنہ ان کے دونوں قول میں تضاد پیدا ہو جائے گا اس کے علاوہ اصحاب اریوس میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ باپ ارادہ کرتا ہے اور بیٹا پیدا کرتا ہے تو اس صورت میں بڑی خرابیاں لازم آئیں گی۔ اولاً یہ کہ بیٹا جوان کے نزدیک مخلوق ہے۔ اس کا حصہ تخلیق میں باپ سے بڑھ کر ہوگا، کیونکہ بیٹے نے ارادہ بھی کیا اور پیدا بھی کیا۔ اور باپ نے صرف ارادہ کیا پیدا نہیں کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ بھی تمام مخلوق کی طرح اللہ کے ارادے اور حکم کا پابند ہوگا اور اس کی مخالفت کا ذرا بھی اسے اختیار نہ ہوگا، لہٰذا جب وہ مجبور ہوا تو اس فعل میں اس کا کوئی دخل نہیں، بلکہ سب کچھ باپ ہی کرتا ہے۔ اور اگر وہ خود مختار ہے تو اس کیلئے جائز ہے۔ کہ باپ کی اطاعت بھی کرے اور نافرمانی بھی کرے، اسی طرح ثواب دینے کا بھی اسے اختیار ہے اور عذاب دینے کا بھی اور یہ بڑی قبیح بات ہوگی۔

تیسری بات یہ کہ تم کہتے ہو کہ خالق نے مخلوق کے ذریعہ دنیا کو پیدا کرایا۔ اور غیر کے ذریعہ کام کرنے والا اس فعل کی تکمیل کے لئے غیر کا محتاج ہے لہٰذا خالق اپنے فعل کی تکمیل کے لئے غیر کا محتاج ہوا اور غیر کا محتاج ہونا خالق کے شایان شان نہیں۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ اس طرح جب اسکندریہ کے تبرک نے اپنے مخالفین کی حجت بالکل باطل کر دی اور لوگوں کے سامنے ان کے قول کا بطلان ظاہر ہو گیا تو وہ حیران وپریشان ہو گئے اور شرمندہ ہوئے پھر وہ اسکندریہ کے تبرک پر جھپٹ پڑے اور اسے مارنے لگے، یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا اتنے میں قسطنطین کی بہن کے لڑکے نے اسے چھڑا لیا اور وہ پادریوں کی عدم موجودگی میں وہاں سے نکلا۔ اور بیت المقدس پہنچ گیا۔ وہاں اس نے زیتون کا تیل اکٹھا کیا اور کنیسہ کو پاک صاف کیا۔ پھر اس پر زیتون کا تیل لگایا۔ اس کے بعد بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو پورا واقعہ بتایا۔ بادشاہ نے اسے وہاں سے دوبارہ اسکندریہ بھیج دیا۔

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ بیت المقدس میں کوئی بھی یہودی سکونت اختیار نہ کرے اور نہ اس سے گزرے۔ پھر جس نے بھی نصرانیت اختیار نہیں کی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح نصاریٰ کا دین غالب ہو گیا اور بہت سے یہودیوں نے نصرانیت قبول کر لی بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ یہودی قتل کے خوف سے بظاہر نصرانیت قبول کر لیتے ہیں۔ اور دل سے اپنے دین ہی پر قائم رہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ ہمیں کیسے معلوم ہو۔

تبرک بولس نے کہا کہ توارۃ میں سور حرام ہے۔ اور یہود سور کا گوشت نہیں کھاتے ہیں لہٰذا سور ذبح کرنے اور ان کے پکانے کا حکم دے دیجئے اور لوگوں کو اس کا گوشت کھلایا جائے، پھر جو نہ کھائے وہ گویا دین یہودیت پر ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب سور توراۃ میں حرام ہے تو ہمارے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اسے کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں بولس نے کہا کہ ہمارے سردار مسیح نے توراۃ کی تمام چیزوں کو باطل قرار دیا ہے اور ایک نیا توراۃ یعنی انجیل لے کر آئے ہیں۔ جس میں ہے کہ وہ ہر چیز جو پیٹ میں داخل کیجائے وہ حرام ونجس نہیں ہے۔ بلکہ انسان کو نجس وہ چیز بناتی ہے جو اس کے منہ سے نکلتی ہے۔

بولس نے کہا کہ ایک مرتبہ دن کے چھ بجے کے وقت بطرس حورایوں کا رئیس نماز پڑھ رہا تھا۔ اچانک اس کو اونگھ آگئی اس نے آسمان کیطرف نظر اٹھایا تو دیکھا کہ آسمان کھلا ہوا ہے اور کچھ

توشہ آسمان سے اتر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ توشہ زمین پر پہنچ گیا اس توشے میں درندے اور ان کے علاوہ ہر قسم کے زمین کے چوپائے اور آسمان کی چڑیاں تھیں اس نے یہ آواز کہتے ہوئے سنا۔

اے بطرس کھڑے ہو جاؤ اور ذبح کرو کھاؤ۔ بطرس نے کہا اے رب میں نے کبھی نجس اور گندی چیز نہیں کھائی ہے۔ پھر دوسری آواز آئی کہ جس چیز کو اللہ نے پاک کیا ہے اور نجس نہیں ہے ایک دوسرے نسخے میں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے پاک کیا ہے اس کو تم نجس نہ قرار دو، اس قول کے کہنے کی آواز تین مرتبہ آئی۔ پھر وہ توشہ آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر بطرس کو سخت حیرانی ہوئی۔

ان دونوں کی باتوں کو سن کر بادشاہ نے سور کے ذبح کرنے اور اس کا گوشت پکانے کا حکم دے دیا اور یہ فرمان صادر کیا کہ اس کی سلطنت کے تمام کنیسوں کے دروازے پر اسے اتوار کے دن رکھا جائے اور جو بھی شخص کنیسہ سے نکلے وہ ایک لقمہ سور کا گوشت کھائے اور جو نہ کھائے اسے قتل کر دیا جائے چنانچہ اس کی بناء پر بہت سے لوگ قتل کر دیئے گئے اس کے بعد قسطنطین کا انتقال ہو گیا اور اس کا بڑا لڑکا تخت نشین ہوا۔ جس کا نام قسطنطین تھا، اس کے زمانے میں اریوس کے ساتھی اور اس کے مؤیدین بادشاہ کے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہمارا دین اور ہمارا قول بہتر اور درست ہے۔ اور ۳۱۸ پادری جو نیقیہ میں جمع ہوئے تھے انہوں نے غلط بات کہی ہے اور اپنے اس قول میں وہ حق سے پھر گئے ہیں کہ بیٹا باپ کے ساتھ جوہر میں متفق ہے۔ لہٰذا آپ حکم دیں کہ ایسی بات اب نہ کہی جائے چنانچہ بادشاہ نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر بیت المقدس کے پادری نے بادشاہ کے پاس خط لکھا کہ وہ اصحاب اریوس کے بات نہ مانے کیونکہ وہ لوگ گمراہ اور کافر ہیں۔

اور ۳۱۸ پادریوں نے اس پر اور اس کے متبعین پر لعنت بھیجی ہے پھر بادشاہ نے پادری کی بات مان لی، ابن بطریق کا بیان ہے کہ اسی وقت قسطنطیہ انطاکیہ اور اسکندریہ میں اریوس کا قول ظاہر کر دیا یہاں تک کہ اسی قسطنطین بادشاہ کی حکومت کے دوسرے سال ہی میں انطاکیہ کا تبرک ایک اریوسی بنا اسکے بعد پھر اسی کا ہم مذہب شخص بنا اور مصر و اسکندریہ میں اکثر لوگ اریوسین اور مانیین تھے وہ مصر کے کنیسوں پر غالب آگئے۔ اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور اسکندریہ

کے تبرک کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ لیکن وہ ان سے چھپ کر بھاگ گیا۔ پھر ابن بطریق نے نصاریٰ کے بہت سے تبارکہ واساقفہ کے احوال کا ذکر کیا ہے جس میں ان کی آپس میں خونریزی تبارکہ سے بغض وعناد اور آپس میں اختلاف وانتشار، نیز ان کے مختلف مجلسوں کا تذکرہ کیا ہے ہم ان دو مجلسوں کے بعد ان کی چند اور مجلسوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

نصاریٰ کی تیسری مجلس

سرزمین نیقیہ کی مجلس کے ۵۸ سال بعد ان کی تیسری مجلس منعقد ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کے وزراء اور قائدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ نصاریٰ کا قول بالکل فاسد ہو چکا ہے اور اریوس ومقدونین کا قول لوگوں پر غالب آگیا ہے۔ لہٰذا آپ تمام تبارکہ واساقفہ کے پاس خط لکھئے کہ وہ اکٹھا ہوں اور دین نصرانیت کو واضح کریں۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام شہروں کے پادریوں کے پاس خط لکھا۔ اور ۱۵۰ پادری قسطنطیہ میں جمع ہوئے۔ انھوں نے اریوس کے قول میں بحث ومباحثہ کیا۔ جس کا قول یہ تھا کہ روح القدس ہیں نہ کہ الہٰ۔ اسکندریہ کے تبرک نے کہا کہ ہمارے نزدیک روح القدس روح اللہ ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں اور روح اللہ حقیقت میں اللہ کی زندگی ہے۔ لہٰذا جب ہم نے یہ کہا کہ روح اللہ مخلوق ہے۔ تو ہم نے اس کی حیات کو مخلوق ٹھہرایا۔ اور جب ہم نے اس کی حیات کو مخلوق ٹھہرایا تو ہم نے اس کو غیر حی (بے جان مردہ) قرار دیا۔ اور یہ سراسر کفر ہے۔

یہ سن کر تمام لوگوں نے اریوس کا قول کہنے والوں پر لعنت ملامت کی اور ان کے اساقفہ وتبارکہ پر لعنت بھیجی جو ان کے نزدیک دوسری ناپسندیدہ باتیں کہہ رہے تھے۔ اور انھوں نے بیان کیا کہ روح القدس خالق ہیں نہ کہ مخلوق الہ حق ہیں۔ الہ حق کی جانب سے باپ اور بیٹے کی طبیعت سے مل کر ایک جوہر ہیں اور ایک طبیعت، پھر انہوں نے الامانہ کے اندر (جس کو ۳۱۸ پادریوں نے تالیف کی تھی) یہ زیادتی کی کہ ہم روح القدس اس رب پر ایمان لاتے ہیں جو باپ کا ایک اٹوٹ

حصہ ہے اور معبود و مسجود ہے ان کی کتاب الامانہ میں صرف روح القدس تھا۔ لیکن انھوں نے کہا کہ بیٹا باپ اور روح القدس تین اشخاص، تین چہرے اور تین خواص ہیں پھر تینوں مل کر ایک ہیں اس طرح انھوں نے تثلیث کا نظریہ قائم کیا اور یہ بھی کہا کہ مسیح کا جسم ایک ایسا نفس ہے، جس کے اندر نطق کی قوت اور عقل پائی جاتی ہے۔ پھر یہ مجلس ختم ہوئی، جس میں لوگوں نے اپنے پادریوں پر بڑی لعنت ملامت کی۔

چوتھی مجلس

اس مجلس کے اکیاون سال بعد ان کی چوتھی مجلس نسطورس کے خلاف منعقد ہوئی۔ نسطورس کا کہنا تھا کہ حضرت مریم نے حقیقت میں الہ کو نہیں جنم دیا ہے۔ بلکہ دو ہستیاں ہیں جن میں ایک الہٰ ہے، وہ باپ سے پیدا ہوا اور دوسرا انسان ہے، جو مریم سے پیدا ہوا ہے اور یہ انسان جس کو ہم مسیح کہتے ہیں۔ وہ الہٰ کے بیٹے کے ساتھ تنہا باقی رہنے والا ہے اور اس کو الہٰ اور ابن الہٰ مجازاً ایک لقب دے دیا گیا ہے، حقیقت میں الہٰ نہیں ہے اور ان دونوں ناموں سے ایک ساتھ موسوم کرنا علی سبیل الکرامت ہے یہ خبر تمام شہروں کے تبارکہ کو پہنچی، چنانچہ انھوں نے آپس میں خط و کتابت کی اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کی بات کو غلط ثابت کیا جائے، پھر ان میں دو سو پادری افسیس شہر میں اکٹھا ہوئے اور اسے تین مرتبہ مناظرے کی دعوت دی۔ لیکن تینوں بار وہ نہیں آیا۔ پھر تمام لوگوں نے مل کر اس پر لعنت بھیجی اور اس کا انکار کیا نیز وضاحت کی کہ حضرت مریم نے الہٰ حقیقی ہی کو جنم دیا تھا اور مسیح الہٰ حقیقی ہیں جن کا وجود الہٰ حقیقی سے ہوا ہے۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جن کے اندر دو طبیعتیں پائی جاتی ہیں۔ اس طرح جب انھوں نے اس پر لعنت کی تو انطاکیہ کے تبرک نے نسطورس کی مدد کرنی چاہی اور پادریوں کو جمع کر کے بادشاہ اور اس کے اصحاب کی موجودگی میں ان سے مناظرہ کیا۔ اور ان کی دلیلوں کو باطل ٹھہرایا، پھر وہ آپس میں لڑ گئے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگے، یہاں تک کہ ان کا معاملہ بڑا عظیم و ناہموار بن گیا۔ پھر ان لوگوں نے ایک صحیفہ لکھا جس

میں یہ بیان کیا کہ مریم اللہ کی عزیزہ مقربہ نے اللہ کو جنا ہے۔ اور وہ ہمارے رب یسوع مسیح ہیں، جو طبیعت الٰہی میں اللہ کے ساتھ ہیں اور طبیعت انسانی میں انسان کے ساتھ ہیں۔ اس طرح انھوں نے ان کے لئے دو طبیعتیں ایک چہرا ایک شخص قرار دیا اور نسطورس کو ملعون ٹھہرایا۔ جب انھوں نے اس پر لعنت ملامت کی اور اس کے قول کی تردید کی۔ تو وہ مصر چلا گیا اور سات سال تک اخمیم میں مقیم رہا، پھر مر گیا اور دفن کر دیا گیا اور اس کا قول بھی دب کر رہ گیا۔

پھر ان صرما مطران نصیبین نے اس کے قول کو زندہ کیا۔ اور بلاد مشرق میں اس کو پھیلایا لہٰذا مشرق و عراق کے نصاریٰ اکثر و بیشتر نسطوریہ ہو گئے۔ اس طرح ان کی چوتھی مجلس ختم ہوئی۔ جس میں انھوں نے نسطوریوں پر لعنت بھیجنے پر اتفاق کیا۔

پانچویں مجلس

اس مجلس کے بعد ان کی پانچویں مجلس منعقد ہوئی، جس کی ضرورت اس بنا پر پڑی کہ قسطنطنیہ کے ایک راہب طبیب نے جس کا نام اوطیسوس تھا۔ یہ دعویٰ کیا کہ مسیح کا جسم طبیعت میں ہمارے جسموں کی طرح نہیں ہے، اور جسم حاصل کرنے سے پہلے مسیح کے اندر دو طبیعتیں تھیں۔ لیکن جسم حاصل ہو جانے کے بعد ایک ہی طبیعت باقی رہ گئی۔ یہ بات سب سے پہلے اس شخص نے کہی، اور یہ "یعقوبیہ کا مذہب ہے۔"

اس کا دعویٰ سن کر بعض پادری اس کے پاس گئے اس نے لوگوں سے مناظرہ کیا۔ اور ان کی حجت باطل کر دی، پھر وہ قسطنطنیہ لوٹا اور اس کے تبرک کو اپنے مناظرے اور غلبے کی خبر دی یہ سن کر قسطنطنیہ کے پادری نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ اور ایک بڑی جماعت اکٹھا کی۔ پھر اس سے مناظرہ کیا۔ اوطیسوس نے کہا کہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ مسیح دو طبیعت ہیں تو ہم نے نسطورس ہی کی بات کہی، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ وہ ایک ہی طبیعت اور ایک ہی شخص ہیں، اس لئے کہ وہ دو طبیعت تناور ہونے سے پہلے تھے، اور اس کے بعد ان کی ایک طبیعت زائل ہو گئی۔ اور ایک ہی بچی اور وہ

ایک ہی اقنوم ہیں، قسطنطنیہ کے تبرک نے اس سے کہا، اگر مسیح ایک ہی طبیعت ہیں اور ایک طبیعت ان کی زائل ہو چکی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو طبیعت قدیم تھی وہ محدث ہو گئی، یعنی جو چیز ازل سے رہنے والی تھی وہ نہیں رہ گئی۔ لہٰذا اگر قدیم کو محدث ماننا جائز ہے، تو گرمی کو ٹھنڈی کہنا اور کھڑے ہونے والے کو بیٹھا ہوا کہنا جائز ہوگا لیکن اوطیسوس نے اپنے قول سے رجوع کرنے سے انکار کیا، لوگوں نے اس پر لعنت بھیجی، پھر وہ بادشاہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، لہٰذا آپ تمام تبارکہ کے پاس مناظرہ کرنے کے لئے خط لکھ دیجئے، چنانچہ بادشاہ نے شہر افسیس میں تمام شہروں کے تبارکہ و اساقفہ کو جمع کیا، جس میں اسکندریہ کے تبرک نے اوطیسوس کے قول کو ثابت کر دیا۔ اور قسطنطنیہ، انطاکیہ اور بیت المقدس اور تمام جگہوں کے تبارکہ دلیلیں کاٹ دیں، پھر اس نے روم کو تبرک اور کاہنوں کی ایک جماعت کو خط لکھا کہ وہ قربانی کرنے سے رک جائیں، اگر وہ اوطیسوس کی بات کو نہیں قبول کرتے ہیں، اس طرح ان کی کتاب الامانہ فاسد ہو گئی، اور مصر و اسکندریہ میں اوطیسوس کا قول مخصوص ہو گیا۔ اور یہ یعقوبیہ کا مذہب ہے اس کے بعد ان کی یہ پانچویں مجلس ختم ہوئی۔ جس میں ہر فریق نے ایک دوسرے پر لعنت ملامت کی اور ہر ایک نے دوسرے کے قول کی تردید کی اور برأت ظاہر کی۔

چھٹی مجلس

اس مجلس کے بعد نصاریٰ کی چھٹی مجلس شہر حلقدون میں منعقد ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ مرقیون بادشاہ بنا، مرقیون کے پاس تمام شہروں کے پادری جمع ہوئے اور انھوں نے فریاد کیا کہ پانچویں مجلس میں ہمارے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ نیز اوطیسوس کا مذہب تمام لوگوں پر چھا گیا ہے۔ جس سے دین نصرانیت برباد ہو چکا ہے، اس کے لئے کوئی تدبیر کیجئے۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام پادریوں کو شہر حلقدون میں جمع کیا، اور چھ سو تیس پادری حاضر ہوئے۔ انھوں نے اوطیسوس اور اس تبرک اسکندریہ کے قول میں غور و فکر کیا جس کے تمام

تبارکہ کی دلیلیں باطل کر دیں پھر انھوں نے ان دونوں کے قول کو فاسد قرار دیا، اور ان پر لعنت بھیجی اور یہ ثابت کیا کہ مسیح اللہ ہیں اور انسان بھی، طبیعت الٰہی میں وہ اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور طبیعت انسانی میں انسانوں کے ساتھ اس طرح ان کے اندر مکمل طبیعت الٰہی اور مکمل طبیعت انسانی، دونوں طبیعتیں پائی جاتی ہیں اور دونوں کے ساتھ وہ ایک مسیح ہیں، مزید انھوں نے ۳۱۸ پادریوں کی باتوں کو ثابت کیا۔ اور ان کا یہ قول مان لیا کہ ''ابن'' مکان میں اللہ کے ساتھ ہے وہ نور ہے نور حق سے اور الٰہ ہے الٰہ حق سے، پھر انہوں نے اریوس پر لعنت بھیجی اور کہا کہ روح القدس الٰہ ہیں اور باپ بیٹا، روح القدس تینوں کی طبیعت ایک ہی ہے اور شخصیتیں تین ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے ان دوسو پادریوں کی باتوں کو بھی ثابت کیا جو انھوں نے نسطورس کے خلاف شہر افسیس میں ان کی چوتھی مجلس مین کہی تھی انھوں کہا کہ مریم عذراء ہی نے ہمارے معبود یسوع مسیح کو جنا ہے۔ جن کے اندر طبیعت الٰہی اور طبیعت انسانی دونوں طبیعتیں پائی جاتی ہیں۔ اور مسیح کی دو طبیعت اور ایک ذات ہے، پھر انہوں نے نسطورس تبرک اسکندریہ اور مقام افسیس میں منعقد اپنی چوتھی اور پانچویں مجلس پر لعنت بھیجی، نیز اوطیسوس پر بھی لعنت بھیجی، اوطیسوس اور شہر حلقدون کی مجلس کے درمیان گیارہ سال کا فاصلہ ہے، اس طرح یہ مجمع ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرنے میں ختم ہوا۔

ساتویں مجلس

اس کے بعد ان کی ساتویں مجلس بادشاہ انطاس کے زمانے میں منعقد ہوئی۔ اس مجلس کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ سورس قسطنطینی اوطیسوس کے خیال پر تھا، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ حلقدون کی مجلس میں جو ۶۳۰ پادریوں نے اوطیسوس اور تبرک اسکندریہ پر لعنت بھیجی تھی۔ وہ غلط تھا، بلکہ صحیح دین انھیں دونوں کا ہے، اور ان کے علاوہ سب کا دین غیر مقبول ہے، اس لئے آپ اپنے تمام گورنروں کے پاس خط لکھیں کہ وہ اپنے ۶۳۰ پادریوں پر لعنت بھیجیں۔ اور لوگوں کو اس قول کے ماننے کی تلقین کریں کہ مسیح ایک طبیعت ایک مشیت اور ایک شخص ہیں، چنانچہ بادشاہ ایسا کرنے کے

لئے تیار ہوگیا، یہ خبر جب بیت المقدس کے تبرک ایلیاء تک پہنچی، تو اس نے راہبوں کو جمع کیا اور بادشاہ انسطاس، سورس اور اس کے مؤیدین پر لعنت بھیجی، جب انسطاس نے یہ سنا تو اس نے پادری کو ایلہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اور یوحنا کو بیت المقدس کا تبرک بنا کر بھیجا، یوحنا نے بادشاہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ حلقدونی مجلس کے ۶۳۰ پادریوں پر لعنت بھیجے گا، لیکن جب بیت المقدس پہنچا تو اس کے پاس کچھ راہب جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ تم اپنے آپ کو سورس کی بات ماننے سے بچاؤ اور حلقدونی مجلس کی جانب سے لڑائی کرو۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے، چنانچہ یوحنا نے اس کام کے لئے ان سے عہد کر لیا اور بادشاہ کی مخالفت کی۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے ایک افسر بھیجا اور حکم دیا کہ وہ یوحنا کو حلقدونی مجلس کی بات ماننے سے روکے اور اگر وہ نہ مانے تو اس کو کرسی سے ہٹا دے پھر وہ قائد آیا۔ اور اس نے یوحنا کو قید میں ڈال دیا۔ یوحنا کے پاس قید میں کچھ راہب گئے اور اس سے کہا کہ تم قائد سے اس بات کا اقرار کر لو کہ میں تمہارے کہنے کے مطابق ضرور عمل کروں گا۔ پھر جب وہ وقت آئے تو تم کہو کہ پہلے راہب لعنت بھیجیں، اس کے بعد میں بھیجوں گا، چنانچہ یوحنا نے ایسا ہی کیا اور دس ہزار راہب جمع ہوئے، جن میں مدرس، منتظم اور بڑے بڑے عبادت گزار تھے، انھوں نے ملک کراوطیوس، سورس، نسطورس اور حلقدونی مجلس کے مخالفین پر لعنت بھیجی، یہ دیکھ کر بادشاہ کا قاصد راہبوں سے گھبرایا، پھر یہ خبر بادشاہ تک پہونچی، سو اس نے یوحنا کو ہٹانے کا ارادہ کیا۔

اس کے بعد راہب اور پادری جمع ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کے پاس یہ خط لکھا کہ وہ سورس اور کسی بھی مخالف کی بات نہیں مانیں گے، خواہ وہ قتل ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں اور یہ فریاد کی کہ وہ انھیں تکلیف پہنچانے سے رک جائیں، ادھر رومیہ کے تبرک نے بادشاہ کے پاس خط لکھا جس میں اس کے فعل کو قبیح کہا اور اس پر لعنت کی۔ اس طرح یہ مجلس بھی ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرنے ہی پر ختم ہوئی۔

سورس کا ایک شاگرد تھا، جس کا نام یعقوب تھا وہ بھی سورس ہی کی بات کہتا تھا، اس کو

یعقوب براذعی کہا جاتا تھا۔ اسی کی طرف "الیعاقبہ" فرقہ منسوب ہے۔ اس نے نصاریٰ کی کتاب "الامانہ" کو فاسد کر دیا۔ پھر انسطاس کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کی جگہ قسطنطین بادشاہ بنا، اس بادشاہ نے ان تمام کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا۔ جس کو انسطاس نے ہٹا دیا تھا، پھر راہب جمع ہوئے، اور انھوں نے بادشاہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ اور خوب اچھی عید منائی نیز ۶۳۰ پادریوں کی حلقدونی مجلس کو ثابت کیا، اس کے بعد دوسرا شخص بادشاہ بنا۔ اس وقت اسکندریہ میں یعقوبیہ کا زور تھا، اس نے بوس نامی اپنے ایک تبرک کو قتل کر دیا۔ جس کا تعلق "ملکیہ" فرقہ سے تھا، چنانچہ بادشاہ نے اپنے ایک قائد کی ماتحتی میں اسکندریہ میں ایک بڑا لشکر بھیجا۔ وہ قائد کنیسہ میں تبرک کے کپڑے میں داخل ہوا اور پیش قدمی کر کے نذرانہ پیش کیا۔ لوگوں نے اس پر پتھر برسائے اور قریب تھا کہ اس کو مار ڈالتے۔ لیکن وہ پلٹ گیا، پھر تین دن کے بعد اس نے لوگوں سے یہ ظاہر کیا کہ اس کے پاس بادشاہ کا خط آیا ہے اور گھنٹی بجائی تا کہ لوگ اتوار کے دن کنیسے میں جمع ہو جائیں۔

چنانچہ اسکندریہ میں کوئی ایسا شخص نہ بچا جو بادشاہ کا خط سننے نہ آیا ہو، اس نے اپنے اور اپنے لشکر کے درمیان ایک علامت مقرر کی اور حکم دیا کہ جب وہ ایسا کرے گا تو لوگوں کو تلوار سے کاٹنا شروع کر دیں گے، پھر منبر پر چڑھا اور کہا، اے اسکندریہ کے لوگو! اگر تم حق کی طرف لوٹ آئے اور یعاقبہ کی بات چھوڑ دی، تب تو خیر ہے ورنہ تمہاری جانب بادشاہ ایک ایسا لشکر بھیجے گا جو تمہیں قتل کر ڈالیں گے یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے اس پر پتھر پھینکنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اسے اپنے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوا پھر اس نے اپنے لشکریوں کے سامنے وہ علامت ظاہر کی۔ اور انھوں نے کنیسہ کے اندر اور باہر تمام لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ پورا لشکر خون میں ڈوب گیا اور بہت سے لوگ ان سے بچ کر بھاگ نکلے اور "ملکیہ" کا قول غالب ہوگیا۔

آٹھویں مجلس

اس مجلس کے بعد اور حلقدونی مجلس (جس میں یعقوبیہ پر لعنت کی گئی تھی) کے ایک سو تین

سال بعد ان کی آٹھویں مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس کے انعقاد کی وجہ یہ ہوئی کہ شہر ''منبج'' (جو حلب سے قریب اس کا ایک مشرقی شہر ہے اور اب دھنس چکا ہے) کے راہب نے تناسخ کا نظریہ پیش کیا اور قیامت کا انکار کیا اسی طرح مقام ''رہا''، ''مصیصہ'' اور اسکے علاوہ دوسری جگہوں کے پادریوں نے کہا کہ مسیح کا جسم خیال ہے، حقیقت نہیں چنانچہ بادشاہ نے ان کو قسطنطنیہ میں جمع کیا، قسطنطنیہ کے تبرک نے ان سے کہا کہ اگر مسیح کا جسم خیال مانا جائے تو ان کے قول فعل کو بھی خیال ماننا واجب ہے یہی نہیں بلکہ ہر انسان کا جسم دکھائی دیتا ہے اور اس کا قول و فعل خیال ہوگا پھر منبج کے پادری سے کہا کہ مسیح موت کے بعد دوبارہ کھڑے ہو چکے ہیں اور انھوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ اسی طرح حساب کے دن لوگ کھڑے ہوں گے اور انجیل میں انھوں نے فرمایا ہے کہ قیامت جب قریب آئے گی تو قبروں میں مدفون لوگ ابن اللہ کی باتوں کو سنیں گے اور اس پر لبیک کہیں گے۔ تو تم کیسے کہتے ہو کہ قیامت نہیں آئے گی۔ یہ کہنے کے بعد قسطنطنیہ کے پادری نے پھر ان پر لعنت و رسوائی واجب کی۔ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ پادریوں کا ایک مجمع اکٹھا ہو، جس میں ان لوگوں پر لعنت بھیجی جائے، پھر اس نے تمام شہروں کے تبارک کو بلا بھیجا، چنانچہ ایک سو چونسٹھ پادری اس مجلس میں اکٹھا ہوئے اور قسطنطنیہ کے پادری کی اس بات کو برقرار رکھا کہ مسیح کا جسم حقیقت ہے، خیال نہیں اور وہ الٰہ تام اور انسان تام ہیں، ان کی دو طبیعتیں اور مشیتیں ہیں، ان کے دو فعل ہیں اور ذات ایک ہے۔

پھر خلقدونی مجلس کو ثابت کرنے کے بعد انھوں ان چار مجلسوں کی بھی تائید کی جو ان سے پہلے ہوئی تھیں۔ انھوں نے یہ اقرار کیا کہ دنیا فانی اور قیامت کا وقوع یقینی ہے۔ حضرت مسیح بڑی عزت کے ساتھ آئیں گے اور تمام احیاء اموات کو اپنا فرمانبردار غلام بنائیں گے، جیسے کہ تین سو اٹھارہ پادریوں نے کہا تھا۔

نویں مجلس

پھر ان کی نویں مجلس معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں منعقد ہوئی، جس میں انھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجی، اس مجلس کے انعقاد کی ضرورت اس بناء پر پڑی کہ رومیہ میں ایک قدیس راہب رہتا تھا (قدیس نصاریٰ کے نزدیک مقبول عند اللہ کے معنی میں ہے) جس کا نام مقسلمس تھا، اس کے دو شاگرد تھے۔ وہ قسطا نامی والی کے پاس آیا اور اس کو اس کے برے مذہب اور کفر پر زجر و توبیخ کرنے لگا۔ قسطا نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ لیا جائے۔ چنانچہ اس کے اور اس کے ایک شاگرد کے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ لئے گئے اور دوسرے شاگرد کو کوڑے مار کر بھگا دیا گیا۔ یہ خبر قسطنطنیہ کے بادشاہ تک پہنچی تو اس نے گورنر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ فاضل پادریوں کو اس کے پاس بھیج دے، تاکہ وہ ان سے اس کی حجت کی وجہ دریافت کرے اور یہ معلوم کرے کہ کس شخص نے یہ بات پہلے کہی ہے تاکہ جتنے بھی لعنت کے مستحق آباء قدیسین ہیں سب کو دور کر دے چنانچہ گورنر نے ۱۴۰ پادریوں اور تین شمامہ کو اس کے پاس بھیجا، جب یہ لوگ قسطنطنیہ پہنچ گئے تو بادشاہ نے ۱۶۸ مزید پادریوں کو اکٹھا کیا، اس طرح تین سو آٹھ پادری ہو گئے، اور ان لوگوں نے شمامسہ کو گیہوں میں پیسنے کے لئے ڈال دیا۔ اس مجلس کے رئیس قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے تبرک تھے اور بیت المقدس و اسکندریہ کا کوئی تبرک نہیں تھا، ان لوگوں نے مل کر گذشتہ تمام قدیسین پر ایک ایک کا نام لے کر لعنت بھیجی جنھوں نے ان کی مخالفت کی تھی، اور ان لوگوں پر بھی لعنت بھیجی، جنھوں نے یسوع مسیح کیلئے ایک ہی مشیت ثابت کی تھی پھر جب ان لوگوں پر لعنت کر چکے تو ''الامانہ'' کی تلخیص کرنے بیٹھے اور کہا کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ طبیعت الٰہی سے پیدا ہونے والے خدا کے تنہا بیٹے جو ازلی اور دائمی کلمہ ہیں اور جوہر میں باپ کے برابر ہیں وہ ہمارے رب یسوع مسیح ہیں جن کی دو مکمل طبیعتیں ہیں اور دو فعل اور دو مشیت ہے۔ لیکن ان کی ذات اور شخصیت ایک ہی ہے مکمل ان کے اندر طبیعت الٰہی بھی پائی جاتی ہے۔ اور

طبیعت انسانی بھی، اس کے علاوہ ان چیزوں کو بھی گواہی دی جن کی حلقدونی مجلس نے گواہی دی تھی۔ یعنی یہ کہ مسیح جو بذات خود الٰہ ہیں اور ابن الٰہ بھی، وہ آخری ایام میں مریم اللہ کی مقربہ سے مل گئے اور دونوں نفسوں سے مل کر انسانی شکل میں نمودار ہوئے، اور یہ صرف بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے کیا تھا ایسا کرنے سے ان میں کسی قسم کی خرابی لازم نہیں آئی، نہ وہ ذات خداوندی سے علیحدہ ہوئے اور نہ اپنے ازلی مقام سے ہٹے۔ اور نہ ہی صرف انسانی طبیعت میں ڈھل کر رہ گئے بلکہ ان کی ذات ایک رہی، لیکن دونوں طبیعتیں مکمل طور پر ان کے اندر موجود ہیں اور دونوں ایک ساتھ کام کرتی ہیں اسی طرح دو مشیئتیں ہیں جو باہم متعارض نہیں ہیں۔ وہ انسان کے مثل کام کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں اور خدائی کام پر بھی غرض کہ وہ مکمل الٰہ ہیں اور مکمل انسان بھی اس طرح انھوں نے حلقدونی مجلس کی باتوں پر گواہی دی اور ان چیزوں کو برقرار رکھا جو ان سے پہلے پانچویں مجمع میں کہا تھا، پھر کچھ لوگوں پر لعنت بھیجی، پانچویں مجلس اور اس مجلس کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

دسویں مجلس

پھر ان کی دسویں مجلس بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کے زمانے میں ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ چھٹی مجلس کے لوگ جمع ہوئے اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اجتماع باطل پر تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک سو تیس پادریوں کو جمع کیا، ان لوگوں نے چھٹی مجلس کے قول کو ثابت کیا اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر لعنت بھیجی، پھر واپس چلے گئے۔ اس طرح سے تو نصاریٰ کے ان علماء کی مجلسیں ختم ہوئیں، جو ان کے رہبر و رہنما اور دین کے ناقلین تھے اور جن کی باتوں کو متاخرین اپنے لئے دلیل بناتے ہیں، ان دس مشہور مجلسوں میں شرکت کرنے والے پادریوں کی تعداد تقریباً ۱۴ ہزار ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر لعنت بھیجی اور تکفیر کی ہے۔ غرضیکہ ان کے دین کی بنیاد ہی لعنت و ملامت کرنے پر قائم ہوئی اور ان کے تمام لوگ لاعن و ملعون ہیں۔

اگر دین نصرانیت ایک ایسی قوم پر پیش کی جائے جو معبود کو نہ پہچانتے ہوں تو وہ اسکے قبول کرنے سے رک جائیں گے

جب یہ حالت ان کے متقدمین کی تھی کہ وہ آخری وقت تک اپنے معبود کی صحیح تعیین نہ کر سکے اور نہ کسی ایک قول پر قائم رہ سکے، بلکہ ہر ایک نے اپنی خواہشات کو معبود بنا کر غیر کے قول سے برأت ظاہر کی اور اس کی شخصیت کو ہدف ملامت بنایا اور خود لاعن و ملعون بن کر حیران و پریشان رہے۔ حالانکہ ان کا زمانہ حضرت مسیح سے قریب تھا ان میں اچھے لوگوں کا وجود تھا۔ انھیں کو حکومت و اقتدار حاصل تھی ان کے علماء کی کثرت تھی اور دین کے اہتمام میں مختلف مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔

تو بھلا بتاؤ کہ ان گمراہ حیرت زدہ لوگوں کے اولاد کی کیا حالت ہوگی۔ جن کا زمانہ بہت بعد کا ہے اور جنہوں نے اپنے دین کو صرف کاہنوں سے حاصل کیا ہے۔ اور جو چوپایوں سے بھی بدتر لوگ ہیں، جن کی شہادت قرآن نے دی ہے۔

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○ (الفرقان ۔44)

یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہیں۔

دوسری جگہ ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ○

(المائدۃ ۔77)

اے اہل کتاب تم حق کے علاوہ اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اس قوم کی خواہشات کی اتباع نہ کرو جو پہلے ہی سے گمراہ ہو چکے ہیں۔ نیز انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔

یہ حالت تو اس گمراہ اور ملعون امت کی ہے جن کے گمراہ ہونے کی گواہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کی گواہی خود انھوں نے اپنے نفسوں پر دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد یحذر مافعلوہ .

اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت بھیجے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، آپ یہ کہہ کر لوگوں کو ان کے فعل سے روکنا چاہتے تھے۔

حالانکہ ان کی کتاب ایک ہے۔ ان کا رب ایک ہے، ان کا نبی ایک ہے۔ ان کا دعویٰ ایک ہے اور تمام کے تمام لوگ حضرت مسیح اور انجیل نیز ان کے شاگردوں کے قول ہی کو اپنے لئے دلیل و بنیاد بناتے ہیں، پھر ان میں اتنا زبردست اختلاف ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ تین میں سے ایک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بندے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک شخص اور ایک طبیعت ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ دو شخص اور دو طبیعت ہیں۔ اسکے علاوہ بھی بہت سے اقوال ان کے اسلاف نے کہا ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

لہٰذا ان کے اس گھناؤنے مذہب کو اگر کسی ایسی قوم کے سامنے پیش کیا جائے جو معبود کی معرفت سے کورے ہوں۔ تو یقیناً اس کا انکار کردیں گے۔ اور اسکے مقابلے میں اگر رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو دیکھا جائے تو فوراً "ان الدین عند اللہ الاسلام" کا علم یقینی ہوگا، جو محسوسات ومشاہدات سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرکے کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں محمد ﷺ کے معجزات سب سے بڑے اور سب سے زیادہ دلالت کرنے والے ہیں!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے بغیر کسی دوسرے نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں اور جس نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اس نے گویا تمام نبیوں کی نبوت کا انکار کیا اس دعوے کی کئی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل یہ کہ قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء سابقین نے آپ کے نبوت کی بشارت دی ہے اور اپنے امتیوں کو آپ کی تصدیق کرنے اور ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام کے قول کی تصدیق کے لئے آپ کی تصدیق لازم ہوگی اور اس لازم کے مفقود ہونے سے ملزوم کا حصول محال ہوگا بلکہ آپ کی تکذیب سے عین انبیاء سابقین کی تکذیب اور ان کی حکم عدولی ہوگی۔

دوسری دلیل یہ کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت بھی وہی تھی، جو آپ سے پہلے تمام انبیاء کی تھی اور آپ بھی وہی چیز لائے تھے جو تمام انبیاء لائے تھے، لہٰذا اگر آپ کو کسی نے جھوٹا نبی کہا تو اس نے آپ کی باتوں کو باطل ٹھہرایا۔ اور آپ کی باتوں کو باطل ٹھہرانے والا تمام انبیاء کی دعوت کو باطل ٹھہرانے والا ہے، کیونکہ آپ کی دعوت اور تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ آپ کی باتوں کو تو وہ سچا سمجھے، لیکن آپ کی ذات کو جھوٹا سمجھے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کچھ لوگ کسی شخص کے سامنے کسی چیز پر سچی گواہی دیں۔ وہ خصم ان کی باتوں کو سن کر کہے کہ انھوں نے بالکل سچی گواہی دی ہے اور یہ لوگ صادق وعادل ہیں۔

پھر ایک دوسرا شخص انھیں کے مثل بالکل گواہی دے، تو خصم کہے کہ یہ بالکل جھوٹی بات ہے

اور یہ جھوٹا آدمی ہے، تو گویا اس نے پہلے لوگوں کی بھی تکذیب کی۔ اور اس آدمی کی تکذیب کر کے بقیہ لوگوں کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا جس طرح نبی کریم ﷺ کے مبعوث نہ ہونے سے تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی تصدیق نہ کرنے سے تمام انبیاء کی تصدیق محال ہو جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ آیات وبراہین جو کسی نبی کے نبوت کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے اندر پہلے انبیاء کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ اور بدرجہ اتم موجود تھیں، جن میں سب کے سب اگرچہ اسی جنس کی نہیں تھیں لیکن اپنے روشن دلالت کی بناء پر ان سے بڑھ کر تھیں، ان معجزات وآیات کی نقل آپ سے ہر اعتبار سے صحیح ثابت ہے اور ان کا انکار کرنا ایسے ہی ہے، جیسے کہ آپ کا وجود وظہور آپ کے شہر کا انکار کر دیا جائے اور یہ سراسر مکابرہ ہوگا، جیسے کہ کوئی آدمی کسی شہر، پہاڑ اور ملک کا وجود محض اس بناء پر انکار کر دے کہ اس نے ان کو دیکھا نہیں ہے۔ حالانکہ ان کے وجود کا بہت سے لوگ مشاہدہ کر چکے ہیں۔

لہٰذا اگر اس طرح کی واضح چیزوں کا انکار اور ان میں شک کرنا لوگوں کے لئے درست ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کے معجزات کو بھی انکار کرنا درست ہوگا، اور اگر ان کی نبوت ومعجزات میں شک کرنے کی گنجائش نہیں تو نبی کریم ﷺ سے ثابت معجزات وبراہین میں بدرجہ اولیٰ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اسی بناء پر جب بعض علماء یہود نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے سے حضرت موسیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ تو انھوں نے تمام لوگوں کی تکذیب کر دی اور کہنے لگے۔

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ

اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔

جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ

مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ○ (الانعام۔91)

اور ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا ہے، جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے، ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور جس کے ذریعے سے تم کو وہ علم دیا گیا، جو نہ تمہیں حاصل اور نہ تمہارے باپ دادا کو آخر اس کا نازل کرنے والا کون تھا، بس اتنا کہہ دو کہ اللہ پھر انھیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کیلئے چھوڑ دو۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن صیف تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے حجت بازی کرنے لگا، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی ہے، کیا تورات میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ موٹے عالم سے بغض رکھتا ہے، وہ یہود ایک موٹا عالم تھا، چنانچہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اللہ نے کسی شخص پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس کے اصحاب نے کہا، تمہاری بربادی ہو، کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی نہیں، اس نے پھر کہا۔ خدا کی قسم اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ) یہ عکرمہ کا قول ہے۔

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ اس وقت اپنی پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، اے ابوالقاسم کیا آپ ہمارے پاس ایسی کتاب نہیں لائیں گے، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے پاس سے تختیاں اٹھا کر لائے تھے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَسْــَٔــلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَاۗءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (النساء۔153)

اور یہ جھوٹا آدمی ہے، تو گویا اس نے پہلے لوگوں کی بھی تکذیب کی۔ اور اس آدمی کی تکذیب کر کے بقیہ لوگوں کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا جس طرح نبی کریم ﷺ کے مبعوث نہ ہونے سے تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی تصدیق نہ کرنے سے تمام انبیاء کی تصدیق محال ہو جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ آیات و براہین جو کسی نبی کے نبوت کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے اندر پہلے انبیاء کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ اور بدرجہ اتم موجود تھیں، جن میں سب کے سب اگر چہ اسی جنس کی نہیں تھیں لیکن اپنے روشن دلالت کی بناء پر ان سے بڑھ کر تھیں، ان معجزات و آیات کی نقل آپ سے ہر اعتبار سے صحیح ثابت ہے اور ان کا انکار کرنا ایسے ہی ہے، جیسے کہ آپ کا وجود و ظہور ار آپ کے شہر کا انکار کر دیا جائے اور یہ سراسر مکابرہ ہوگا، جیسے کہ کوئی آدمی کسی شہر، پہاڑ اور ملک کا وجود محض اس بناء پر انکار کر دے کہ اس نے ان کو دیکھا نہیں ہے، حالانکہ ان کے وجود کا بہت سے لوگ مشاہدہ کر چکے ہیں۔

لہٰذا اگر اس طرح کی واضح چیزوں کا انکار اور ان میں شک کرنا لوگوں کے لئے درست ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کے معجزات کو بھی انکار کرنا درست ہوگا، اور اگر ان کی نبوت و معجزات میں شک کرنے کی گنجائش نہیں تو نبی کریم ﷺ سے ثابت معجزات و براہین میں بدرجہ اولیٰ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اسی بناء پر جب بعض علماء یہود نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے سے حضرت موسیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ تو انھوں نے تمام لوگوں کی تکذیب کر دی اور کہنے لگے۔

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَىْءٍ

اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔

جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَىْءٍ ؕ قُلْ

مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِىْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِىْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ○ (الانعام۔ 91)

اور ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا ہے، جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے، ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور جس کے ذریعے سے تم کو وہ علم دیا گیا، جو نہ تمہیں حاصل اور نہ تمہارے باپ دادا کو آخر اس کا نازل کرنے والا کون تھا، بس اتنا کہہ دو کہ اللہ پھر انھیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کیلئے چھوڑ دو۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن صیف تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے حجت بازی کرنے لگا، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی ہے، کیا توراۃ میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ موٹے عالم سے بغض رکھتا ہے، وہ یہود ایک موٹا عالم تھا، چنانچہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اللہ نے کسی شخص پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس کے اصحاب نے کہا، تمہاری بربادی ہو، کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی نہیں، اس نے پھر کہا۔ خدا کی قسم اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ) یہ عکرمہ کا قول ہے۔

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ اس وقت اپنی پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، اے ابو القاسم کیا آپ ہمارے پاس ایسی کتاب نہیں لائیں گے، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ عز و جل کے پاس سے تختیاں اٹھا کر لائے تھے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (النسآء۔ 153)

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے اوپر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی جاتی سو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑھ کر سوال کیا تھا۔

یہود کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اللہ نے نہ آپ ﷺ پر اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام یا اور کسی شخص پر کوئی کتاب نازل کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اپنے حبوہ (یعنی وہ کپڑا جس سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو ملا کر باندھے ہوئے تھے) کو کھولا اور کہنے لگے، اور کسی پر بھی نہیں۔

مجاہد اور ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت قریش کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ انھوں نے ہی اصل رسالت کا انکار کیا تھا اور رسولوں کی تکذیب کی تھی ان کے مقابلے میں اہل کتاب نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے نبوت کا انکار نہیں کیا تھا، یہی قول ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور اس کو سب سے درست اور بہتر بتایا ہے، کیونکہ یہ آیت اسی سیاق میں لائی گئی ہے۔ جہاں قریش کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور یہود کا وہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔

لہٰذا اس کو مشرکین کے حق میں ماننا زیادہ مناسب ہے، بہ نسبت یہود کے حق میں ماننے سے۔

دوسری بات یہ کہ یہود کا یہ دین نہیں تھا۔ جس کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے کہ اللہ نے کسی رسول پر کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ بلکہ وہ صحف ابراہیم و موسیٰ اور حضرت داؤد کے زبور کا اقرار کرتے تھے، پھر اس سورت میں شروع سے لیکر اس آیت تک بت پرست مشرکین ہی کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور آیت کریمہ (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ) ان آیتوں سے علیحدہ نہیں، بلکہ ان سے متصل ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے، جس میں عرب کے زنادقہ جو اصل نبوت کے منکر تھے، ان کے بارے میں خبر ہے۔

لیکن اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر اس آیت کو یہود کے حق میں نہ مانا جائے بلکہ مشرکین کے حق میں مانا جائے، تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی چیز کو بیان کر کے ان کی تردید کی جائے اور حجت پکڑی جائے جس کا اقرار بھی وہ نہیں کرتے تھے، یعنی مشرکین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ کو بھی نہیں مانتے تھے تو پھر ان کو مخاطب کر کے یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ

کس ذات نے موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل کی۔ جس کو تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو۔

خاص طور سے تجعلون، مخاطب کا صیغہ پڑھنے سے تو یہود کے سوا کوئی دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں یہود ہی مخاطب ہیں، جن کی یہ خصلت تھی کہ وہ اپنی خواہشات کے غیر موافق احکام توراۃ کو چھپا دیتے اور بقیہ کو ظاہر کرتے، تو توارۃ کے جس حصے کا وہ اقرار کرتے، اسی کو دلیل بنا کر ان کے خلاف حجت قائم کی گئی ہے۔ پھر انھیں اس بات پر زجر و توبیخ کی گئی ہے کہ انھوں نے اللہ اور رسول کی خیانت کر کے اس کے بہت سے احکام کو چھپا لیا ہے اور کچھ کو ظاہر کیا ہے لہٰذا جب وہ بعض کو چھپا رہے ہیں، باوجود یہ کہ وہ قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ یہ بھی اللہ ہی کی جانب سے ہے تو گویا انہوں نے بالکلیہ اصل رسالت ہی کا انکار کر دیا، پھر ان کے خلاف یہ کہہ کر حجت قائم کی گئی کہ اگر تم نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہو تو آخر وہ وحی کی باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں جس کو تم جانتے ہو، حالانکہ اس سے پہلے نہ تمہیں معلوم تھا اور نہ تمہارے آباء کو، پھر اللہ رب العالمین نے اپنے رسول پاک کو حکم دیا کہ وہ اس سوال (مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى) کا جواب دیں اور کہیں کہ اللہ نے نازل کیا ہے، پھر انہیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لئے چھوڑ دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان مشرکین کے خلاف ایسی چیز کو حجت بنایا ہے، جس کا اقرار ان سے زیادہ صاحب علم و بصیرت، کتب الٰہیہ، اور علوم دینیہ کے حامل یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور فرمایا کہ اگر تم اصلی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، تو یہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب جس کا اقرار تم سے زیادہ علم رکھنے والے اہل کتاب کرتے ہیں، وہ کہاں سے نازل ہوئی، لہٰذا اگر نہیں جانتے ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو، اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں جس میں اللہ رب العالمین نے منکرین نبوت و توحید کے خلاف اہل کتاب کی گواہی پیش کی ہے اور اللہ رب العالمین کا قول ہے (تَجْعَلُوْنَهٗ

قَرَاطِيسَ) میں دو قرأت ہے، کچھ لوگوں نے یجعلون (ی کے ساتھ) پڑھا ہے، لہٰذا یہ غائب کا صیغہ ہے، جو یہود کے بارے میں ظاہر ہے اور کچھ لوگوں نے تجعلون (ت کے ساتھ) پڑھا ہے۔

لیکن یہ خطاب ان مشرکین کو نہیں ہے، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی بلکہ یہ مشرکین کے قول کے مثل اور اسی کے مشابہ یہود کے قول کی خبر دینا ہے، جو تورات کے بعض احکام کو چھپاتے تھے اور بعض کو ظاہر کرتے تھے ان سے کہا گیا تم اس گمان میں ہو کہ مشرکین ہی اصل رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ تم بھی تو اس کے بہت سے احکام کو چھپاتے ہو، لہٰذا ان سے کم مجرم نہیں ہو۔

اس طرح اس میں نبی کریم ﷺ کی تصدیق بھی ہے کیونکہ آپ یہود اور ان کی کتابوں کے بارے میں ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہیں۔ جو صرف وحی کے ذریعہ جانی جا سکتی ہیں اور اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں جس میں ایک کلام کو بیان کیا گیا ہے، پھر اسی کے مثل دوسرا کلام لے آیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

(المومنون۔14-13-12)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا پھر اس بوند کو ہم نے لوتھڑے کی شکل دی پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔

آیت کریمہ میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے جن کو اللہ رب العالمین نے مٹی کی ٹھیکری سے پیدا کیا، پھر اس کے بعد بنی آدم کے پیدائش کی حقیقت بیان کی، جن کو نطفے سے پیدا کیا ہے، اور ایک ہی لفظ کے ساتھ ضمیر تمام لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے۔

اسی طرح اللہ رب العالمین کا یہ قول بھی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞

(الاعراف۔190-189)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا، تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لئے لئے وہ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے مل کر "اللہ" اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم شکر گزاروں میں سے ہوں گے جب اللہ نے ان کو نیک لڑکا دیا تو اس کی بخشش وعنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے اللہ بہت بلند و برتر ہے، ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اسی کے مشابہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۞ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۞ (الزخرف۔11-10-9)

اگر ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ انہیں زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے، وہی جس نے تمہارے لئے اس زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنا دیئے، تاکہ تم اپنی منزل مقصود کی راہ پا سکو، جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا، اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو جلا اٹھایا، اسی طرح ایک روز تم زمین سے برآمد کئے جاؤ گے۔

بہر حال دونوں صورتوں میں خواہ مشرکین مراد ہوں یا یہود، یہ بات بالکل متحقق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب سے تمام انبیاء کی تکذیب لازم ہوگی، اور کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں ہوگا اور جس نے انبیاء کی رسالت اور آسمانی کتابوں کی تکذیب کر دی اسکے بارے میں اللہ رب العالمین

فرماتا ہے کہ اس نے اللہ کا حقیقی مرتبہ پہنچانا نہیں بلکہ اس کے بارے میں غلط اندازہ لگایا اور اس کی جانب ایسی بات منسوب کی جو اس کی الٰہیت، بادشاہت، حکمت و رحمت کے خلاف ہے۔

اور اس کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ اس نے مخلوقات کو بالکل عبث پیدا کیا ہے، غرض کہ اس نے اللہ کے لئے صفات نقص کو ثابت کیا ہے اور اس کو اس کا حقیقی مقام دینے کے بجائے نیچے گرا دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہے اور نقائص سے منزہ ہے، اور یہ قدر ناشناسی ایسے ہی ہے جیسے کہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کر کے اس کے صفات کمال نعوت جلال اور کتب آسمانی کے نزول نیز انبیاء کی بعثت کا انکار کرتے ہیں۔

نبوت کا انکار کرنا حقیقت میں خالق اور اس کے حقائق کا انکار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں فلاسفہ، مجوس، نصاریٰ یہود کی حیرانیوں کا بیان

اب تک یہ کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت نہ ہوتی تو تمام انبیاء کی نبوتیں باطل ہو جاتیں اور آپ کی تکذیب سے تمام انبیاء کی تکذیب لازم آئے گی۔

اب ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی جاتی ہے، تو خدا کی ذات اس کی حقیقت، اسکے صفات کمال، اس کی ربوبیت والوہیت، اس کی بادشاہت، غرضیکہ اس کے وجود کا بھی انکار لازم آئے گا۔ اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے سے خدا کی ذات وصفات کی معرفت ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی، اس کی جانب ہم نے بیان کردہ مناظرے میں بھی اشارہ کیا ہے۔

کیونکہ آپ نے اللہ کی ذات اس کی صفات اس کے اسماء وافعال اس کے حقوق نیز اس کے حقیقی مرتبے کی شناخت لوگوں کو کرائی ہے، لہٰذا جس نے آپ کی رسالت کا انکار کیا۔ اس نے آپ

کے اس رب کا بھی انکار کیا، جس کی طرف آپ نے دعوت دی تھی اور جس کے حقوق کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔

اور آپ کی تکذیب کر کے خدا کا اقرار وایمان ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا، جیسے کہ آخرت کی تکذیب سے خدا کا انکار لازمی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۝ (الرعد۔5)

اور اگر تمہیں تعجب کرنا ہے، تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے۔

سورہ کہف میں ہے۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝

(الکہف۔38-37-36-35)

وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی، اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی آئے گی، تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا، تو ضرور اس سے زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا اس کے ساتھی نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا۔ رہا میں تو میرا رب وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اور آپ کی رسالت کا انکار کر کے دیگر ادیان کے ماننے والے لوگ حقیقت میں خدا کی

معرفت حاصل نہ کر سکے۔ جیسا کہ ان کے مقالات سے ظاہر ہے۔

مثلاً فلاسفہ جو حقائق کے ادراک کرنے میں صرف دماغ ہی کو کافی سمجھتے تھے، اور ہر چھوٹی بڑی بات کو عقل سے پرکھنے کے عادی تھے، وہ نبوت کا انکار کر کے ملائکہ، جن، آخرت، صفات باری تعالیٰ اس کے افعال کا اعتراف نہ کر سکے۔ بلکہ وہ حقائق جن کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اور جن کے انکار کی گنجائش نہیں ان میں بھی کسی کے اصل اور حقیقی حالت کو ثابت نہ کر سکے گویا کہ اللہ نے نبوت کے انکار کے نتیجہ میں حقائق اشیاء کے ادراک کا مادہ ان سے سلب کر لیا تھا، جس سے وہ پانی، ہوا، سورج وغیرہ کی حقیقت کو بھی نہ سمجھ سکے۔

ان حقائق کے متعلق ان کے بیانات و مذاہب کو دیکھنے کے بعد یقینی طور پر یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ان کے ادراک کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

اور ان کا سارا علم و دریافت اس کا ایک معمولی جزء ہے جو غیر پر مخفی ہے۔ دوسری مثال مجوس اور بت پرستوں کی لے لیجئے، جن میں مجوس تو حد درجہ گمراہ ہیں اور بت پرست نہ خالق کی حقیقت کو پہچان سکے نہ مخلوقات کی حقیقت کو۔ نہ شیاطین و ملائکہ کے درمیان تمیز کر سکے اور نہ روح طیبہ اور خبیثہ کے درمیان، نہ انھیں سب سے اچھی چیزوں کی معرفت ہوئی نہ سب سے بری چیزوں کی۔ نہ کمال نفس کو جان سکے نہ گھٹیا نفس کو، اور ان نفوس کو کون سے چیزیں بناتی و سنوارتی ہیں جن سے وہ کمال تک پہنچتیں اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو ان کو بد بخت و برا اور انتہائی گھٹیا و ذلیل بنا دیتی ہیں ان تمام چیزوں کے ادراک سے وہ کورے رہ گئے۔

تیسری مثال نصاریٰ کی لے لیجئے جن کی خدا اور رسول کی قدر ناشناسی اور حقیقت سے دور ہونے کا بیان گزر چکا ہے کہ انھوں نے کس طرح اللہ کے ذات کو عیوب و نقائص کا پلندہ بنایا ہے اور اس کے رسول کی ذات کو صفات الٰہیہ کا پیکر ٹھہرایا ہے۔

جس آخرت پر وہ ایمان لاتے ہیں۔ وہ حقیقت سے کوسوں دور اور انبیاء و رسل کے اقوال کے مخالف ہے، ان کے نزدیک جنت میں کھانے پینے سے لوگوں کو کوئی سروکار نہ ہوگا۔ نہ اس کے

پاس بیویاں اور حور عین ہوں گی۔ جن سے وہ دنیا کی طرح لذت حاصل کریں گے، اسی طرح نہ وہ اپنے نفس کی حقیقت اور اس کو بنانے بگاڑنے کے ذرائع و اسباب کو سمجھ سکے اور نہ اپنے خالق و رازق کے بارے میں سمجھ سکے نہ انبیاء کو سمجھ سکے اور نہ موجودات عالم کو، کہ وہ سب کے سب مخلوق و مصنوع ہیں اپنے خالق و صانع کے محتاج ہیں اور جسے ان چیزوں کا علم نہیں اسے کسی چیز کا علم نہیں۔

یہود کی حد درجہ غباوت نقض عہد تحریف و حسد کا بیان

یہود انبیاء کے قاتل سود خور اور تمام لوگوں سے بڑھ کر گمراہ و بہتان طراز ہیں۔

باقی بچے یہود تو اللہ نے ان کے اسلاف کی جہالت و غباوت، ضلالت و گمراہی کا تذکرہ کر دیا ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے متاخرین کی جہالت و ضلالت کی کیا حالت ہوگی۔

ان کی حد درجہ جہالت کا اندازہ صرف اسی سے لگانا کافی ہے کہ انھوں نے اللہ رب العالمین کی عظمت و جلال اور توحید کی ایسی ایسی نشانیاں دیکھی تھیں۔ جن کو کسی نے نہیں دیکھا، لیکن اس کے باوجود بھی اس کی ذات کو چھوڑ کر انھوں نے اپنے ہاتھ سے سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ اور عبادت بھی کی، تو ایسے جانور کی جس کی قلت فہم و عبادت میں مثال دی جاتی ہے اور ایسے وقت میں جبکہ ان کے نبی ان کے درمیان زندہ ہی تھے۔

اور معبود بنایا بھی تو مقرب فرشتوں اور احیاء ناطقین میں سے نہیں، بلکہ جمادات میں سے اور جمادات میں بھی جواہر علویہ سورج چاند اور ستاروں کو چھوڑ کر جواہر ارضیہ میں سے، اور جواہر ارضیہ میں سے بھی زمین کے اوپر پائے جانے والے جوہر مثلاً پہاڑ وغیرہ کو چھوڑ کر زمین کے اندر پوشیدہ اور دھنسے ہوئے جوہر میں سے اور اس میں بھی ایک ایسے جوہر سے جس کو بھٹی میں ڈالا

جاتا ہے، پھر پٹائی کی جاتی ہے، پھر اس کے بعد میل کچیل کی صفائی ہوتی ہے تب جا کر کوئی چیز اس سے بنائی جاتی ہے۔ ان کے مقابلے میں ان جواہر کو چھوڑ دیا ان کاموں سے بالکل مستغنی ہیں اور اس جوہر سے شکل بھی بنائی تو فرشتوں اور انبیاء اور زمین میں پائے جانے والے بلند ترین چیزیں پہاڑ وغیرہ کی نہیں بلکہ ایک حیوان کی شکل اور حیوانات میں سے بھی اشرف وقوی حیوانات مثلاً ہاتھی شیر وغیرہ کی نہیں بلکہ ایک بیوقوف لاچار و مجبور کھیت میں جتائی کا کام کرنیوالے رہٹ سے پانی نکالنے والے اور اپنی جانب سے دفاع کی طاقت نہ رکھنے والے، جانور کی شکل لہٰذا انھیں اپنے معبود اپنے رسول اور حقائق موجودات کی کون سے معرفت حاصل ہے۔ اگر انھیں معرفت حاصل ہی ہوتی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ نہ کہتے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک تم ہمیں اللہ کو صاف صاف دکھا نہیں دو گے۔ اور یہ نہ کہتے اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا مُوْسٰی جاؤ تم اور تمہارا رب لڑائی کرو، یہاں تک کہ انھوں نے کسی نفس کو قتل نہیں کیا، اور جس کو قتل بھی کیا۔ اس کو چھپانے کی غرض سے ابواب البراء پر لے گئے اور وہیں پھینک دیا اور سمجھے کہ جس طرح انسانوں کی نگاہوں سے ہمارا یہ فعل چھپ جائے گا، اسی طرح خدا پر بھی مخفی رہے گا۔ حالانکہ ان کے نبی ان کے درمیان زندہ تھے، جن پر صبح شام وحی نازل ہو رہی تھی۔

اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو اس کو اس طرح مخاطب نہ کرتے، اے ہمارے باپ تو اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ تو کتنا سوئے گا۔

اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو انبیاء سے لڑائی نہ کرتے۔ نہ انھیں قتل کرتے نہ قید و جلاوطن کرتے اور نہ ہی محارم کے حلال کرنے اور فرائض کے ساقط کرنے پر مختلف قسم کا حیلہ کرتے اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو مصالح کے اعتبار سے اس کی تبدیلی احکام پر اعتراض نہ کرتے، جب کہ نظام عالم کی بقاء کے لئے احکام کے نفاذ میں احوال وظروف زمان و مکان کی رعایت اسی طرح ناگزیر ہے، جیسے کہ طبیب کے لئے زمان و مکان احوال ظروف کے اعتبار سے ادویہ واغذیہ کا بدلنا

ضروری ہے ورنہ تباہی مچ جائے اور حالات وظروف کی عدم رعایت جہاں طبیب کی جہالت کا ثبوت ہے، وہیں خالق کائنات کی حکمت و رحمت، قدرت و بادشاہت میں قادح ہے۔

ان کی جہالت اور اپنے معبود و رسول نیز ان کے اوامر کے عدم واقفیت کی انتہا یہ ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ شہر میں جھک کر اور اللہ کے سامنے تواضع وانکساری کرتے ہوئے داخل ہو۔ اور یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، تو وہ اللہ کے سامنے جھکنے کے بجائے چوتڑ کے بل گھسٹتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے کہ بالی میں گیہوں ہو یہ تو اللہ کے سامنے ان کی تواضع وانکساری اور توبہ واستغفار ہے ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان کو اپنی قدرت و بادشاہت اور اپنے نبی کی صداقت پر عظیم سے عظیم تر نشانیاں دکھائیں۔ مثلاً فرعون وقبطیوں کی غلامی سے ان کو نجات دلایا۔ لیکن پھر جب ان پر ایک کتاب نازل کی اور حکم دیا کہ اس سے احکام کو مضبوطی سے تھام لیں اور عمل کریں تو انھوں نے انکار کر دیا جس پر خدا نے پہاڑ اکھاڑ کر انکے سروں کے اوپر جھکا دیا اور کہا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے ہو تو پیس کر رکھ دیں گے تب جا کر انھوں نے تسلیم کیا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ نے پہاڑ کو ان کے اوپر کر دیا۔ آگ کو انکے سامنے کر دیا اور سمندر کو ان کے نیچے کر دیا اور کہا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے ہو تو پہاڑ سے پیس ڈالیں گے، آگ سے جلا کر خاکستر کر دیں گے اور سمندر میں غرقاب کر دیں گے پھر جا کر انھوں نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، اور اگر پہاڑ نہ ہوتا تو ہم تمہاری اطاعت نہ کرتے، پھر جب مامون ہو گئے تو کہنے لگے (سمعنا وعصینا) ہم نے سن تو لیا لیکن نہیں مانیں گے۔

ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ انھوں نے ایسے معجزات وآیات دیکھے جس کو دیکھنے کے بعد انسان کا یقین محکم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے یہ کہا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم خدا کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں گے۔

وہ معجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ستر نیک لوگوں کو وقت مقررہ پر پہاڑ پر لے گئے، جب آپ پہاڑ کے قریب پہونچے تو بادل ان کے اوپر سایہ فگن ہوگیا یہاں تک کہ اس نے پورا پہاڑ ڈھانپ لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بقیہ لوگوں سے کہا کہ قریب آجاؤ چنانچہ وہ قریب ہوگئے اور جیسے ہی حجاب میں داخل ہوئے تو سجدے میں گر گئے، وہاں انھوں نے اللہ رب العالمین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات کرتے اور اوامر ونواہی کا حکم دیتے ہوئے سنا، پھر جب بدلی ہٹ گئی تو کہنے لگے اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک کہ ہم اللہ کو صاف صاف اور کھلم کھلا دیکھ نہیں لیں گے۔

ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ جب حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوگیا اور دفن کر دیئے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ تم ہی نے ان کو قتل کیا اور تم نے انہیں قتل اس بناء پر کیا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل سے محبت اور نرمی کرتے تھے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم اپنے ستر آدمیوں کو منتخب کرو اور ہارون کی قبر تک چلو، چنانچہ وہ حضرت ہارون کی قبر پر پہنچے اور کھڑے ہوگئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہارون کیا تمہیں قتل کیا گیا ہے۔ یا خود (طبعی موت) مرے ہو، حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا نہیں مجھے کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ میں طبعی موت مرا ہوں۔

اس طرح انھوں نے خود حضرت ہارون علیہ السلام کے بھائی اور اپنے نبی پر تہمت لگائی، اور ان کی اظہار برأت پر تصدیق اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ خود حضرت ہارون علیہ السلام کے منہ سے طبعی موت کی خبر سن نہیں لیا۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ توراۃ کے بوجھ کو صرف اپنے اوپر لادے رہنے اور اس میں سوچنے سمجھنے نیز عمل نہ کرنے کے نتیجے میں اللہ نے ان کو اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جو اپنی پیٹھ پر بوجھ لادے ہوئے پھرتا ہے اور اس تشبیہ میں ان کی جہالت متعدد طریقے سے ثابت ہوتی ہے۔

پہلی بات یہ کہ گدھا تمام جانوروں میں سب سے بیوقوف مانا جاتا ہے اور بیوقوفی میں اس کی مثال دی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ گدھے کے اوپر اگر کھانا پانی چارہ وغیرہ لدا ہوا ہو تو اس کو کچھ شعور بھی ہوگا لیکن اگر کتابیں لاد دیں جائیں تو اس کو ذرا بھی شعور نہ ہوگا۔

تیسری بات یہ کہ وہ بوجھ ان کے اوپر گدھے کی طرح جبراً وقہراً لادا گیا ہے نہ کہ انھوں نے خود اپنی خوشی سے اس کو اٹھایا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے اس کو اٹھاتے تو دنیا وآخرت میں اس کا اچھا انجام ملتا، لیکن جب جبراً وقہراً وہ لادے ہوئے پھرتے ہیں تو اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔

پانچویں بات یہ کہ وہ ایسی چیز سے بھاگتے اور اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جس میں ان کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی ہے، اور اس کے مقابلے میں ہلاکت وبربادی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا غباوت جہالت کی انتہا ہوگئی۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ انھوں نے من وسلویٰ جیسی عمدہ ومحبوب غذا کو چھوڑ کر لہسن، پیاز، دال، سبزی، ککڑی وغیرہ کا مطالبہ کیا۔

لہٰذا جو قوم من وسلویٰ جیسی نعمت پر لہسن وپیاز وغیرہ کو ترجیح دے چکی ہے، وہ اگر ایمان کے بدلے کفر، ہدایت کے بدلے ضلالت، رضا کے بدلے غضب، رحمت کے بدلے عقوبت کے خواہاں وجویاں ہوئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ ہر اس شخص کا یہی حال ہوگا۔ جس نے اپنے رب اس کے رسول وکتاب اور اپنے نفس کو نہیں پہنچانا، اسی طرح وعدہ خلافی، احکام تورات میں تحریف وتبدیل، سودخوری، رشوت خوری سبت کے دن کی حکم عدولی، ناحق انبیاء کی قتل وخونریزی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر وتکذیب، ان کے اوپر اور حضرت مریم علیہ السلام پر بہتان طرازی، آپ کے قتل کی کوشش، حرص وطمع، سنگدلی، قساوت قلبی، تمسخر وہنسی یہ تمام برائیاں بدرجہ اتم ان کے اندر پائی جاتی تھیں۔

لیکن یہ اور اس سے بھی کئی گناہ بڑھ کر جہالت ان لوگوں کے نزدیک کم ہے۔ جنھوں نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی ہے، اس سے اور اس کے رسل و ملائکہ اور نیک بندوں سے دشمنی کا اعلان کیا ہے۔

لہٰذا جس شخص نے خدا اور رسول کو نہیں پہچانا اس کی رضا و قربت کے راستے کو نہیں جانا اس کی رضا کے مطابق عمل نہیں کیا اور اپنے انجام ہی سے بے خبر رہا، اس کو کون سا علم و عمل حاصل ہوا۔

آپ کی نبوت سے زمین کا منور ہو جانا اور ظلمت و تاریکی کا کافور ہو جانا آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والا تاریکی میں ہے اور مومن روشنی میں ہے

تمام دنیا والے سوائے مومنوں کے جہالت و گمراہی کی تاریکی میں ہیں، جیسے کہ مسند وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے رسول ﷺ کی یہ مرفوع حدیث ہے، آپ نے فرمایا کہ "اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا اور ان کے اوپر نور ڈال دیا تو جس کو وہ نور مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہو گیا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہو چکا ہے۔"

اسی بناء پر اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا، تا کہ وہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لیں۔ لہٰذا جس نے ان کی دعوت قبول کی، وہ نور کی طرف نکل گیا، اور جس نے نافرمانی کی۔ وہ اسی تنگی و تاریکی میں پڑا رہ گیا۔ جس کے اندر پیدا ہوا تھا اور یہ تاریکی طبیعت و خواہشات کی تاریکی ہے، جہالت و خود فراموشی کی تاریکی ہے اور اسی تاریکی سے لوگوں کو نکال کر علم و معرفت ایمان و ہدایت اور حقیقی کامیابی کی طرف لے جانے کیلئے اللہ رب العالمین نے اپنے انبیاء و رسل بھیجے۔

لہٰذا جو شخص اس نور سے محروم رہا وہ حقیقی کامیابی سے دور رہا اور تہ بہ تہ تاریکیوں میں بھٹکتا رہا، اس کا مدخل و مخرج ظلمت ہے، اس کا قول و عمل ظلمت ہے، اس کا قصد و ارادہ ظلمت ہے، اس کا دل ظلمت کدہ ہے، اس کا چہرہ ظلمت کدہ ہے اور اپنی خواہشات کی تاریکی میں وہ بالکل پڑا ہوا ہے۔ کیونکہ حقیقی ظلمت یہی ہے، لہٰذا جو بھی قول وہ کہتا ہے، جو بھی عمل وہ کرتا ہے، جو بھی ارادہ وہ رکھتا ہے، جو بھی عقیدہ وہ مانتا ہے، سب ظلمت ہی ظلمت ہے۔

ایسی حالت میں اگر نبوت کی کوئی بھی چنگاری اس کے اوپر چمک اٹھتی ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ چمگادڑوں کی نگاہوں کے سامنے سورج چمکنے لگے اور ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دے۔

یہ نبوت کی چنگاری اپنی تیزی، چمک دمک کی بناء پر قریب ہے کہ اس کی نگاہ کو خیرہ کر دے بذا وہ اپنے موافق و ملائم چیز تاریکی کی طرف بھاگتا ہے، اس کے مقابلے میں مومن کا قول و عمل نور ہے، اس کا مدخل مخروج نور ہے، اس کا قصد و ارادہ نور ہے۔

غرضیکہ وہ سراپا نور ہے اور ہر حالت میں نور ہی کے اندر رہتا ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (النور۔35)

اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو، نہ غربی جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے وہ لوگوں کو مثالوں سے باتیں سمجھاتا ہے وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

پھر کفار کا حال ان کے اعمال اور تاریکی میں بھٹکنے کی مثال اس طرح دی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور۔40-39)

اور جنھوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کو پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا مگر جب وہاں پہونچا تو کچھ نہ پایا بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کو پورا پورا حساب چکا دیا۔ اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ یا پھر اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے اس پر ایک اور موج، اور اس کے اوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلط ہے، آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے، جسے اللہ نور نہ بخشے اسکے لئے پھر کوئی نور نہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا وَّبَاطِنًا وَّظَاهِرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ